جلد دوم

شاہنامہ اسلام

تالیف: حفیظ جالندھری

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

شاہنامہ اسلام

جلد دوم

حفیظ جالندھری

اردو نظم میں تاریخ اسلام کے زریں واقعات رزم کا ولولہ انگیز بیان

جنگ بدر میں تین سو تیرہ مجاہدین کے سرفروشانہ کارنامے، مدینے میں یہودیوں

اور منافقوں کی شرارتیں، مکے میں جوش انتقام غزوہ سویق غزوہ احد وغیرہ

فہرست



دیباچہ

از آنیبل جسٹس شیخ سر عبدالقادر صاحب بالقابہ

''شاہنامہ اسلام'' کی پہلی جلد کو اگر حفیظ کی رزم نگاری کو نقش اوّل کہیں تو دوسری جلد جواب شائع ہو رہی ہے لفظی اور معنوی طور سے نقش ثانی کہلانے کی مستحق ہے۔ ہر صاحب فن کا نقش ثانی نقش اوّل سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ جلدوم میں اشعار کی آمد ار روانی پہلے سے زیادہ زور جوانی دکھا رہی ہے۔

پہلی جلد کو جو کامیابی نصیب ہوئی۔ اس کے بعد دوسری جلد کے لئے کسی تمہید یا تقریب کی حاجت نہیں مگر مصنف کی محنت اور جگر کو وی مستحق اعتراف ہے۔ اور جی چاہتا ہے کہ دوسری جلد کو خیر مقدم بھی اسی جوش سے ہو جس کا اظہار پہلی جلد کی اشاعت کے وقت کیا گیا تھا۔

کامیابی کئی طرح کی ہوتی ہے۔ ''شاہنامہ اسلام'' کو خدا نے ہر طرح سے کامیابی دی کتاب اگر مقبول ہو اور بکثرت اشاعت پائے تو یہ اس کیپلی اور سب سے بڑی فتح ہے۔ اس کتاب کی پہلی جلد جتنی چھپی تھی ایک سال کے اندر فروخت ہو گئی اور دوسری اشاعت کی نوبت آئی۔ اس کی خوبی کا دوسرا ثبوت یہ ملا کہ قرنِ اولیٰ کے رہبران اسلام کے کارناموں کو نظم کا لباس پہنانے کی جو طرز حضرت حفیظ نے اختیار کی تھی۔ اس کی تقلید جابجا ہونے لگی اور کئی اور لکھنے والوں نے اسی طرز پر اسلام نظمیں شائد کیں۔ قبول عام اس تصنیف کو اس قدر حاصل ہوا کہ قومی مجالس میں جب کسی نے اُسے پڑھ کر سنایا تو لوگوں نے انتہائی توجہ اور شوق سے سنا۔ اور جہاں کہیں لوگوں کو خود مصنف کی زبان سے شاہنامہ اسلام کے کچھ حصے سُننے کا موقعہ ہوا

وہاں جیسے پر محویت طاری ہوگئی ۔ عام قدر دانی کچھ تو کتاب کی فروخت کی کثرت سے ظاہر ہوئی ۔ مگر زیادہ تر اس امر سے کہ بہت سے شائقین نے بہتر قسم کے مجلد نسخے فی نسخہ بارہ بارہ روپے کو خرید سے حالانکہ معمولی نسخوں کی قیمت تین روپے فی نسخہ تھی ۔ ہمارے روسا میں سے ایک فیاض طبع اور نیک دل قدر دان نے جن کے نام نامی کے اعلان کی اجازت نہیں شاہنامہ اسلام جلد اوّل کا ایک نسخہ ایک ہزار روپے میں خریدا ۔ یہ سب باتیں حوصلہ افزا ہیں ۔ ان سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے کلام کو بجلا طور پر ملک میں قبولیت حاصل ہوئی ہے ۔ بلکہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان ابھی زندہ قوم ہیں اور اسلام کی سچی خدمت کو پہچاننے اور خادموں کی ہمت بڑھانے کی قابلیت رکھتے ہیں ۔

پہلی جلد میں مصنف نے یہ کوشش کی تھی کہ جو روایات نظم کی جائیں وہ ایسی ہوں جن کی صحت تاریخی اعتبار سے مسلمہ ہو ۔ یہی احتیاط دوسری جلد میں ملحوظ رکھی گئی ہے بلکہ جا بجا ایسے نوٹ دیئے گئے ہیں جن سے روایات کے ماخذ کہ پتہ چلتا ہے ۔ اس احتیاط کے متعلق کچھ اشعار اس جلد میں ''عذرِ مصنف'' کے عنوان سے درج ہیں ۔ اُن میں سے چند بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں ۔ مصنف نے کیا خوب لکھا ہے :۔

مجھے ملحوظ ہے اس تذکرے میں راست گفتاری
وگرنہ شاہباز فکر اُڑنے سے نہیں عاری
جو موضوع سخن مجھ کو اجازت اک ذرا دیتا
زمینوں کو اُٹھا کر آسمانوں پر بٹھا دیتا
مجھے گر یاد ہیں قطرے کو طوفاں کر دکھانے کے
کسی ذرّے کو وسعت میں بیاباں کر دکھانے کے
میرے دامن میں ہے ابر خزانی بھی بہاری بھی

کہ ہے آتش فشانی بھی نفس میں برفباری بھی

تخیل پر نہیں بنیاد میرے شاہنامے کی

صداقت کی طرف جاتی ہے راہ راست خامے کی

نہ کوئی داستاں ہی جس میں لطف داستاں بھردوں

نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیاں کردوں

یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والے کا

کہ جس کینور سے ظلمت نے مُنہ دیکھا اُجالے کا

ممکن ہے کہ مندرجہ بالا تعریف سے کوئی یہ سمجھے کہ کتاب نظم کے اعتبار سے روکھی پھیکی ہوگی ۔اور جو حالات لکھے ہیں اُن کی تصویر اگر مطابق اصل ہے تو اُس میں مصور کو رنگ بھرنے کا کیا موقع مِلا ہوگا۔مگر طبع رنگیں اپنے لئے راستہ نکالے بغیر کہاں رہ سکتی ہے ۔سیدھی سادی روایتوں کے منظوم بیان میں حفیظ کی شاعری نے اپنی خصوصیات کے اظہار کے لئے گنجائش نکال لی ہے ارو دوسری جلد میں کئی ایسے ادبی جواہر پیش کئے گئے ہیں جنہیں شائقین پسند کریں گے اور مزے لے لے کر پڑھیں گے ۔مثلاً جنگ بدر کا بیان ہے کہ جہاں جناب رسالت مآب کا چھوٹا سالشکر ایک ریگستان بے آب میں پانی کی تلاش میں ہے ۔اُس وقت حسن اتفاق سے مینہ برس گیا۔اس سادہ سی بات کو بیان کرنے کے لئے حفیظ کی تخیل نے یہ سماں باندھا کہ صحرا کے دل میں یہ آرزو پیدا کی کہ جس طرح ہو سکے اپنے مقدس اور مقتدر مہمانوں کیلئے پانی بہم پہنچائے ۔اوراس نے نہایت عجز سے بارگاہ ایزدی میں دُعا مانگی کہ آسمان سے پانی برسائے ۔وہ دُعا منظور ہوگئی اور مینہ آ گیا۔

اِس موقعہ پر ''دعائے صحرا'' کے نام سے جو ٹکڑا حفیظ کے قلم سے نکل گیا ہے ۔وہ اُن کے ادبی کارنموں میں پائیدار شہرت کا مستحق ہے ۔یہاں تخیل نے اپنا زور دکھایا

ہے مگر کسی تاریخی واقعہ میں تصرف نہیں کرنا پڑا ۔واقعہ اتنا ہی ہے کہ مینہ برسا اور اُن لوگوں کی تکالیف رفع ہو گئیں جو پیغمبرؐ اسلام کے ہمرکاب تھے ۔مگر اُس کے بیان کے پیرائے میں جدت پیدا کرنے سے مضمون رنگین ہو گیا ہے۔

ایک دوسری خوبی جو شاہنامہ السام میں ملحوظ رکھی گئی ہے ۔وہ یہ ہے کہ بزرگان سلف کی خوبیاں بیان کرتے کرتے ضمناً مگر نہایت دلآویز طریق سے ایسے اخلاق کی تلقین کی جاتی ہے جن کی موجود زمانے میں بھی ہم کو ضرورت ہے ۔اس مطلب کی وضاحت ذیل کی اشعار سے ہو گئی جہاں اس چھوٹی سے فوج کا ذکر کرتے ہوئے جو جنگ بدر میں اسلام کے ہادیؐ برحق کی اپنی سپہ سالاری میں کدا کی رہا پر پہلی لڑائی کرنے کو نکلی تھی ۔مصنف یوں نغمہ پیرا ہوتا ہے۔

نہ کوئی زعمِ باطل تھا نہ کوئی جوش ہنگامی
نہ فکر کامیابی تھی نہ ذکر خوفِ ناکامی
نہ کثرت کی کوئی پروا نہ قلت کا تھا غم ان کو
نہ کچھ اندیشہ پست و بلند و پیش و کم ان کو
نہتے تھے مگر تسکین و اطمینان رکھتے تھے
کہ ساماں پر نہیں ایمان پر ایمان رکھتے تھے

یہ بات بھی قبال ذکر ہے کہ رزم کا آ گاز زیادہ تر اسی جلد سے ہوتا ہے اور مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی ہے کہ رزم کے میدان میں بھی ہمارے مصنف کے اشہاب قلم کی رفتار قابل تعریف ہے ۔ ذیل کے رزمیہ ٹکڑوں میں صفائی بیان اور الفاظ کی موزونیت ملاحظہ ہو۔

پڑی تلوار فولادی سپر کے ہو گئے ٹکڑے
سپر سے تا بہ سر پہنچی تو سر کے ہو گئے ٹکڑے

گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی
زرہ بکتر کے بندھن اور کڑیاں کاٹ کر نکلی

ایک دوسری جگہ پر تلوار ہی کے بیان میں لکھا ہے۔

بہت بیباک تھی یہ تیغ اب کچھ اور چل نکلی
کبھی شانے پہ چمکی اور کبھی زیر بغل نکلی
کسی کی ڈھال کاٹی سر سے گزری صدر تک پہنچی
بڑی خوبی سے منشائے قضا وقدر اپنے آپ کو کس

مخالف فوج کے سرگروہ ابوجہل کا بیان کرتے ہوئے کہ وہ میداں میں اپنے آپ کو کس طرح محفوظ کئے ہوئے تھا۔ اوروں کو لڑاتا تھا اور آپ تیغ کے منہ پہ نہ آتا تھا۔ لکھا ہے۔

مسلّح پہلوانوں کی تھیں لوہا لاٹ دیواریں
جو اُس کے آگے پیچھے چل رہے تھے لیکے تلواریں
کسی کی دسترس اس تک نہ ہوتی تھی بآسانی
کہ تھا کہ چلتے پھرتے قلعے میں اس جنگ کا بانی

جلد دوم میں سب سے زیادہ پرلطف اور پراثر وہ حصے ہیں جن میں جہاد کی اصلی معنی واضح کئے گئے ہیں اور وہ اصول بتائے گئے ہیں جو آنحضرت نے اپنی فتوحات کے بعد خود ملحوظ رکھے اور جن پر کاربندہ ہونے کی پیرو دوں کو تاکید کی۔

جہاد کا اصلی مفہوم اُن ہدایات سے واضح ہو جاتا ہے جو جنگ سے پہلے پیغمبرؐ علیہ اصلوٰۃ والسلام نیا پنے ساتھیوں کو دیں۔ اُن سے چند اشعار ذیل میں درج ہیں۔

خبردار نہ جائے لشکر باطل قریں جب تک
نہ ہو اُن کی طرف سے حملہ ہونے کا یقیں جب تک

لڑائی کیلئے اس وقت تک جنبش نہ تم کرنا
نہ ہو مجبور جب تک جنگ کی خواہش نہ تم کرنا
لڑائی ٹال دینا درگزر کرنا ہی بہتر ہے
جہاں تک ہو سکے اس سے عذر کرنا ہی بہتر ہے
مگر جب جنگ چھڑ جائے تو استقلال لازم ہے
جہاں تک ہوسکیاس سے عذر کرنا ہی بہتر ہے
مگر جب جنگ چھڑ جائے تو استقلال لازم ہے
قضا کا خندہ پیشانی سے استقلال لازم ہے

یہ تو جنگ کی ہدایات تھیں اب فتح کے بعد کے حالات سنئے جب خدا نے آنحضرت کو فتح دی تو اُن کا اور اُن کے ہمراہی غازیوں کا طریق عمل تمام دنیا کے لئے نمونہ ہے۔اس کے بیان میں جناب حفیظؔ نظم میں یوں موتی پروتے ہیں

نماز عصر کا وقت آ گیا ان کام دھندوں میں
ہوا بیتاب ذوق بندگی اللہ کے بندوں میں
وضو کر کے صفیں میداں میں باندھیں شان والوں نے
خدا کے سامنے سر رکھ دیئے ایمان والوں نے
سُنے نغمات شکر اِن فتح مندوں کی زبانوں سے
اُتر آئے فرشتے لے کے رحمت آسمانوں سے
تعجب خیز تھا یہ ربط و ضبط انسان فانی کا
چڑھا ہرگز نہ اِس اُمت کو نشہ کامرانی کا
یہ پہلی فتح تھی انسان کی شیطان کے اُوپر
کہ بعد فتح قائم تھا بشر ایمان کے اُوپر

جب جنگ بدر میں فتح پانے کے بعد آنخضرت اور صحابہ مدینہ منورہ میں واپس آئے۔اُس وقت کے بہت سے دلچسپ واقعات نظم کئے گئے ہیں۔اُن کی تفصیل یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں مگر غازیوں کی قوت ضبط کی تعریف میں جو شعر لکھے گئے ہیں وہ نہایت سبق آموز ہیں۔

سر و سینہ کو وقف تیغ و خنجر کر کے آئے تھے
رہ حق میں یہ پہلا معرکہ سر کر کے آئے تھے
مگر اس فتح پر کوئی نہ شورش تھی نہ ہنگامہ
نہ کوئی ناچ گانا تھا نہ باجے تھے نہ دمامہ
نہ اپنے زور بازو کی کہیں تعریف ہوتی تھی
نہ انداز شجاعت کی کوئی توصیف ہوتی تھی
حریفوں کی مذمت بھی نہ تھی اُن کی زبانوں پر
نہ کمزوروں پہ کوئی طنز تھی نے پہلوانوں پر

جو لوگ فوج دشمن میں سے قید ہو کر آئے۔اُن کے متعلق آنخضرت نے بہت نرمی اور احسان کے احکام جاری کئے۔اسکی کیفیت ایسے موثر پیرایہ میں لکھی ہے۔کہ اُس کو پڑھتے ہوئے دقت ہوتی ہے۔آنخضرت کا ارشاد ہے۔

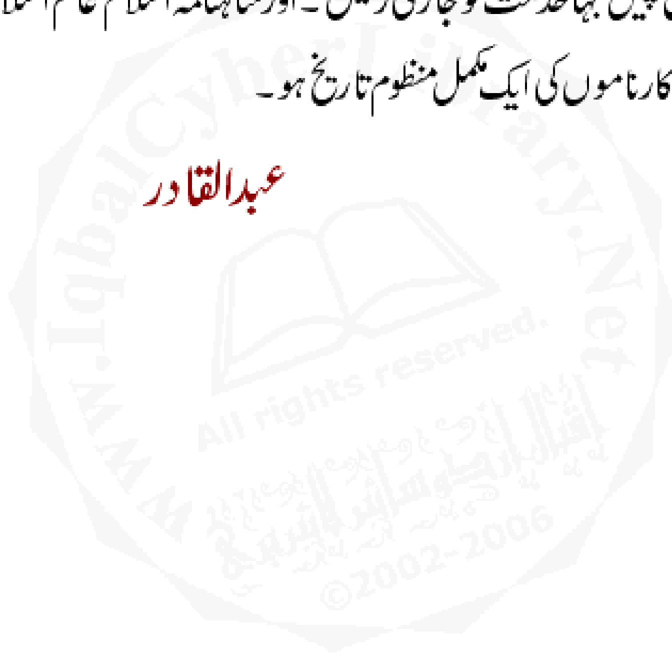
اسیروں کو ہمیشہ عزت و اکرام سے رکھنا
کوئی صدمہ نہ پہنچانا بہت آرام سے رکھنا
نہیں کرتا پسند اللہ سختی کرنے والوں کو
کہ جنت کی بشارت ہے خدا سے ڈرنے والوں کو

اس جلد کے خاتمہ کے قریب اہل مکہ کے انتقامی حملوں کا تذکرہ ہے اور جنگ اُحد کا بیان شروع ہوتا ہے۔اِس جدل کے اشعار پہلی جلد کی طرح دو ہزار سے اوپر

ہیں اور حجم اڑھائی سو صفحے سے زیادہ ہے۔ اور لکھائی چھپائی میں پہلی جلد کی سب خصوصیتیں قائم رکھی گئی ہیں۔

میں دُعا کرتا ہوں کہ خدا اسے بھی وہی قبولیت عطا کرے جو شاہنامہ اسلام کی جلد اوّل کو حاصل ہوئی ہے اور حضرت حفیظؔ کو توفیق دے کہ وہ تاریخ اسلام اور اَدب اُردو کی اس پیش بہا خدمت کو جاری رکھیں۔ اور شاہنامہ اسلام عالم اسلامی کے نہ مٹنے والے کارناموں کی ایک مکمل منظوم تاریخ ہو۔

عبدالقادر



معیار

از پروفیسر محمد ین تاثیر ایم ۔ اے

کسی نظم یا شعر کے متعلق کسی قسم کی رائے کا اظہار کرنا بظاہر ایک معمولی سی بات ہے۔ داغ کو ہوسناک غالب کو فلسفی انشا کو ہزال اور اقبال کو محض قومی کہہ دینا بدیہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے۔ کیا داغ وصل اور بوسے کے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ کیا غالب زندگی کا رونا نہیں روتا۔ کیا انشا پھکڑ نہیں لڑتا۔ کیا اقبال کا ترانہ ہر جگہ نہیں گایا جاتا؟ تو پھر یہ آرا بدیہیات سے نہ ہوئیں؟ کیا اِن کے متعلق کسی مزید غور و فکر کی ضرورت ہے؟

مگر مشکل یہ ہے کہ یہ تمام تصورات ہوس، فلسفہ، ہزل ہو قومیت ایک طرز خیال کو نتیجہ معلوم نہیں ہوتے ایک طرف انس شعراء کیا یک عام مشترک خصوصیت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جس کی بدولت اِن سب کو ایک ہی نام (شاعر) سے پکارا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف انہیں نفسیات، اخلاقیات اور مختلف معیاروں پر تولا جاتا ہے

کسی کو ایک وجہ سے مقہور قرار دیا جاتا ہے اور کسی کو دوسری وجہ سے سراہا جاتا ہے ۔ کیا تنقید کا یہ صحیح طریقہ ہے؟

یہ درست ہے کہ ہر تنقید سے حقیقتاً ذاتی پسند کا اظہار ہوتا ہے۔ نقاد کے اصول خواہ کس قدر مستند اور قدیم کیوں نہ ہوں اُن کا اختیار کرنا بجائے خود ایک ذاتی فعل ہے اور ان کا اولین واضع ایک ہی فرد ہوگا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بیک وقت ایک ہی فن کے متعلق مختلف معیار استعمال کئے جائیں۔ نقاد کی پسند ذاتی سہی لیکن اُس میں یگانگت کو ہونا ضروری ہے۔ ورنہ تنقید محض ایک کھیل ایک دل لگی سی بن جائے گی۔ جو چاہے نقد ہو جائے اور جو منہ میں آئے کہتا چلا جائے۔

تنقید کو ایک معین علم بنانے کی غرض سے چند ابتدائی امور کا تصفیہ ضروری ہے ۔

کیا ادبی تصانیف کو جانچنے کیلیئے ایک مقرر کردہ اصولی نظام، ایک خارجی ضابطہ تعزیرات درکا ہے؟ ہماری فصاحت و بلاغت کی پُرانی کتب اس سوال کا جواب ہیں لیکن اُنکی استنادی حیثیت قریبا مفقود ہو چکی ہے اور کیوں نہ ہوتی؟ ۔عربی سے فارسی اور فارسی سے اُردو میں منتقل ہو کر بھی یہ کتابیں جوں کی توں ہی رہیں ۔زمانہ اور اس کا مذاق بدل گیا مگر یہ نہ بدلیں ۔اور کیسے بدلتیں جب اُن کا اساسی اصول ہی یہ ہو کہ تبدیلی گناہ ہے ۔جب ان کے پاس ہر شعبہ ادب کے لئے ایک ہی معیار ہے ۔مگر ان کتب کی نا مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام تجزیاتی ہیں ۔ان کے نزدیک ایک متحد تصنیف کو جانچنے کے لئے اسے پُرزہ پُرزہ کرڈالنا ضروری ہے ۔اور پھر اُن کے پیش کردہ معیار یوں بھی تلسی بخش نہیں ۔

حقیقت یہ مختلف ہے کہ مختلف انواعِ ادب کیا یک ہی نوع کے مختلف مظاہر کو کسی ایک ضابطے سے جانچنا غلطی ہے ۔یہ ہی نہیں کہ نثر و نظم (ڈراما ۔افسانہ، غزل وغیرہ) لئے خاص معیار بنانا ضروری ہیں بلکہ ایک شاعر سے دوسرا شاعر مختلف ہے اور مختلف معیار تنقید ا کا حقدار ہے ۔ورنہ ادبیات میں جدت کا خاتمہ ہو جائے اور فقیہوں کے استدلال کل جدید بدعت'' ۔کل بدعت ''ضالۃ کل ضالۃ'' فی النار کی نذر ہو جائے ۔

اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہم تصنیف و اُس کے داخلی معیارے دیکھیں ۔یہ دیکھیں کہ لکھنے والے کا مقصد کیا تھا اور وہ اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہے ۔یہ نہ ہو کہ غزل گو کو اس لئے دھتکار دیا جائے کہ اسمیں ''پیغام'' نہیں اور ''بانگ درا'' کو اس لئے غیر شاعرانہ کہہ دیا جائے کہ اس میں تغزل کامیاب ہے اس انفرادی معیار کو قائم کرنے کے بعد ہم یہ پوچھنے کے مجاز ہو سکتے ہیں کہ کیا مقصد بذاتِ خود قابل قدر ہے اور اگر ہے تو کیا اسے ادبیات میں شامل کیا جا سکتا ہے؟ اور اسے کس نوع ادب

میں شمار کرنا چاہئے۔ نثر میں یا نظم میں؟ افسانے میں یا ڈرامے میں؟ مگر عام طور پر یہ بحث ایک حد تک غیر ضروری اور خارجی ہوگی۔

یہ کوئی ایسی پیچیدہ باتیں نہیں مگر ان کے پیش نظر نہ ہونے کی وجہ سے عجب عجب مضحکہ خیز مغالطے پیدا ہو جاتے ہیں۔ چند سال ہوئے دکن میں کسی بزرگ نے ایک انگریز شاعر کے نظریہ شاعری کو معیار بنا کر غالبؔ کو سخت الثریٰ میں گرا دیا۔ معمولی مفروضات و روایات سے بے خبر نوجوان ہماری مشرقی شاعری کو سرے سے بے معنی قرار دے ڈالتے ہیں۔ ہمارے یو۔ پی کے پُرانے استاد لوگوں نے اقبالؔ کو تو جو کچھ سمجھنا۔ اپنے ہم وطن اکبرؔ کو بھی نہ چھوڑ جس پر انہیں تنگ آ کر کہنا پڑا!

تم سے استادوں میں میری شاعری بیکار ہے
ساتھ سارنگی کا بلبل کے لئے دشوار ہے

جس طرح بلبل کے نغمے خارجی قانون سے آزاد ہیں ہر شاعر کو ایسی آزادی کا حق حاصل ہے۔ یہ نہیں تو جھٹ کہہ دیا کہ "شاہنامہ اسلام" ایک مثنوی ہے۔ اس کا وزن مثنوی کے مقررہ وزن سے باہر ہے۔ صغریٰ کبریٰ مرتب۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ "شاہنامہ اسلام" مثنوی بھی نہیں اور حفیظؔ شاعری بھی نہیں۔

رباعی اور قطعات کی بحث بڑھانے والے نقاد بھی اسی قماش کے ہیں۔ اگر ان اہل فن بزرگوں کے معیار پر انتقاد کیا جائے اور معانی کو نظر انداز کر کے محض الفاظ کے اُلٹ پھیر کو شاعری کا منتہا قرار دیا جائے تو یقیناً چرکینؔ اپنے وقت کا **ملک الشعراء** کہلانے کا مستحق ہوگا۔ استادوں میں تو اب بھی متصور رہتا ہوگا۔

"شاہنامہ اسلام" کا مقصد تلاش کرنے کے لئے زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں مصنف نے خود ہی اس کو واضح کر دیا ہے۔ ضروری نہیں کہ کسی مصنف کا پیش کردہ مقصد ہی اس کا صحیح ادبی مقصد ہو۔

گئی دنیا سے آقائی محمد کے غلاموں کی
بھلا بیٹھے ہیں یاد اپنے سلف کے کارناموں کی
ارادہ ہے کہ پھر ان کو لہو اک بار گرماؤں
دل سنگیں سخن کیا آتشیں تیروں سے برماؤں
سناؤں ان کو ایسے ولولہ انگیز افسانے
کرے تائید جن کی عقل بھی تاریخ بھی مانے

سلف کے کارناموں کو ولولہ انگیز طریقے سے سناتا۔ یہ ہے شاعر کا مقصد! عقل اور تاریخ کی بندش غیر ضروری ہے۔ اس کا خیال اسی حد تک کرنا چاہئے۔ جس حد تک اس پابندی سے ولولہ انگیزی میں نقص نہیں پیدا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اس صدی میں اگر خلاف عقل واقعات پیش کئے جائیں تو ولولہ کی جگہ ہنسی پیدا ہوگی۔ اس طرح سلف کے ایسے تاریخی واقعات میں جن سے ہر خلف آگاہ ہے تبدیلی کرنے سے اصل مقصد میں رُکاوٹ پیدا ہوگی۔ مگر تصور کی وسعت کو روکنا عبث ہے۔

حفیظؔ نے اپنے مقصد کو اس طرح متعین کر کیا اپنے راستے میں بہت سی مشکلیں پیدا کر لی ہیں۔ ہومر کے سامنے ایک افسانہ تھا جس میں وہ عشق و محبت، حسن و نفاق، رقابت اور جنبہ داری کی کشاکش کے ساتھ ہر طرح کے عقلی و غیر عقلی واقعات بیان کئے جاتا تھا۔ فردوسی کے شاہنامے کا زمانہ بھی ماقبل تاریخ ہے۔ ہمارے مرثیہ نگاروں نے تاریخ کو طلسم بنا رکھا ہے۔ جو چاہا ہے جس طرح چاہا ہے کہہ ڈالا ہے۔

حفیظؔ ان سب کے بعد آتا ہے اور سب زیادہ مشکل مہم پیش نظر رکھ لیتا ہے۔ اس کے سامنے کوئی ایسی مثال نہیں جو اس کی رہنمائی کر سکے۔ وہ اپنی منزل بھی آپ تلاش کرتا ہے اور اپنا راستہ بھی خود ہی بناتا ہے۔ یقیناً اس کا راستہ پُل صراط سے زیادہ کٹھن ہے۔ تخیل کو بائے تو شاہنامہ محض منظوم تاریخ رہ جائے۔ واقعات کو بدلے تو تحریف

کامرتکب ٹھہرے ۔یہی تکلیف اُس کے حق میں رحمت بن جاتی ہیں ۔یہی مشکلات اُس کی کامیابی کی غیر فانی بنا دیتی ہیں ۔اور حفیظ کو حالی، اقبال اور اکبر کی صف میں جگہ حاصل کرنے کا حقدار کر دیتی ہیں ۔

''شاہنامہ اسلام'' (حصہ دوم) تاریخی کتابوں ،آیات اور احادیث کے حوالوں سے بھرا ہوا ہے ۔مصنف قدم قدم پر تاریخی تفصیلات کے بیان سے واقعات کی صداقت ظاہر کئے جاتا ہے اور اسلاف کے ان کارناموں کو مصور الفاظ اور مناسب اصوات سے زندہ کر دکھاتا ہے ۔

تاریخی تفصیلات محض عقل کی تسلی ہوتی ہے ۔اس نظم اُن کی قدر محض منفی حیثیت رکھتی ہے ۔مبارک جمعہ کا دن سترھویں تھی ماہِ رمضاں کی اور ع یہ ستر اونٹ دو گھوڑے یہاں سیراب ہو جاتے ۔ایک مسلسل بیان ہے ۔

بنایا اِک عریشہ پھونس کا رباب ہمت نے
قیام اُس میں کیا بہر دعا فخر رسالت لائیں
علی اور سعد نے بڑھ کر نظر ہر سمت دوڑائی
قریشی کافروں کی چھاؤنی چھائی ہوئی پائی
پلٹ کر عرض کی فوج گراں معلوم ہوتی ہے
زمیں گویا حریف آسماں معلوم ہوتی ہے
مقام عدوۃ القصویٰ کا ٹیلہ اِک طرف رکھ کر
ہے آسودہ خدا کے دشمنوں کا اِک بڑا لشکر

یہ اونٹوں کی تعداد ۔تاریخ اور دن کا تعین ۔چھپر (عرشیہ) کی تخصیص، مقامات اور افراد کے نام ان تفصیلات سے واقعیت کی فضا پیدا ہوتی ہے ۔مگر اتنا کام تو ہر تُک بند بُری بھلی طرح سرانجام دے سکتا ہے ۔مگر حفیظ کا کمال یہ ہے کہ وہ اس ارضیہ کے

آگے ایک چلتی پھرتی جیتی جاگتی تصویر تخلیق دے سکتا میں نہیں کہہ سکتا کہ اس میں سینما کا کس قدر اثر شامل ہے۔ یوں یہ واقعیت ادبیات حاضرہ کی عالمگیر خصوصیت ہے یہ بات ''طلسم ہوشربا'' اور کسی جدید ناول کے مقابلہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ ہمارے مراثی میں بھی یہ حقیقت وضاحت سے نظر آتی ہے۔ انیسؔ جزئیات میں اسکا ماہر ہے۔ گو زمانہ کی بدمذاقی اور ماحول کی نا استواری اسے کبھی کبھی ہموار کر لیتی ہے۔ مگر حفیظؔ بیسویں صدی کا شاعر ہے۔ واقعیت اس کے ''شاہنامہ اسلام'' کی جان ہے جنگ بدر کا نقشہ ہے۔ بے جان واقعات نہیں ولولہ انگیز کارناموں کا بیان ہے۔

دشمنوں کا لشکر

اڈتی دوڑتی اُٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں پہ پھیلتی۔ افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی

اڈتی۔ دوڑتی۔ اٹھتی۔۔۔ یہ پنجابی الفاظ پے بہ پے آ کر معانی کس قدر صحیح ترجمانی کرتے ہیں

اس ٹکڑے میں اصوات کے مناسب استعمال کی اور مثالیں بھی نظر آتی ہیں

نہاں اس ابر میں ڈھولوں کو ڈھم ڈھم دف دف تھی
مغلظ گالیوں کا شور تھا کتوں کی عف عف تھی

ان اشعار کو اگر کوئی اردو سے ناواقف اجنبی بھی سن لے تو محض اصوات سے معانی کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اصوات کے ساتھ مصور الفاظ مل کر واقعات کو کس طرح زندہ کر دیتے ہیں! انفرادی جنگ کا منظر دیکھیے حضرت حمزہؓ اور عتبہ کا مقابلہ ہے۔

جناب حمزہؓ نے تلوار پر تلوار کو روکا
سبکدستی سے تھپکی دے کے مہلک وار کو روکا
نظر آیا نہ کچھ اب جھنجھناہٹ کی صدا آئی

اُڑیں چنگاریاں تلوار سے تلوار ٹکرائی
ذرا مہلت جو پائی ایک پل دھاوے سے حمزہ نے
سبک ہو کر نکالا ہاتھ اُلجھا دے سے حمزہ نے
لیا دشمن کو بڑھ کر تیغ فرخ فال کے نیچے
مگر عتبہ نے اپنا سر چھپایا ڈھال کے نیچے

حضرت زبیرؓ اور آہن پوش پہلوان ابو کرش کے مقابلہ میں کہیں کہیں شگفتہ ظرافت کی بھی جھلک ہے۔ جس سے مشتعل جذبات کو کچھ کچھ تسکین ہو جاتی ہے۔ سننے والا دم لے کر آگے بڑھتا ہے۔

نظر آیا کہ یہ انساں نہیں پُتلا ہے آہن کا
کوئی حصہ جز آنکھوں کے نظر آتا نہیں تن کا
بشر تھا یا کہ تھا بیڈول سا اِک ڈھول لوہے کا
چڑھا رکھا تھا جس نے تن کے اوپر خول لوہے کا
یہ کل آہن کی شاید ڈھل کے آئی تھی جہنم سے
زمیں پہ اپنے پیروں چل کی آئی تھی جہنم سے

بلا کے طعن تھے پُر پیچ چوٹیں تھیں نکانیں تھیں
سنانیں تھیں کہ دو پھندار سانپوں کی زبانیں تھیں
جما کر پینترا کر کے اشاراہ مرد غازی نے
انی رکھتے ہی اک ہکہ جو مارا مرد غازی نے
ہوائی کر دیا باطل کے نیزہ باز کا نیزہ
زمیں پر سر کے بل آیا غرور وناز کرنیزہ

قریشی پہلواں کے ہاتھ سے جب اُڑ گیا بھالا
تو ہٹ کر ہاتھ اُس نے قبضۂ شمشیر پر ڈالا

مگر اب جاں نثار احمد مرسل کی باری تھی
کہ برچھی ہاتھ میں تھی اور قضا کی ساز گاری تھی

جھپٹ کر شیر نے اِک وار دشمن پر کیا کاری
جہاں آنکھوں کے دو سوراخ تھے برچھے وہاں ماری

سناں اس زور سے آہن کا چہرہ توڑ کر گزری
گھسی چشم عدد میں کاسہ سر پھوڑ کر گزری

سر خود سر نے حق سے سرکشی کرنے کا پھل پایا
کہ پھل برچھی کا سر میں دوسری جانب نکل آیا

گرا فولاد کا پتلا زمیں پر سرنگوں ہوکر
تکبر بہ گیا آنکھوں کے رستے موج خوں ہوکر

قفس کے ٹوٹنے سے طائر جاں اُڑ گیا آخر
اِدھر کھینچی جو برچھی زور سے پھل مڑ گیا آخر

کہیں کہیں مضمون آفرینی بھی کی گئی ہے۔

یہ تیغ حمزہؓ تھی دعوے تھے اس کو خاکساری کے
زمیں پر آرہی کرکے دو ٹکڑے جسم ناری کے

اور جب تصور عقل کی ارضی، زنجیروں کو توڑ کر پر پرواز کشا کرتا ہے۔ حفیظؔ کا جذبہ نیاز وعقیدت تاریخی واقعات کے سہارے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ صحرا کوئی بے جان بیابان نہیں۔ کو دیدار یا کا بیکس تمنائی شاعر ہے۔ ہم ہیں۔ تم ہو۔ ہر صاحب دل ہے

خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا
کہ تیرا ساقی کوثر یہاں تشریف لائے گا
خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے
شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہریں گے

غرض شاہنامہ اسلام میں وہ سب کچھ ہے جو اس مرتبہ کی نظموں میں ہوتا ہے یہی نہیں بلکہ سب کچھ ہے جو اس مرتبہ کی نظموں میں ہونا چاہئے ۔ یقیناً حفیظؔ اپنے بیان کردہ مقصد میں کامیاب ہے جن لوگوں نے شاہنامہ کے کچھ حصص بھی سنے ہیں اُن کے لئے دعوے تحصیل حاصل ہے ۔وہ دل بہت ہی سنگین ہو گا۔جسے آتشیں تیر نہ برما سکیں!

تاثیر

عرض حال مصنف

آج میں اپنی ناچیز کوشش کا دوسرا اثمر قوم کے دربار میں پیشکش کرتا ہوں۔ ساتھ ہی معافی چاہتا ہوں کہ دوسری جلد کے طلبگاروں کوتوقع سے زیادہ انتظار پڑا یعنی پورے چار سال

شاہنامہ اسلام کی جلد اوّل کی طرح یہ جلد بھی دو ہزار سے کچھ زیادہ اشعار پر مشتمل ہے۔ مطالعہ کرنیوالے اصحاب اسکو دو تین ساعت میں ختم کر ڈالیں۔ گے اے کاش ان میں کچھ ایسے بھی ہوں جو ایک کمزور نحیف اور دائم المرض وجود کا بھی تصور کریں۔ جو ان حرف کو یکجا کرنے کی ادھیڑ بن میں گھلتا رہا ہے۔ اور جو مطالعہ کرنے والوں سے دعائے خیر کے سوا اور کسی بات کا طالب نہیں۔

دمید دانہ و بالید و آشیاں گہ شد
ور انتظار ہما دام چید تم بنگر

یہاں ایک سوال کو جواب بھی ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کارگزاری کی رفتار یہی رہی۔ تو تاریخ اسلام کا تمام سلسلہ کس طرح اور کتنی مدت میں نظم ہو سکے گا؟

گذارش یہ ہے کہ دوسری جلد کی تکمیل میں جو التوا ہوا اُسکے دو سبب ہیں۔ پہلا سبب بعض ناگہانی حادثات ہیں جن میں سب سے با حادثہ میری بچی ارشاد بتول کی مرگ ناگہاں تھی۔ اس واقعہ کی روداد سے چونکہ میرے سوا کسی کو دلچسپی نہیں اس لئے صرف اتنا کہ دنیا کافی ہے کہ یہ ذہین لڑکی جو مدرسہ بنات جالندھر میں کلام مجید پڑھتی تھی۔ اور جس سے آیندہ مجھے اپنے کاموں میں امداد کی توقعات تھیں۔ ایک روز اچانک گھر کے کنوئیں میں گر گئی۔ اور جانبر نہ ہو سکی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ واقعہ اکتوبر ۲۹ء میں پیش آیا۔ جبکہ میں جلد اوّل کی طابعت سے فارغ ہوا تھا۔ حادثہ کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ ایک عرصہ کے لئے میرا دماغ ماؤف ہوگیا۔ میں پنی کمزوری کا معترف ہوں۔ واقعی مجھے اتنا اثر پذیر ہونا نہیں چاہئے تھے مگر

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت

اِس حالت بیدلی بعض احباب کے مشورہ سے پھر وطن کو خیر باد کہہ کر لاہور کرنا پا ۔مگر بجھی ہوئی ۔طبیعت کو لاہور کی چلہ پہل میں سکون نصیب نہ ہوسکا۔ اور میں لاہور کے قریب اس نئی آبادی (ماڈل ٹاؤن) میں بسنے پر مجبور ہوا۔ خیال تھا کہ یہ ایک گوشہ سکون ہے۔ یہاں میں شاہنامے کے کام کو اطمینان سے انجام دے سکون گا۔ لیکن بدقسمتی اور طبیعت کی اُفتاد بہر زمیں کہ رسیدتم آسماں پیدا است۔

اِس شک میں نہیں کہ کام بھی بہت ہی مشکل تھا۔ لیکن فضلو جھگڑے بکھیڑے بھی پیش آتے رہے ذہنی تفکرات کے علاوہ جسمانی امراض نے بھی حفیظ کے جھونپڑے کو خانہ انوری سمجھ لیا۔ خیر مذکورہ بالا موانع تو عارضی اور ہنگامی تھے۔ جن پر آخر کار قابو حاصل کرلیا گیا۔ لیکن کام میں التوا کی دوسری وجہ مستقل ہے۔ یہ ایک ایسا عقدہ ہے جس کو میرا ناخن تدبیر وانہیں کرسکا۔ بہت کوشش کی کہ کسی طرح یہ مشکل آسان ہو لیکن تا حال اِس اُلجھن سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوئی۔

بات یہ ہے کہ میرا کام صرف تصنیف تک محدود رہنا چاہئے تھا یعنی شاہنامہ اسلام کی معنوی تکمیل اور بس اگر ایسا ہوتا تو یقیناً میں ہر سال کے اختتام پر دو ہزار اشعار کی ایک جلد ملت کے حضور میں پیش کرسکتا۔

لیکن افسوس مجھے تو اس کو چھاپنا، نہ صرف چھاپنا بلکہ فروخت بھی کرنا پڑتا ہے اور آپ نہیں جانتے۔ کہ یہ چھاپنا اور فروخت کرنا کس قدر غیر شاعرانہ باتیں ہیں۔ او ران کا اہتمام ایک ایسے مصنف کیلئے جو کاروباری اہلیت نہ رکھتا ہو۔ کتنا حوصلہ فرسا۔

صبر آزما اور ذہنی کوفت کو موجب ہوتا ہے۔

بعض لوگ کہیں گے کہ پھر کیوں یہ کام کسی ایسے طابع اور ناشر کے سپرد نہیں کر دیا جاتا جو اپنے حق المحنت کے عوض اس مہم کو انجام دے دیا کرے۔

میں جواب دونگا کہ کوئی ایسا طابع اور ناشر بتایئے جو تصنیف کے ساتھ مصنف کی جان کا بھی گاہک نہ ہو۔

پھر جس مصنف کو ایک لمبی مدت تک کام کرنا مدنظر ہو وہ کیا کرے۔ظاہر ہے کہ شاہنامہ اسلام ایک دو حصوں تک محدود نہیں ہے ۔خدا عمر اور توفیق ارزائی فرمائے تو ارادہ ہے کہ تاریخ اسلام کے تمام مہتم بالشان کارناموں پر احاطہ کیا جائے ۔لہٰذا اس کے لئے ضروری ہے کہ جسم و جان کا ربط باہمی قائم رہے اور جسم و جان میں ربط قائم رکھنے کے لئے صرف ہوا پھانک لینا کافی نہیں۔

لیکن شاہنامہ اسلام کے مصنف کو تو آج تک جتنے طابع و ناشر ملے وہ کتاب لیکر صرف ہوا کھانے ہی کی اجازت دیتے رہے ۔لہٰذا میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ

خود کوزۃ و خود کوزہ گرو وخو گل کوزہ

کے مصداق کتاب لکھوں ۔اور دنیا کو سناؤں ۔پھر اس کی طابعت کیلئے مالی ذرائع مہیا کروں ۔طبع ہو جائے تو ایک ایک کر کے فروخت کیا کروں ۔اور یہ چکر چلتا رہا۔

اب آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔کہ حوصلہ افزا قبولیت کے باوجود کام میں سُست رفتاری کا اصلی باعث کیا ہے ۔ہاں میری کتاب کی قدردانی حوصلہ افزا ہے ۔لیکن قدردانوں تک کتاب کا پہنچانا کافی وقت چاہتا ہے اور یہی وقت ہے جو صرف تصنیف پر خرچ ہونا زیادہ مناسب تھا۔

میں ابنائے زمانہ کی نا قدری کا شکوہ سنج نہیں ہوں کیونکہ جہاں جہاں میں اِس جنس کو پہنچا سکا جوشِ خلوص کے ساتھ قبول کی گئی۔ البتہ مجھے شکوہ اُن انجمنوں سے ہے۔ جو اسلامی مدارس کو چلا رہی ہیں۔ جن میں سے اکثر چندہ فراہم کرنے کیلئے شاہنامہ اسلام اور شاہنامہ اسلام کے مصنف کو تو استعمال کر لیتی ہیں لیکن اُنکے ارباب اقتدار کو آجتک یہ توفیق نہیں ہوئی کہ شاہنامہ اسلام کو اپنے مدراس کے دینی نصاب میں شامل کر لیں۔ حالانکہ مسلم ایجوکیشنل کونفرنس کے اجلاس منٹگمری نے ایک قرارداد کے ذریعہ اُن کو توجہ بھی دلائی تھی۔

اگر یہ محترم حضرات اس طرف متوجہ ہوں اور شاہنامہ اسلام کو دینی انصاب مقرر کر لیں تو اِس کاوش کا اصل مقصد بھی بڑی حد تک پورا ہو جائے۔ یعنی کتاب کے مطالب طالب علمی ہی کے زمانہ سے نونہالان قوم کے ذہن نشین ہو جائیں۔ اور یہ حرارت ایک مدت تک دلوں کو گرماتی رہے۔ دوسری طرف مصنف کو کتاب کی تکمیل کو چھوڑ کر فکر معاش میں زیادہ وقت ضائع کرنا اور اتنا سرگرداں نہ ہونا پڑے اور اطمینان کے ساتھ ایک گوشے میں بیٹھ کر شغل تصنیف میں منہمک رہے۔ نیز چونکہ کتاب کافی تعداد میں نکلے۔ لہٰذا قیمت بھی کم کر دی جائے لیکن۔

خانہ شرع خراب است کہ ارباب صلاح
درعمارت گرئی گنبد و ستار خودند

میرا خیال ہے کہ اب میں التوائے کار کے اسباب عرض کر چکا ہوں۔ اس وقت کتاب کے دنوں حصے آپ کے پیش نظر ہیں۔ اگر یہ کام آپ کو ملت کے لئے کسی حد تک مفید معلوم ہو۔ تو فیصلہ کیجئے کہاسکو جلد مکمل ہونا چاہئیے یا بدیر۔

اگر کتاب کا جلد جلد منزل تکمیل تک پہنچا ضروری دیا جائے تو اس فقط ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ طباعت اور اشاعت دونوں سے مجھے سبکدوش کر دیا جائے اور

کتاب کے قدر دان چاہیں تو ایک چھوٹا سا ادارہ اسکی اشاعت کیلئے ترتیب دے لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

بصورت دیگر میں تو اپنا فریضہ ادا کر ہی رہا ہوں۔ کام جس طریق سے ہو رہا ہے ہوتا رہا گا۔ انشا اللہ۔

حفیظ ۱۹۴۳ء

شکایت

اس جلد کی پہلی اشاعت کے وقت میں نے اُن علای ہمت قدر دانوں کا شکریہ ادا کیا تھا۔ جنہوں نے میرے کام میں کسی نہ کسی طریق سے امداد فرمائی تھی۔ میں آج بھی اُن کا شکر گزار ہوں اور انشاءاللہ وہ مجھے احسان فراموش نہیں پائیں گے۔

آج یہ کتاب دوسر مرتبہ طبع ہو رہی ہے لیکن میں مجبور ہوں کہ اس سلسلے میں جن حضرات نے مجھے عمداً نقصان پہنچایا راستہ میں کیسے کیسے ہمسفر ملے۔

مختصر یہ کہ اس جلد کی طباعت جس مطبع میں ہوئی تھی۔ اُس نے مصنف کو اچھا خاصا نقصان پہنچایا۔ اس جلد کے خاص ایڈیشن کی جلد بندی کیلئے مصنف کے ایک دوست نے ایک جلد ساز کی اِن الفاظ میں سفارش کی کہ یہ غریب مسلمان ہے جلد بندی کا کام اسکو دیجیئے گا۔'' یہ سفارش دردمندی سے کی گئی تھی۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ مگر ان غریب مسلمان صاحب نے اس کام میں دغا بازی کی انتہا کردی۔ او رسفارش کرنیوالے دوست نے مصنف کے ہزارہا روپیہ کا نقصان دیکھتے ہوئے بھی تغافل اختیار کیئے رکھا۔

چند عظیم الشان مسلم ادارت تعلیم نے اور چند رہنما قسم کے ''بڑے بڑے آدمیوں نے مصنف سے سینکڑوں کی تعداد میں کتابیں منگائیں۔ مگر قیمت چندہ کی طرح

ڈکار گئے ۔اگر مصنف ان حضرات اوران ادارات کا نام لے دےتو بڑی لے دے ہو۔لیکن غریب مصنف صرف یہ مختصر آپ بیتی ہی سنانے پر اکتفا کرتا ہے۔اوردعا کرتا ہے کہ خدا اِن سب کا بھلا کرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخنہائے گفتنی در پیرایہ سرگذشت مصنف

مسجد و مکتب

ابھی لوری نہ دی تھی جنبش دامان مادر نے
کہ دل گرما دیا تھا نعرہ اللہ اکبر نے
نہ اُلٹا تھا ابھی مضمون طفلی کا ورق میں نے
لیا تھا بائے بسم اللہ سے پہلا سبق میں نے
ابھی ملبوس گویائی نہ تھا پوری طرح پہنا
کہ سیکھا تھا زباں نے قل ھواللہ اَحد کہنا
وظیفہ تھا کلام پاک ہی میرے جدواب کا
دیا مجھ کو زبان مادری نے درس مذہب کا
پدر جس دن ہوا تھا سوئے مسجد رہنما میرا
ذہن حمد خُدا سے ہوچکا تھا آشنا میرا
میں اب مسجد میں لے جایا گیا قرآن پڑھنے کو
خدا اور مصطفٰے کی راہ میں پروان چڑھنے کو
مرا اُستاد حق آگاہ تھا مرد مسلماں تھا
پرستار خدائے پاک تھا پابند قرآں تھا
وہ مسلم تھا بہت ہی صاف و سادہ تھی اُصول اسکے وہ
کہتا تھا خدا اک ہے محمدؐ ہیں رسول اسکے
اُسے ایمان تھا ایمان ہی کی استقامت پر

فرشتوں پر کتابوں پر رسولوں پر قیامت پر محبت نے
سکھائی تھی تمیز خوب و زشت اسکو
نظر آتا تھا صحرائے عرب باغ بہشت اسکو وہ کہتا تھا
محمدؐ کی محبت جان ایماں ہے
بنائے وحدت ملت ہے پشتیبان ایماں ہے
نظر ڈالی نہ تھی اُس نے کبھی اسباب زینت پر
خدا رحمت کرے اُس پاکباز و پاک طینت پر
عمل تھا تابع فرمان قرآن شریف اُس کا
رہا وقف ریاضت عمر بھر جسم نحیف اُس کا
وہ قائل تھا فقط اسلام ہی کی بادشاہی کا
دیا کرتا تھا درس اطفال کو علم الٰہی کا
کیا تھا خدمت ملت کا رستہ اختیار اُس نے
اِسی دُھن میں بسایا گلشن گنج مزار اُس نے
”میری حُب رسول اللہ کی بنیاد ہے مسجد
خدا آباد رکھے آج بھی آباد ہے مسجد“
تصور میں ہے اب تک صحن مسجد کا وہ نظارا
اُدھر اُستاد اِدھر میں درمیاں رحل اور سیپارا
شکستہ بوریے پر ہم سنوں کا بیٹھنا مل کر
وہ ہر سادہ خوشی پر سب کا ہنسنا خوب کھل کھل کر
سبق سے پیشتر قرآں کو جھک کر چومتے جانا
وہ کیف انگیز قرأت کے اثر سے جھومتے جانا

وہ آوازِ اذاں پر دفعتاً خاموش ہو جانا
صفیں آراستہ کرنا ہمہ تن گوش ہو جانا
وہ ذوق نعت خوانی محفل میلاد کے نغمے
وہ معصومانہ طفلی فطرت آزاد کے نغمے
مقدس تھے وہ سب چرخے مقدس تھیں وہ سب باتیں
وضو ورد وظائف اور نمازیں اور مناجاتیں
یہی فردوس تھا جس میں ہوئی تھی ابتدائی میرا
اسی فردوس میں کاش ہوتی انتہا میری !
گھرانے کو تمنائیں تھیں دنیاوی بلندی کی
کہ اس طفلی میں تہمت تھی مجھ پر ہوش مندی کی
مجھے مسجد سے مکتب کی طرف تقدیر نے کھینچا
تنازع للبقا کی آہنی زنجیر نے کھینچا
وہ مکتب آہ پہلا زینہ تلقین بے دینی
دکھاتے ہیں جہاں آئینہ آئین خود بینی
جہاں دیتے ہیں پہلا درس مذہب سے بغاوت کا
جہاں لوتے ہیں تخم اوّلیں نسلی عداوت کا
جہاں ماں باپ سے باغی کیا جاتا ہے بچوں کو
جہاں جھوٹوں کا پس خوردہ دیا جاتا ہے بچوں کو
جہاں باقاعدہ الحاد کی تعلیم ہوتی ہے
جہاں باضابطہ شیطان کی تعظیم ہوتی ہے
جہاں مکرور ریا کا عقلمندی نام رکھا ہے

جہاں جور و جفا کا سر بلندی نام رکھا ہے
وہاں داخل ہوائیں آہ بخت سوختہ میرا !
سبق مسجد کے بھولے لٹ گیا اندوختہ میرا!
مقرر تھے یہاں اُستاد مجھ کو یہ سکھانے پر
کہ اب اللہ نہیں اک اور حاکم ہے زمانے پر
وہ کہتے تھے تیرا اسلام ہے تلوار کا مذہب
مسلمانوں سی نفرت ہے نہایت پیار کا مذہب
کہیں نام جہاد آئے تو وہ رہ رہ کے ہنستے تھے
پُرانے غازیوں کی "راہزن" کہہ کہہ کے ہنستے تھے
مجھے اُن کے حضور احساس ہوتا تھا خجالت کا
کہ یہ تاریخ ہے یا تذکرہ عہد جہالت کا
لڑکپن کا زمانہ اور دن تھے بے شعوری کے
اسی میں ہوگئے طے مرحلے مذہب سے دوری کے
یہ دُنیا اور تھی ۔ اس کے مقاصد اور تھے سارے
یہاں تہذیب تو تھی طور ہی بے طور تھے سارے
یہاں قرآں نہ تھا خود ساختہ قانون تھا کوئی
یہاں مذہب نہیں اک اور ہی مضمون تھا کوئی
یہاں قوموں کی تخریبیں تھیں یا ملکوں کی تقسیمیں
یہاں روحوں کی تفریقیں تھیں یا جسموں کی تنظیمیں

نہ اس مکتب میں جاتا میں نہ یوں مسموم ہوجاتا

جواب معلوم ہے کاش اُن دنوں معلوم ہو جاتا

میری رُو دادِ نادانی ہے افسانہ درافسانہ
کہیں اُکتا نہ جائے دوستوں کی طبع فرزانہ
نہیں فرصت مجھے بھی قصہ ذاتی سنانے کی
مگر یہ داستاں ہے داستاں سارے زمانے کی
مثال عام ہے یہ اُن چمن زراداں مکتب کی
ہے جن کی روشنی طبع دشمن جان مذہب کی
کرو عربت کی آنکھوں سے نئی دنیا کا نظارا
نظر آتے ہیں کتنے خودغرض خود بین و خور آرا
یہ انساں ہیں مگر انساں کے نیک و بد سے بے پروانہ
مسلماں ہیں مگر اسلام کے مقصد سے بے پروانہ
وہ کیا جادو ہے جس نے انکی سیرت منقلب کردی
یہ کس نے دل کے اندر اس قدر نفسانیت بھردی
مگر کیا ہے خطا انکی مگر کیا ہے قصور ان کا
نئی تہذیب کی پستی سے اُبھرا ہے شعور ان کا
انہی کے حال پر صادق ہے قول حضرت اکبر
"ترقی پاتے ہیں لڑکے ہمارے نُور دیں کھوکر

غضب یہ ہے کہ تجھ لیتے ہیں تب جاکر چمکتے ہیں"

چلو ہذیاں ہی سمجھ میری آشفتہ بیانی کو
اجازت دو کہ لاؤں اب نتیجے پر کہانی کو

ابھی عنوان ہی پیشِ نظر تھا نوجوانی کا
حوادث نے ورق الٹا کتاب زندگانی کا
یہ وہ دن تھے کہ گل کھلنے لگے تھے باغ ہستی میں
بہار رنگ و بو آوارہ تھی انساں کی بستی میں
جوانی آگئی عشق آگیا بیچارگی آئی
نئی وارفتگی آئی نئی آوارگی آئی
چمن زارِ سعادت پر گھٹائیں شعلہ ریز آئیں
رخِ مغرب سے الحادی ہوائیں تیز تیز آئیں
لباسِ حسن میں شیاطن کی پرچھائیاں دوڑیں
مذاق عاشقی بنکر میری رسوائیاں دوڑیں
نگہباں کون تھا مجھ پر یہاں جسکی نگہ ہوتی
یہ مکتب تھا کوئی مسجد نہ تھی جوسدرہ وہتی
فقط ماں باپ تھے حسرت سے دیکھا اس تباہی کو
مگر وہ روک سکتے کس طرح قہر الٰہی کو
میرے مکتب کے اُستادوں نے اتنی مہربانی کی
کہ میرے پاسبانوں ہی سے میری پاسبانی کی
یہ کارندے تھے شاید ابتلائے آسمانی کے
حوالے کردیا مجھ کو ملائے ناگہانی کے

ہزاروں اور ہیں جن کا یہی انجام ہوتا ہے
نئی تعلیم کی تکمیل ہی ناکام ہونا ہے

پری بن کر بلا آئی اڑا کر لے چلی مجھ کو
سربازار رسوائی اُٹھا کر چلی مجھ کو
پُرانی وحشت اُچھلی تازہ ہوگیا پیدا
سواد نجد میں اک اور مجنوں ہو گیا پیدا
سرِ سودا زدہ سر پھوڑنے کی دھن میں چل نکلا
نیا فریاد پتھر توڑ نے کی دُھن میں چل نکلا
نہ شیریں تھی ، نہ لیلیٰ تھی ومحمل تھا نہ ایواں تھا
مگر دست وگریباں سے کوئی دست وگریباں تھا
کہیں بحر سخن میں غرق ہو جانا پسند آیا
کہیں نغمے کے بازاروں میں کھو جانا پسند آیا
خیال خام بلبل کے خیال خام میں اُلجھا
رگ گل میں پھنسا میں رنگ و بو کے دام میں اُلجھا
خیالی آبلوں کی دعوتیں دیں خار زاروں کو
زبانی ہی زبانی آگ دکھلا دی چناروں کو
کبھی ساری خدائی کا مجھے سامان حاصل تھا
کبھی پھوٹی ہوئی تقدیر تھی ٹوٹا ہوا دل تھا
اِدھر صحن حرم سے جانب بُت خانہ جانکلا
ادھر واعظ کے در پر صورت راندانہ جانکلا
نہ پاس حق نہ خوف سیلی استاد تھا مجھ کو
نہ مسجد یا دتھی مجھ کو نہ مکتب یاد تھا مجھ کو
یہ مشت خاک تھی گویا بگولا جوش و مستی کا

ہوس تھی اور میں تھا اور جھولا خود پرستی کا
کوئی سرسام تھا شاید کہ گرمایا ہوا تھا میں
کوئی آندھی تھی جس کی راہ میں آیا ہوا تھا میں
مگر یہ نشہ بے کیف آخر بے وفا نکلا
مجھے مفلوج کرکے صورت موج صبا نکلا
غضب تھا قلزم امید کا چڑھ کر اُتر جانا
نہ جینا اب مجھے آساں نظر آیا نہ مرجانا
ہوس گم ہوگئی آخر ہجوم یاس و حرماں میں
یہ فتنہ سو گیا نیند آگئی آغوش طوفاں میں
ہوئی رخصت خیال و خواب کی ہنگامہ آرائی
بھری دنیا کے اندر میں تھا یا اب میری تنہائی
حباب آسا مٹے سب ولولے جوش جوانی کے
نتائج رہ گئے باقی خیالی لن ترانی کے
خمار آلودہ و خمیارہ کش درماندہ وخستہ
میری جرات شکستہ تھی میری امید پابستہ

سیلاب الحاد اور کشتی ملّت

کھلیں آنکھیں تو اک ہنگامہ محشر نظر آیا
عجب سیلاب عالمگیر کا منظر نظر آیا
جدھر دیکھا نظر آئیں سکوں نا آشنا موجیں
تلاطم خیز شور انگیز آتش زیر پا موجیں
بلا کا جوش پوشیدہ تھا موجوں کی روانی میں
دواں تھیں اس طرح جیسے لگی ہو آگ پانی میں
حوادث بھی نظر آئے تھے دریائی بلائیں بھی
فلک پر چھا رہی تھیں تند و طوفانی گھٹائیں بھی
تہ آب معاصی تھیں نئی دنیا کی ایجادیں
دہائی دے رہی تھیں ڈوبنے والوں کی فریادیں
جنہیں بحر گنہ گاری ذوق تہ نشینی تھا
نظر آیا کہ اُن کا ڈوب جانا اب یقینی تھا
نظر آیا میں اک کشتی میں ہوں کشتی ہے بوسیدہ
سواروں اور ملاحوں کے ہاتھوں سے زیاں دیدہ
یہ کشتی ایکرحمت تھی اخوت نام تھا اس کا
بشر کو غرق ہونے سے بچانا کام تھا اس کا
ہزاروں وہزاراں ابتلائیں اس نے جھیلی تھیں
تھپیڑے اس نے کھائے تھی جفائیں اس نے جھیلی تھیں
یہ ہر سیلاب تیری تھی ہر طوفاں سے نکلی تھی

نئی جرأت نئے ارماں نئے ساماں سے نکلی تھی

اُٹھایا باراس نے ہر بلائے ناگہانی کا
دکھایا معجزہ ہر بار اس نے اپنے بانی کا

حوادث کے مقابل میں دکھایا تھا کمال اس نے
گذارے تھے ہزار و سہ صد و پنجاہ سال اس نے

اخوت کی یہ کشتی مستعد تھی کام پر اب بھی
رواں تھی رحمتہ للعلمیں کے نام پراب بھی

مگر واحسرتا اس وقت غفلت تھی سوارا اس پر
مسلط ہوگئے تھے خود غرض ارباب کا راس پر

یہ کسی کشتی کے تختے توڑ کر سیکھے تھے تیراکی
یہ اس کشتی میں روزن کرکے منواتے تھے چالاکی

دل ان کے ہو گئے تھے سخت تر فولاد وآہن سے
یہ اکثر تاپتے تھے آگ اسی کشتی کے ایندھن سے

تکلّف برطرف میں بھی انہی کے ساتھ شامل تھا
انہی لوگوں کا تابع تھا۔ اسی غفلت پہ عامل تھا

ہم اِس کشتی میں تھے دریائے بے پایاں میں تھی کشتی
ہوائے تند میں سیلاب میں طوفاں میں تھی کشتی

ہم اس طوفاں کی زد پر تھے مگر بے فکرو بے غم تھے
بلائے خارجی طوفاں بلائے داخلی ہم تھے

بلائے جان ہستی تھی ہماری یہ تن آسانی

”چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی“



ٹوٹی ہوئی کشتی کا ملاّح

تلاطم کی یہ طغیانی حوادث کی یہ بے باکی
معاذ اللہ یہ دہشت یہ منظر کی غضبناکی
’’درشب تاریک ،بیم موج ،گردابے چنیں حائل‘‘
نہنگان اجل کی نیتیں بیداد پر مائل
غضب تھا اِک شکستہ ناؤ کا منجدھر میں پھنسنا
وفا کی سسکیاں قسمت کا رونا موت کا ہنسنا
فقط اک ’’سرپھرا‘‘ ملاح طوفانوں سے لڑتا تھا
ہوا کے آب کے جنوں سے شیطانوں سے لڑتا تھا
اگرچہ ناؤ میں انبوہ در انبوہ انساں تھے
یہ سب ملاح کے ہم قوم تھے یعنی مسلماں تھے
یہ سب تھے عقل و جرأت میں ارسطو اور اسکندر
مگر آرام سے لیٹے ہوئے تھے ناؤ کے اندر
چلی جاتی تھی کشتی خشمگیں موجوں سے ٹکراتی
ابھرتی بیٹھتی ۔دبتی دباتی اور چکراتی
کہیں گرداب کے منہ میں کہیں پرشور دھارے پر
کبھی اسکے اشارے پر کبھی اُسکے اشارے پر
ہوا کے دوش پر خونخوار عفریتوں کی فوجیں تھیں
پہاڑ اُٹھ اُٹھ کے ٹکراتے تھے یا پانی کی موجیں تھیں
فلک پر بے تحاشا دوڑتے تھے ابر کے گھوڑے

کڑکتی بجلیاں برسا رہی تھیں آتشیں کوڑے
اڑا کرتے ہیں صدموں سے جگر کے جس طرح لختے
اکھڑتے جارہے تھے رفتہ رفتہ ناؤ کے تختے
انہیں معلوم تھا گرداب نے کشتی کو گھیرا ہے
گھڑی بھر میں یہ بیڑا اب یہ تیرا ہے نہ میرا ہے
انہیں دعوے تھے بحر زندگی میں ناخدائی کے
انہیں گر یاد تھے گرداب میں مشکل کشائی کے
یہ طوفانوں پہ کرسکتے تھے لچھے دار تقریریں
دکھا سکتے تھے تقریروں میں طوفاں کی تصویریں
ہوا کا رُخ ذرا بدلے تو سب کچھ جان جاتے تھے
تہ دریا نہنگوں کی نظر پہچان جاتے تھے
یہ سب جو پاؤں پھیلائے ہوئے کشتی میں لیٹے تھے
پرانے ناخداؤں اور ملاحوں کے بیٹے تھے
مگر وہ سر پھرا ملاح " تنہا تھا اکیلا تھا
ادھر موجوں کی شدت تھی ۔ اُدھر پانی کا ریلا تھا
وہ چلاتا اُٹھو بھائیو۔ آؤ۔ اِدھر آؤ
ذرا ہمّت دکھاؤ دست و بازو کام میں لاؤ
ہوا میں اُڑ چکی ہے دھجی دھجی بادبانوں کی
شکستہ ہو چکی ہے ناؤ ۔ مانگو خیر جانوں کی
اُکھڑ جائیں گے تختے ۔ آؤ ان کو تھام لو آکر
سلامت میں جو کچھ اور اڑان سے کام لو آکر

اِدھر سیلاب پھر آتا ہوا معلوم ہوتا ہے
اِدھر گرداب بل کھاتا ہوا معلوم ہوتا ہے
نہیں ہنگامہ سونے کا کھڑے ہو جاؤ تن جاؤ
حوادث کے مقابل آہنیں دیوار بن جاؤ
مباد ناؤاب کے اور بھی کمزور ہو جائے
یہ گرداب بلا شاید ہان گور ہو جائے
وہ چلایا۔ وہ چیخا منتیں کیں آہ وزاری کی
مگر بے سود تھا سب کچھ کسی نے بھی نہ یاری کی
نہ آمادہ ہوا کوئی بھی جرأت آزمائی پر
سبھی ہنستے رہے ملاح کی ہرزہ سرائی " پر
بلاتا تھا وہ نام غیرت اسلام لے لے کر
جھڑک دیتے تھے لیکن سب اسے دشنام دے دیکر
مگر ملاح اپنے فرض کا احساس رکھتا تھا
وہ اپنے ساتھیوں کی آبرو کا پاس رکھتا تھا
اُسی نے جسم پر کھائے تھپیڑے تند موجوں کے
اُسی کے ساتھ ٹکرائے ہوائے تیز کے جھونکے
وہ اپنی جان پر سہتا رہا سہتا رہا تنہا
اُٹھو! ہمت کرو! کہتا رہا ۔ کہتا رہا تنہا!
مگر ہنستے رہے ہنستے رہے غفلت کے شیدائی
اسی کشتی کے ہمراہی اسی ملاح کے بھائی
اُدھر بڑھتی رہی ۔ بڑھتی رہی دریا کی طغیانی

اِدھر گھٹتی رہی ۔ گھٹتی رہی توفیق انسانی
شکستہ ناؤ کا ملاح بے دم ہو گیا آخر
بڑھا کر حوصلہ تن میں لہو کم ہوگیا آخر
گرا دریا میں چپو۔ ہاتھ سے پتوار بھی چھوٹی
شکستہ ہوگئے بازو ۔ مگر ہمت نہیں ٹوٹی
وہ کشتی کے محافظ ڈھونڈتا تھا اب بھی یاروں میں
انہیں تاکید کرتا تھا۔ اشاروں ہی اشاروں میں
مگر اس کے اشاروں کو سمجھ سکتا نہ تھا کوئی
سمجھ سکتا بھی ہوتو اس طرف تکتا نہ تھا کوئی
تکھن کا ہو رہا تھا اب اثر آہستہ آہستہ
لگا جھکنے وہ سرافراز سر آہستہ آہستہ
وہی سر جو ہواؤں سے نہ طوفانوں سے جھکتا تھا
نہ فرعونوں سے جھکتا تھا نہ ہامانوں سے جھکتا تھا
نہ جھکتا تھا کبھی میرو وزیر وشاہ کے آگے
وہ سر۔ اک مرتبہ پھر جھک گیا اللہ کے آگے
تعجب سے ردائے ابر میں سے برق نے جھانکا
کہ یہ اک آخری سجدہ تھا اُس مردِ مسلماں کا
شکستہ ناؤ میں طوفان کی اس چیرہ دستی میں
وہ اپنا فرض پورا کر چکا تھا بحر ہستی میں
خُدا کی راہ میں خلق خدا کا رہنما بن کر
خود اپنی ناؤ میں ڈوبے ہوؤں کا ناخدا بن کر

تمسخر ساتھیوں کے اورغیروں کے ستم سہنا
مگر از ابتدا تا انتہا ثابت قدم رہنا
میری آنکھوں نے پہلی مرتبہ یہ ماجرا دیکھا
ادائے فرض اپنے رنگ میں جلوہ نما دیکھا
اندھیری رات تھی ۔ اندھیر برپا تھا سفینے میں
مگر اک روشنی سے میں نے پائی اپنے سینے میں
شعاع نور جس سے عشق کی گرمی ہویدا تھی
میرے دل میں اُسی ملاح کی صُورت سے پیدا تھی
مگر مکتب نے بے حس کر دیئے تھے دست و پا میر
تحفظ کشتی بشکستہ کا بس میں نہ تھا میرے
زباں قابو میں تھی اک داستاں یاد آگئی مجھ کو
سنی تھی صحن مسجد میں یہاں یاد آگئی مجھ کو
وہی تاریخ جس کو صدق آئینہ کہتے ہیں
نئی تہذیب کے بندے جسے پارینہ کہتے ہیں
خدا کے نام سے خوابیدہ بختوں کے جگانے کو
ہوائیں لب کشا افسانہ ماضی سنانے کو

شاہنامہ اسلام

جلد دوم

باب اوّل

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّة' فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَكُمْ تَشْكُرُوْن ط

معرکہ بدر ا

فضائے بدر کو اک آپ بیتی یاد ہے اب تک
یہ وادی نعرہ توحید سے آباد ہے اب تک
مہ و انجم پہ اس مٹی کے ذرے مسکراتے ہیں
زبان حال سے ماضی کے افسانے سناتے ہیں
پلٹ کر اس جگہ شیطان آیا ہی نہیں اب تک
فرشتوں کی زیارت گاہ ہے یہ سرزمیں اب تک
یہاں ہر صبح روشن پر تو خورشید ایماں سے
یہاں ہر شام رنگیں غازہ خون شہیداں سے
جو دیکھا اسکی آنکھوں نے وہ کب افلاک نے دیکھا
حق و باطل کا پہلا معرکہ اس خاک نے دیکھا
میرے پیش نظر کوئی کہانی ہے نہ قصہ ہے
یہ قرآنی بیاں تاریخ کا زرین حصہ ہے
خدا کے بالمقابل جمع کرکے اک خدائی کو

اُٹھے تھے پہلوانان عرب زور آزمائی کو [2]
قریشی فوج کو لیکر چلا شیطان مکے سے [3]
مدینے کی تباہی کو اُٹھا طوفان زور آزمائی کو
قریشی فوج کو لیکر چلا شیطان مکے سے
مدینے کی تباہی کو اُٹھا طوفان مکّے سے
یہ مشرک جارہے تھے حق پرستی کے مٹانے کو
یہ آندھی چل رہی تھی شمع ہستی کے بجھانے کو
یہ شمشیریں یہ خنجر یہ تبر یہ تیر بھالے
یہ سب مردان جنگی اونچی اونچی کلغیوں والے
یہ آہن پوش اسوار اور زرہ پہنے ہوئے گھوڑے
یہ ریشم کی کمندیں لوہے میں گوندھے ہوئے کوڑے
یہ اونٹوں کی قطاریں۔ یہ رسد یہ خیمہ خرگاہیں
ہزار انسان جن کے خوف سے مسدود تھیں راہیں
یہ مکے سے چلے تھے اور مدینے پر چڑھائی تھی
اِدھر نام خُدا تھا۔ اُس طرف ساری خدائی تھی

تشریح:

[1] بدر مدینے سے ۸۰ میل کے فاصلے پر ایک وادی ہے یہ مقام اس نقطہ کے قریب ہے شام اور مدینے جانے کا راستہ دشوار گذار گھاٹیوں میں سے ہوکر نکلتا ہے

۔

[2] قرآن پاک کی شہادت کا دوست دشمن سبکو اعتراف ہے۔ ہم مسلمان تو خیر اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اغیار کے بیانات ملاحظہ ہوں سر ولیم میور لکھتا ہے۔ اسلام

اور بانی اسلام کے متعلق تاریخی تحقیقات کرنے کے لئے قرآن ایک سنگ بنیادی ہے جس سے ہر واقعہ کی صحت جانچی جاسکتی ہے ۔ (لائف آف محمد صلے اللہ علیہ وسلم) پھر لکھتا ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت معلوم کرنے کے لئے قرآن ایک سچا آئینہ ہے ۔ پھر لکھتا ہے ۔ بانی اسلام کے سوانح حیات کے لئے قرآن ایک یقینی کلید ہے ۔ پروفیسر نکلسن عرب کی تاریخ ادب میں لکھتا ہے ۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ کا علم حاصل کرنے کے لئے قرآن ایک بے نظیر اور ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا کتاب ہے ۔

۳؎ دیکھو شاہنامہ اسلام جلد اوّل صفحہ ۲۶۳

۴؎ اِذْزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطَانُ اَعْمَالَهُمْ (سورہ انفال رکوع ۶)

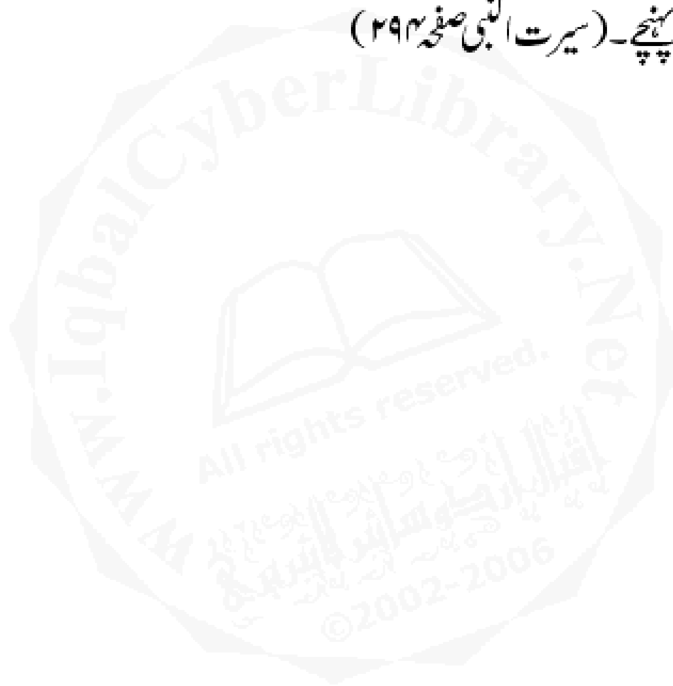
لشکر اسلام کا ورود

زمیں بدر تک جب آ گیا سیل سیہ کاری
مدینے سے اُٹھا نور خدا بہر ضیا باری
مُبارک جمعہ کا دن سترھویں تھی ماہ رمضاں کی
شہادت گاہ میں فوج آ ہی پہنچی اہل ایماں کی
عجب انداز سے آئے خدا کے چاہنے والے
زبانیں خشک، پوشاکیں، دریدہ پاؤں میں چھالے
یہ اس قربان گہ میں آج پیدل چل کے آئے تھے
نہا کر اوس میں اور دھوپ میں جل جل کے آئے تھے
نہ انکے پاس تلواریں نہ انکے پاس ڈھالیں تھیں
نہ غلہ انکے اونٹوں پر نہ پانی کی پکھالیں تھیں
علم خورشید کا انکے سروں پر سایہ افگن تھا
کہ یہ ایک ایک چہرا نور عرفانی کا مخزن تھا
مئے وحدت سے قلب مطمئن سرشاری تھا ان کا
کہ سردار دو عالمؐ قافلہ سالار تھا اِن کا
انہی کا فرض تصویر وفا میں رنگ بھرنا تھا
رگ ہستی کو اپنے خون سے سیراب کرنا تھا
نہیں تھا تین سو تیرہ سے آگے تک شمار اِن کا
سنا یہ ہی کہ ان کے ساتھ تھا پروردگار ان کا

تشریح:

۱؎ ایک ہزار جانباز بہادروں کی خونخواری فوج لے کر جن کی سواری میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے ابو جہل آگے بڑھا۔(رحمتہ للعالمین)

۲؎ ۱۲ رمضان ۲ھ کو آپ تین سو تیرہ جان نثاروں کے ساتھ مدینے سے نکلے۔ رود منصرف۔ ذات ابذال۔ معلاۃ ایثل سے گذرتے ہوئے ۱۷ ماہ رمضان کو بدر کے قریب پہنچے۔(سیرت النبی صفحہ ۲۹۴)



حدت کی شدت

یہ اس میدان کا خشک اور ریتیلا کنار تھا
نگاہ ابر رحمت کا اسی جانب اشارا تھا
قدم ٹکنے نہ دیتی تھی زمیں پر دھوپ کی گرمی
قدم آگے بڑھانے میں تھی مانع ریت کی نرمی
اڑی جاتی تھی ریگ دشت گرمی سے ہوا ہو کر
زمیں پر بچھ گئی تھی دھوپ آتش زیر پا ہوکر
ہوا سیماب مٹی ماہی بے آب تھی گویا
فضا بارانِ رحمت کیلئے بیتاب تھی گویا

تشریح:

۱ چونکہ قریش پہلے پہنچ گئے تھے۔انہوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ بخلاف اسکے مسلمانوں کی طرف کنواں تک نہ تھا۔ زمین ایسی ریتلی تھی کہ اونٹوں کے پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔(سیرت النبی ۲۹۵)

صحرا کی دُعا

یہ تشنہ لب جماعت جب یہاں پر رُک گئی آ کر
دُعا کی دامنِ صحرا نے دونوں ہاتھ پھیلا کر
کہ "اے صحرا کو آتشناک چہرا بخشنے والے
رخِ خورشید کو کرنوں کا سہرا بخشنے والے
ازل کے دن سے اب تک بھاڑیں بھنتا رہا ہوں میں
صدائے رعدو باراں دور سے سنتا رہا ہوں میں
ہوا ہوں جب سے پیدا جان پانی کو ترستی ہے
میرے سینے کے اوپر آگ کی بدلی برستی ہے
میں سمجھا تھا مقدر ہو چکی ہے دُھوپ کی سختی
میری قسمت میں لکھی جا چکی ہے سوختہ بختی
بنایا رفتہ رفتہ سخت میں نے بھی مزاج اپنا
لیا ہر آبلہ پا سے زبردستی خراج اپنا
خبر کیا تھی الٰہی ایک دن ایسا بھی آئے گا
کہ تیرا ساقیٔ کوثرؐ یہاں تشریف لائے گا
اگر یہ بات پہلے سے مجھے معلوم ہو جاتی
میرے دل کی کدورت خود بخود معدوم ہو جاتی
خبر کیا تھی یہاں تیرے نمازی آ کے ٹھہریں گے
شہید آرام فرمائیں گے غازی آ کے ٹھہرینگے
خبر کیا تھی ملے گی یہ سعادت میرے دامن کو

بنایا جائے گا فرش عبادت میرے دامن کو
خبر ہوتی تو میں شبنم کے قطرے جمع کر رکھتا
چھپا کر ایک گوشے میں مصفا حوض بھر رکھتا
وہ پانی ان مقدس میہمانوں کو پلا دیتا
میں اپنی تشنگی دیدار حضرت سے بجھا لیتا
میرے سر پر سے گذار نوح کے طوفان کا پانی
تاسف ہے کہ مجھ سے ہو گئی اُس وقت نادانی
اگر کرتا میں اُس پانی کی تھوڑی سی نگہداری
تو ہو جاتا میری آنکھوں سے چشموں کی طرح جاری
یہ ستر اونٹ دو گھوڑے یہاں سیراب ہو جاتے
مجاہد بھی وضو کرتے نہاتے غسل فرماتے
حضور ساقی کوثر میری کچھ لاج رہ جاتی
میری عزت میری شرم عقیدت آج رہ جاتی
تیرے محبوب کے پیارے قدم اس خاک پر آئے
الٰہی ۔ حکم دے سورج کو اب آتش نہ برسائے
اگر اب میرے دامن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمتہ للعلمیں سے شرم آئے گی
جلیل الشان مہمانوں کا صدقہ مہربانی کر
عطا بہرِ وضوان کیلئے تھوڑا سا پانی کر
برائے چند ساعت ابر باراں بھیج دے یارب
بہاراں بھیج دے یارب بہاران بھیج دے یارب

کہا خود صید چل کر آگیا صیاد کے آگے
چلی آئی ہیں کھنچ کر گردنیں جلاد کے آگے

بڑے بُت نے کرشمہ اپنی قدرت کا دکھایا ہے
محمدؐ اور اُسکے ساتھیوں کو گھیر لایا ہے

یہ کہہ کر خیمے خیمے کو دیا پیغام تیاری
کہ پورا ہو چلا، اے بھیڑ لو ! ارمان خونخواری!

سناتوں کو زبانوں سے زیادہ تیز کر رکھو
نگاہوں کی طرح تیروں کی زہر آمیز کر رکھو

خوشی کی رات کا ٹو آج اپنے اپنے ڈیرے میں
کریں گے حملہ اُٹھ کر صبح کاذب کے اندھیرے میں

تشریح:

[1] بدر میں تیرہ سو مجاہدین اسلام کے ساتھ بقول بعض ساٹھ اونٹ اور بقول بعض ستر اونٹ تھے اور صرف دو گھوڑے تھے"

رات کا منظر

کیا خورشید نے مغرب کے گھر ساماں بسیرے کا
بساط ارض پر قائم ہو اپہرا اندھیرے کا
سکوت مرگ نے شب خون مارا فوج ہستی پر
سپاہ خواب قابض ہوگئی آنکھوں کی بستی پر
فضا ہنگامہ و شور و فغاں سے ہوگی خالی
فلک پر لشکر سیارگاں نے چھاؤنی ڈالی
اُفق سے چاند مشعل لے کے نکلا دید بانی کو
اُڑھا دیں چاندنی نے چادریں خاک اور پانی کو
ارادے ساتھ لے کر سو گیا انسان کا لشکر
اُدھر شیطان کا لشکر، اِدھر رحمٰن کا لشکر

تصویر کے دو رُخ

وہاں عیش وطرب نے کر دیئے افلاک پر بستر
یہاں ان خاکساروں نے جمائے خاک پر بستر
وہاں لُحِم شتر بھی کشتی مے کی روانی بھی
برائے ساقی کوثر یہاں کمیاب پانی بھی
وہاں خونخوار تلواروں نے دھاریں سان پر رکھیں
نہتوں نے یہاں آنکھیں فقط ایماں پر رکھیں
وہاں چنگ ودف ورقص اور نغمے کی طرب کوشی
یہاں ذکر خدا دل میں لبوں پر مہر خاموشی

وہاں بھوکی نگاہیں باوجود دفارغ البالی
یہاں آنکھوں میں استغنا مگر جیب شکم خالی
وہاں بوجہل محو استراحت خواب غفلت میں
یہاں اللہ کا محبوبؐ محرابِ عبادت میں

تشریح:

۱ یہ رات کا وقت تھا۔تمام صحابہ نے کمر کھول کھول کر رات بھر آرام کیا۔لیکن صرف ایک ذات نبوی تھی ۔ جو صبح تک بیدار اور مصروف دعا رہی ۔ سیرت النبیؐ کنز العمال غزوۂ بدر بروایت مسند ابن حنبل وابن ابی شیبہ۔

رسولؐ اللہ کی شب بیداری

سلا کر پہلوؤں میں سب کو سوئی بدر کی وادی
نہ تھا بیدار کوئی ہاں مگر اسلام کا ہادیؐ ۱
یہ سر تھا کہ سجدہ ریز تھا درگاہ باری میں
یہی روشن جبیں مصروف تھی طاعت گذاری میں
یہ پُرا نوار آنکھیں اشک کی لڑیاں پرونی تھیں
خدا کے سامنے خلق خُدا کے غم میں روتی تھیں
اسی پر منحصر تھی گلشن ہستی کی شادابی
یہ قلب مطمئن تھا اور دنیا بھر کی بے تابی
پڑے تھے اک طرف افرادِ مت خواب راحت میں
محمدؐ کی زباں وقف دعا تھی فکرِ اُمت میں

صبح کاذب اور لشکر کفّار

ابھی روئے زمیں پر صبح کا ذب کا دھندلکا تھا
اندھیرا گہرا گہرا تھا اُجالا ہلکا ہلکا تھا
نہ کی تھی شاہ خاور نے ابھی اُٹھنے کی تیاری
ابھی تھا آسماں پر ماہ وانجم کا سفر جاری
ابھی ذرّوں نے سطح ریگ پر آنکھیں نہ کھولی تھیں
ابھی بُلبل نہ چہکی تھی ابھی چڑیاں نہ بولی تھیں یکا یک
سینہ شیطاں میں اُبھرے ولولے دل کے
اٹھے تصویر کے تاریک رخ پر نقش باطل کے
اُٹھا اب صورت بُوجہل خوتیں رنگ کا فتنہ
اِسی کے بخت خفتہ نے جگایا جنگ کا فتنہ
اُٹھے گمراہ بندے بہر تدبیر خداوندی
لگی ہونے قریشی خانوادے میں کمر بندی

ضمیر کی آواز اور صلح کی ایک کوشش

جنگ کا فتنہ

ابوسفیان بھی اب آچکا تھا، ساتھ شامل تھا
مگر بوجہل ہی اس قوم میں فرعون کو مل تھا
بزرگی کے سبب کا سپہ سالار تھا عتبہ
کہ غیرت دار تھا۔ زردار تھا ۔ سردار تھا عتبہ
اگرچہ روکتا تھا اس لڑائی سے ضمیر آکر

مگر ہٹنے نہ دیتا تھا ابوجہل شریر اس کو

حکیم ابن حزام اس فوج میں اک مرد دانا تھا

کہ اس کی دُور اندیشی کا قائل اِک زمانہ تھا

تشریح:

۱ ابوسفیان نے جس طرح اس جنگ کی آگ بھڑکائی اس کا تذکرہ جلد اول میں دیکھئے پھر جب اس کا تجارتی قافلہ خطرے سے نکل گیا تو اس نے ابوجہل وغیرہ کو کہلا بھیجا کہ اب لڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہم سلامت نکل آئے ہیں۔ مگر ابوجہل نے نہ مانا اور کہلا بھیجا کہ ہم بدر تک ضرور پہنچیں گے۔ وہاں تین دن رہ کر تمام عرب رعب ڈالنے کیلئے شوکت کا اظہار کئے تجارت اور قافلے کو امن کی جگہ پہنچا کر ابوسفیان بھی چند آدمیوں کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہوا۔

۲ عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے معزز رئیس تھا فوج کا سپہ سالار تھا۔ (سیرت النبی)

۳ حکیم ابن حزام حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بھتیجے غزوہ بدر میں شریک تھے اس وقت تک کافر تھے عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ برس بڑے تھے۔ اور گو زمانہ جاہلیت میں آنحضرت سے نہایت محبت رکھتے تھے اور نبوت کی بعد بھی یہ محبت قائم رہی تاہم فتح مکہ تک ایمان نہیں لائے۔ وہ روسائے قریش میں تھے۔ (سیرت النبیؐ)

بارش کا نزول ۱

دُعا صحرا نے مانگی دامنِ امید پھیلا کر

یکا یک ابر باراں آسماں پر چھا گیا آکر

انہی کی منتظر تھی غالباً شان آلہی بھی
کہ پیاسے تھے محمدؐ بھی محمدؐ کے سپاہی بھی

کرم کی شان وابستہ اسی شان کرم سے تھی
یہ رحمت رحمتہ للعلمینؐ کے دم قدم سے تھی

مدینے کی بلندی سے جو رحمت کی گھٹا آئی
تو استقبال کو فردوس کی ٹھنڈی ہوا آئی

یہ ریگستاں۔ کہ اِک اِک بوند پانی کو ترستا تھا
اسی پر آج بادل چھا گئے تھے مینہ برستا تھا

برس کر کھُل گیا بادل زمیں پر پھر گیا پانی
ہوئی اب چلنے پھرنے بیٹھنے اُٹھنے میں آسانی ۲؎

ہوئی ٹھنڈی نزولِ آب سے چھاتی بیاباں کی
تو اُتری آکے فرشِ ریگ پر فوج اہل ایماں کی

کھلے میدان میں سچے نبیؐ کا آستانہ تھا
کہ خاکی فرش تھا اور لاجوردی شامیانہ تھا

تشریح:

ا وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ۔ (انفال)

ترجمہ: اور آسمان سے پانی برس رہا تھا۔ کہ تم کو پاک کرے۔

۲؎ تائیدایزدی اور حسن اتفاق سے مینہ برس گیا جس سے گرد جم گئی۔

جستجوئے غنیم

نزول[1] آب سے تسکین و راحت ہوگی طاری
مٹی تشنہ لبی گرد کدورت ڈھل گئی ساری
سپاس و شکر سے لبریز تھا اس جماعت کا
بنا کر حوض پانی بھر لیا باران رحمت کا
بنایا اک عریشہ پھوس کا ارباب ہمت نے
قیام اُس میں کیا بہر دعا فخر رسالتؐ نے
اسی کے گرد اُتری یہ جماعت بے نواؤں کی
شہنشاہوں پہ خندہ زن تھیں تقدیریں گداؤں کی
نبیؐ نے امر فرمایا کہ دو اہل نظر جائیں
کہاں اُتری ہوئی ہے فوج قرشی کی خبر لائیں
علیؓ اور سعد نے بڑھ کر نظر ہر سمت دوڑائی
قریشی کافروں کی چھاؤنی چھائی ہوئی پائی
پلٹ کر عرض کی فوج گراں معلوم ہوتی ہے
زمیں گویا حریف آسماں معلوم ہوتی ہے
مقام عدوۃ القصوی کا ٹیلی اک طرف رکھ کر
ہے آسودہ خدا کے دشمنوں کا اک بڑا لشکر

تشریح:

[1] اس پوری آیت کا مفاد بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ: یاد کرو جب تمہاری تسکین کیلئے اپنی طرف سے تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا۔

اور آسمان سے پانی برسا رہا تھا کہ تم پاک کرے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور کرے اور تمہارے دل مضبوط کر کے اور ثابت قدم رکھے۔

۲ جابجا پانی کو روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنا لئے کہ وضو اور غسل کے کام آئیں (سیرت النبیؐ)

۳ سعد ابن معاذ رئیس اوس سے ایک چھپر بنایا جسے عرب کی اصطلاح میں عریش کہتے ہیں۔

ارشاد ہادیؐ

ہوا ارشاد اب تم بھی ذرا آسودہ ہو جاؤ
وضو کر لو نمازیں پڑھ لو پھر کچھ دیر سو جاؤ
تمہارے امتحان اوّلیں کا وقت آیا ہے
کہ اپنے پوجنے والوں کو شیطاں گھیر لایا ہے
تمہارے سامنے اعدائے دیں موجود ہیں سارے
اگل ڈالے ہیں مکے نے یہاں اپنے جگر پارے
خدائے پاک کا ارشاد پیغمبرؐ
صحابہ نے کمر کھولی توکلت علی اللہ پر
لیا خورشید نے آرام گاہ شام کا رستہ
وضو کر کے نمازی ہو گئے میداں میں صف بستہ

تشریح:

۱ بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) آنحضرت اور صدیق اکبر نے اسی عریشہ کے نیچے رات بسر کی (طبری و ابن ہشام)

۴ اس وقت خبر لانے والا حضرت علی کرم اللہ اور سعد وقاص اور بقول بعض ان کے ساتھ زبیر بن عوام تھے

۱ جب بدر میں پہنچے تو دیکھا کہ مکہ کا لشکر جو تعداد مین اُن سے سہ گنا اور سامنا میں ہزار گنا زیادہ ہے۔اترا ہوا ہے۔

(رحمتہ للعلمین صفحہ ۱۰۴)

۲ دیکھو خاتم المرسلین صفحہ ۲۰۸

۳ آنحضرت نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا

هَذا مَكَّةُ قَدْ اَلْقَتْ اِلَيْكُمْ اَفلاَ ذَ كَبَدُ ها

ترجمہ: مکہ نے تمہارے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑے نکال کر ڈال دئے ہیں۔

(ابن ہشام طبری۔زرقانی وغیرہ)

کفار کے جاسوسوں کا بیان

یہ نقشہ دیکھ کر کفار کے جاسوس بھی بھاگ
بیاں کردی یہ صورت سر بسر بوجہل کے آگے
کہ ہم کو روکنے کے واسطے کچھ لوگ آئے ہیں
محمدؐ ان مسلمانوں کو اپنے ساتھ لائے ہیں
جو مکے سے نکل بھاگے تھے وہ سب ساتھ آئے ہیں
مدینے والے بھی کچھ لوگ خالی ہاتھ آئے ہیں
ہنسی آتی ہے شکلیں دیکھ کر ان شیر مردوں کی
کہ لشکر کیا ہے اک ٹولی سی ہے آوارہ گردوں کی
نہ جانے کون سے برتے پہ نکلے ہیں لڑائی کو

نہتے ہیں مگر آئے ہیں خنجر آزمائی کو
یہ جان و جسم کی خاطر سروساماں نہیں رکھتے
سروساماں کہاں سے لائیں جسم و جاں نہیں رکھتے
ہمارے رحم پر موقوف ہے مرگ و حیات ان کی
فقط دو تین سو افراد ہے کل کائنات ان کی

ابوجہل کا نازغرور

بیاں جب کر چکے جاسوس اہل اللہ کی حالت
خوشی سے کھلکھلا کر ہنس پڑا ابو جہل بدقسمت
سراسر ظلم وخونریزی سے اس کو کچھ ہراس آیا
اندھیرے منہ اُٹھا یہ نیک دل عتبہ کے پاس آیا
کہا اے عتبہ۔ اے سردارِقوم اے فوج کے افسر
قریشی خانو ادے میں نہیں تجھ سے کوئی برر!
اگر چاہے تو اعزازِ دوامی تجھ کو مل جائے
ازل کی اور ابد کی نیک نامی تجھ کو مل جائے
محمد کو اوائل عمر ہی سے جانتے ہیں ہم
وہ سچا ہے ۔ دیانت دار ہے یہ مانتے ہیں ہم
ہمارے دین و مذہب سے ہے بیشک اختلاف اسکو
تو کیا اتنی خطا ہم کو نہیں سکتے معاف اس کو
محمد میں بھی عبدالمطلب کو خون ہے آخر
قریش اور آل ہاشم ایک ہی مضمون ہے آخر

علیؓ۔ حمزہؓ عمرؓ ابوبکرؓ یہ اپنے ہی بھائی ہیں
انہی سے جنگ ہے یہ سب محمدؐ کے فدائی ہیں
ذرا سوچو جو اِن کے قتل کرنے کا نتیجہ ہے
کوئی عمو کوئی بھائی کوئی بیٹا بھتیجا ہے
وہ خود اپنے وطن سے دُور ہیں اتنا ہی کافی ہے
غریب و مفلس و مجبور ہیں ۔ اتنا ہی کافی ہے
یہ خونریزی مجھے بیدبری معلوم ہوتی ہے
عزیزوں ہی کی گردن پر چھری معلوم ہوتی ہے
اگر میرا کہا مانو خونریزی سے باز آؤ
تحمل کی دکھاؤ شان اس تیزی سے باز آؤ
اُٹھو تیار ہو ۔ چڑھتی ہوئی اس موج کو روکو
سپہ سالار ہو بڑھتی ہوئی اس فوج کو روکو
تمہارے ہاتھ سے یہ کام سرانجام ہو جائے
تو گویا یا رہتی دنیا تک تمہارا نام ہو جائے

تشریح:

۱ دیکھو سیرت النبی علامہ شبلی (صفحہ ۲۹۵)

عتبہ کا جواب

کہا عتبہ نے ہاں اے مردِ دانا سچ کہا تو نے
بظاہر میرے دل کا حال ظاہر کر دیا تو نے
مگر بے قتل و غارت فوج والے اب نہ مانیں گے

یہ بھالے برچھیاں بے دیکھے بھالے اب نہ مانیں گے
اگر یہ مان بھی لیں صلح پر تیار ہو جائیں
یہ زور آور یکا یک صاحب ایثار ہو جائیں
تو پھر بھی صلح اے مردِ معمر غیر ممکن ہے
کسی صورت نہیں ممکن سراسر غیر ممکن ہے
ہمارے دوست کی فطرت سے تو اے دوست واقف ہے
ابوجہل اس طریق کار کا قطعاً مخالف ہے
میں دعوے سے یہ کہا سکتا ہوں وہ ہرگز نہ مانے گا
ہمیں نادان سمجھے گا ہمیں نامرد جانے گا
اگر تم چاہتے ہو صلح اُس کو راہ پر لاؤ
میری جانب سے دو پیغام خود بھی جا کے سمجھاؤ

تشریح:

لے ابوجہل کو مکے ابوالحکم بھی کہتے تھے۔ اصل میں اس کا نام عمرو بن ہشام تھا۔

حکیم کا ابوجہل کو سمجھانا

حکیم اُٹھ کر یہاں سے خیمہ بوجہل پر آیا
تو بہر جنگ اس کو تیر پھیلاتے ہوئے پایا
بجھا کر اونچ نیچ اس کو لیا پھر نام عتبہ کا
بڑے لطف اور نرمی سے دیا پیغام عتبہ کا
کہا اس قتل و خونریزی کا آخر کیا نتیجا ہے

کہ عبداللہ کا بیٹاؐ۔ تمہارا بھی بھتیجا ہے
لڑائی میں ہماری فتح ہوگی پھر بھی کیا ہوگا
کہ دامن سر بسر خونِ عزیزاں سے بھرا ہوگا

ابوجہل کی ضِد اور فتنہ انگیزی

ابوجہل اور راہ راست پر آجائے کیا ممکن!
جہنم سے قدم کافر کا ہٹنے پائے ناممکن!
یہ باتیں سنتے ہی ظالم کے نتھنوں سے دھواں نکلا
یکایک فتنہ بن کر ناری آتش زباں نکلا
پکارا اے قریش اے لات وعزیٰ کے پرستارو
سپہ سالار عتبہ ہو گیا نامرد اے یارو!
یہاں تک آکے اب پہلو تہی کرتا ہے لڑنے سے
محمدؐ کو مقابل دیکھ کر ڈرتا ہے لڑنے سے
سمجھ جاؤ کہ بے معنیٰ نہیں خوف و خطر اس کا
مسلمانوں میں شامل بو حذیفہؓ ہے پسر اس کا
دل عتبہ میں اُس کے قتل کا خطرہ سمایا ہے
کہ وہ بھی آج اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا ہے
رُخ عتبہ کو دیکھو چھاگئی کس قدر زردی
اسے کہتے ہیں مامردی اسے کہتے ہیں نامردی!
اگر عتبہ نے ہمت ہار دی ہے۔ ہار دینے دو
اگر دیتا ہے دم تم کو سپہ سالار دینے دو

اُسے کہہ دو پہن لے چوڑیاں تلوار رہنے دے
مگر مردوں کو اپنے عزم کا مختار رہنے دے
ہم اس گرمی کے موسم میں کہاں سے آئے ہیں چل کر
یہ سارا لاؤ لشکر اس جگہ پہنچا ہے جل جل کر
یہ دن ہم نے کفِ افسوس ملنے کو نہیں کاٹے
یہ کالے کوس واپس لوٹ چلنے کو نہیں کاٹے
بڑی مشکل سے ہم نے منزلِ مقصود پائی ہے
ہماری منزلِ مقصود خنجر آزمائی ہے
نہ بچ کر جانے پائیں آج دشمن دیوتاؤں کے
یہ بندے اک خدا کے ہیں مخالف سب خداؤں کے
تمہارے دین کے دشمن کھڑے ہیں سامنے یارو
اٹھو۔ تیار ہو جاؤ۔ بڑھو۔ حملہ کرو ۔ مارو!
شکار آیا ہوا ہے اب تمہارے ہاتھ صیا دو
پچھاڑو۔ ذبح کردو۔ باڑھ تلواروں کی دکھلادو
بجھا دو پیاس اس تشنہ زمیں کی آبِ خنجر سے
گھٹا تیغوں کی اُٹھے بجلیاں چمکیں لُہو برسے
یہ سب ہیں اپنے رشتہ دار توڑو بند بند ان کا
معزز ہیں کرو نیزوں پہ رکھ کر سربلند ان کا

تشریح:

۱ عتبہ کے فرزند ابوحذیفہ اسلام لاچکے تھے۔ اور اس معرکہ میں آنحضرت کے ساتھ آئے تھے۔ اس بنا پر ابوجہل نے یہ طعنہ دیا کہ عتبہ اس لئے لڑائی سے جی چراتا

ہے کہ اس کے بیٹے پر آنچ نہ آئے۔

لشکر کفار کی آمادی گی جنگ

یہ سُن کر ایک طوفاں آ گیا دریائے لشکر میں
نکل آئے سپاہی لیس ہو ہو کر گھڑی بھر میں
سنا بو جہل کا عتبہ نے طعنہ جوش میں آیا
کمال برہمی سے دامن حق پوش میں آیا
اٹھا شعلہ تکبر کا تدبر رہ گیا جل کر
کہا "اچھا نظر آ جائے گا میدان میں چل کر
وہ بزدل کون ہے جو داغ نامردی اُٹھاتا ہے
بہادر کون ہے جو سب سے پہلے سر کٹاتا ہے۔
یہ کہہ کر ہو گیا تیار عتبہ لڑنے مرنے کو
غریبوں بے گناہوں کے لہو میں ہاتھ بھرنے کو
سواروں نے پیادوں نے سنبھالے برچھیاں بھالے
سروں پر خود پہنے اور چہروں پر جھلم ڈالے
اُٹھا بانگ دُہل کے شور سے کفار کا لشکر
سجا کر جسم پر شمشیر و تیرو نیزہ و خنجر
انا نیت کا دم بھرنے لگے ڈھول اور نقارے
صدائے طبل سے تھرا اُٹھے دشت و جبل سارے
درندے خوف کھا کر جا چھپے تاریک غاروں میں
ہوا کہ حشر برپا جاگ اُٹھے مردے مزاروں میں

چلے جب جنگ کو قرشی جواں تیار ہو ہوکر
ستارے ڈر کے مارے سو گئے بیدار ہوہو کر
یہ منظر دیکھ چہرا قمر کا پڑگیا پیلا
کہ اُبھرا داغ بن کر عدوۃ القصوی کا یہ ٹیلا
فلک نے اِک غبار نور ہر جانب بکھیرا تھا
مگر ٹیلے کے سائے میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا
افق کے رخ پہ چھوٹے جس طرح پردہ گھٹاؤں کا
ہوا تھا اس طرح قائم یہاں لشکر بلاؤں کا

تشریح:

ا عتبہ نے ابوجہل کا طعنہ سنا تو غیرت سے سخت برہم ہوا۔اور کہا کہ میدان جنگ بتادے گا۔کہ نامردی کا داغ کون اُٹھاتا ہے۔

(سیرت النبیؐ)

صبح صادق

مجاہدین اسلام

فرشتوں کو نئے احکام بخشے رب عزت نے
کمر کس کس کے باندھی کارپردازان قدرت نے
فلک پر سے اُڑا رنگ قمر آہستہ آہستہ
ہویدا ہو چلا نور سحر آہستہ آہستہ
جبین پاک اُٹھی سجدے سے چمکی برق طور آخر
ہوا روئے زمیں پر صبح صادق کا ظہور آخر
مُصلّے سے اُٹھا ہادیؐ جگایا جاں نثاروں کو
خُدا کے سامنے حاضر کیا طاعت گذاروں کو
صدائے نغمہ توحید گونج اُٹھی فضاؤں میں
وہی رفتہ روانی آ گئی ساکن ہواؤں میں
ادا کرلی نماز صبح اسلامی جماعت نے
تو رُخ میدان کی جانب کیا فخر رسالتؐ نے

نتیجہ جنگ کے متعلق پیمبر کی پیشگوئی

لب معجز نمانے فتح و نصرت کی بشارت دی
شہادت کے طلبگاروں کو جنت کی بشارت دی
بتایا دشمنان دین حق کا نام لے لیکر
کہ مٹ جائینگے سب تیغ فنا کا جام لے لیکر
یہ شیبہ بن ربیعہ کا ہے یہ زمعہ کا مقتل ہے

امیہ کا یہ مدفن اور یہ عتبہ کا مقتل ہے
یہ لے جائیں گے حسرت ہی دلِ ناپاک کے اندر
ابو جہل اس جگہ لوٹے گا خون و خاک کے اندر
جو کثرت آج قلت کو مٹا دینے کی طالب ہے
اُسے معلوم ہو جائیگا حق باطل پہ غالب ہے
بجز حسرت یہ ظالم حملہ اور کچھ نہ پائیں گے
جہاں سے آج داغ روسیاہی لے کے جائیں گے
نہ دولت کام آئے گی۔ نہ شوکت کام آئے گی
فقط ایمان کام آئے گا ۔ وحدت کام آئے گی ۔
یہ باتیں کہہ کے ہادیؐ نے دعائے خیر فرمائی
صحابہ کی جماعت کو دیا اِذن صف آرائی

تشریح:

۱ صبح ہوتی تو آنحضرت نے صحابہ کو نماز کیلئے آواز دی اور بعد نماز جہاد پر وعظ فرمایا۔(سیرت النبیؐ)

۲ جنگ سے پہلے آپ نے میدان جنگ کا معائنہ کیا اور بتایا کہ انشاء اللہ فلاں دشمن اس جگہ اور فلاں فلاں اس اس جگہ قتل ہو جائیں گے ۔(رحمتہ للعلمین صفحہ ۱۰۴)

مجاہدینِ اسلام کی صف بندی

مجاہد عشق کو مختار کر کے مرنے جینے پر
مثالِ کوہِ آہن ڈٹ گئے مٹی کے سینے پر
سرِ راہِ شہادت سر بلندوں نے صفیں باندھیں
خدا کا حق ادا کرنے کو بندوں نے صفیں باندھیں
یہ اک مسجود کے ساجد۔ یہ اک مطلوب کے طالب
یہ اک معبود کے عابد یہ اک محبوب کے طالب
نہ ملک و مال کی دھن میں نہ عزو جاہ کی خاطر
فقط اللہ کی خاطر فقط اللہ کی خاطر
خیالِ مرگ کر سکتا نہ تھا ہرگز ملول اِن کو
کہ بہرِ جنگ لایا تھا صداقت کا اصول اِن کو
نہ ذاتی رنج تھا کوئی نہ کینہ انکے سینوں میں
صفائے قلب تھی مانند آئینہ جبینوں میں
نہ کوئی زعم باطل تھا نہ کوئی جوش ہنگامی
نہ فکر کامیابی تھی نہ ذکر خوف ناکامی
نہ کثرت کی کوئی پروا نہ تھا قلت کا غم ان کو
نہ کچھ اندیشہ پست و بلند و بیش و کم ان کو
نہتے تھے مگر تسکین واطمینان رکھتے تھے
کہ سامان پر نہیں ۔ ایمان پر ایمان رکھتے تھے
یہ چند افراد جو دیندار تھے عابد تھے زاہد تھے

یہی تھے ہاں یہی اسلام کے سچے مجاہد تھے
مجاہد تھے کہ جوش و ضبط کی خاموش تصویریں
مجاہد تھے کہ دین اللہ افواجا کی تفسیریں
چلے آئے تھے سجدے کے نمازی آج میداں میں
صفیں باندھے کھڑے تھے بن کے غازی آج میداں میں
نہ مسجد میں نہ بنت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں۲

تشریح:

۱ ترجمہ: اور یاد رکھو تمہاری جمعیت کچھ مفید نہیں گو وہ کتنی ہی کثیر ہو۔ اور خدا مومنوں کے ساتھ ہے۔

۲ الجنت تحت ظلال آلسیوف
جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

معرکہ نور و ظلمت

استعارہ از طلوع آفتاب

سحر کے دیکھ کر آثار تاریکی بھی گھبرائی
سمٹ کر ایک بادل بن گئی اور شرق پر چھائی
نظر آئی اسی میں رات کو اپنی ظفر مندی
کہو جائے کسی صورت سحر کے گھر کی دربندی
دھواں اُٹھا۔ کہ روکے شعلہ ہائے نور کا دستہ
درِ خاور پہ بیٹھالے کے زنگی فوج کا دستہ
مکدّر ہو کے ظلمت نے ضیا کو روکناچاہا
غبار دود نے موج صبا کو روکنا چاہا
خس و خاشک نے سیل فنا کو روکنا چاہا
دل ناپاک نے نور خدا کو روکنا چاہا
خس وخاشک نے سیل فنا کو روکنا چاہا
دل ناپاک نے نور خدا کو روکنا چاہا
اندھیرے نے کوئی صورت نہ دیکھی سر چھپانے کی
تو کی اک آخری کوشش اجالے کو دبانے کی
اُفق پر گھر گئے بادل حصارِ آہنیں بن کر
کہ سورج کیا نہ آنے پائے گی کوئی کرن چھن کر
ہوا تھرا گئی ظلمات کے اِن خانہ زادوں سے
کہ جز پرخاش کچھ ظاہر نہ تھا ان کے ارادوں سے

ازل سے کررہا ہے زور باطل اپنی تدبیریں
مگر روکے سے رُکتی ہیں کہیں قدرت کی تقدیریں
اندھیری رات اپنے خاتمے پر مکر کرتی ہے
ہمیشہ ابر کے پردوں میں اپنا رنگ بھرتی ہے
افق پر جمع ہو جاتے ہیں یہ آفت کے پر کالے
بزعم خود سیہ کاری کا پردہ ڈھانکنے والے
مگر ہر صبح ان کو ظلم کی پاداش ملتی ہے
اندھیرے کو اُجالے سے شکست فاش ملتی ہے
ہوئی اب روشنی بھی فرض ادا کرنے پرآمادہ
لپیٹا عابد مشرق نے اُٹھ کر اپنا سجادہ
دریچہ کھول کر خورشید عالمتاب نے جھانکا
کنکھیوں سے لیا کچھ جائزہ ظلمت کے ساماں کا
سیہ بادل کی جرأت دیکھ کر تیور پہ بل آیا
اُٹھایا تازیہ نہ برق کاباہر نکل آیا
عزیمت کے لئے کیا مال میں پتھر حصاروں کے
غبارِ رہ سے کب رُکتے ہیں رستے شہسواروں کے
اُٹھا خورشید جب آمادہ جنگ و جدل ہو کر
گری ظلمت پہ برق نور پیغام اجل ہو کر
پڑے کرنوں کے تیروں کی طرح پر جوڑ کر نکلے
یہ برچھے ابر کی ڈھالوں کے سینے توڑ کر نکلے
جلا ڈالا کہیں تابش سے اِن کالی بلاؤں کو

کہیں کلے پکڑ کر چیر ڈالا اژدہاؤں کو
بہت پر ہول تھا یہ آخری منبع فسادوں کا
کہ جمگھٹ تھا طمطراقی سواروں کا پیادوں کا
جہاں بادل سحر پر جال پھیلانے کو آئے تھے
جہاں عفریت سورج کے نگل جانے کو آئے تھے
نظر آئیں وہاں اب خون میں لتھڑی ہوئی لاشیں
چھری سے کاٹ دی ہوں جس طرح تربوز کی قاشیں
ہوا ظلمت کا بیڑا غرق بحر نامرادی میں
لہو کی ندیاں سی بہہ گئیں مشرق کی وادی میں
نماز عید کی خاطر نہا کر باوضو ہوکر
سحر اس خون کے دریا سے نکلی سرخرو ہوکر

میدان بدر میں صف مجاہدین کا منظر

اِدھر روشن ہوئی روئے نبیؐ سے بدر کی وادی
اُدھر پائی ستہ خاور نے دام شب سے آزادی
بیاباں کے عظیم الشان منظر سے اُٹھے پردے
کہ جیسے قلب میں کوئی فرشتہ معرفت بھر دے
ہوئی جب رونی تو آسمان والوں نے کیا دیکھا
زمیں پر نور و ظلمت کا نرالا معرکہ دیکھا
کھڑی تھی ایک مٹھی بھر جماعت حق پسندوں کی
بھری دنیا سے منہ موڑے ہوئے دیندار بندوں کی

نہتے بے سرو سامان بھوکے اور تھکے ہارے
کہ مل کر تین سو تیرہ جوان و پیر تھے سارے

کٹی تھی زندگی جن کی ریاضت میں عبادت میں
شہادت کے کیلئے آئے تھے میدان شہادت میں

پتہ دیتی تھی ان کی خاکساری سر بلندی کا
نگاہوں میں مرقع تھا دلوں کی درد مندی کا

یہاں آئے تھے کہ شمع دین حق کا بول بالا ہو
پتنگے جل بجھیں لیکن اندھیرے میں اجالا ہو

یہ مرگ و زندگی میں فیصلہ کرنے کو آئے تھے
جو انمردوں کی صورت مارنے مرنے کو آئے تھے

یہ پہلا جیش تھا دنیا میں افواج الٰہی کا
جسے اعلان کرنا تھا خدا کی بادشاہی کا

یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملیؐ والا تھا

لشکر مشرکین کی دھوم دھام

صفیں باندھے کھڑی تھی یہ جماعت ضبط کامل سے
یکایک اک سینہ آندھی اُٹھی مدمقابل سے
اڈتی۔ دوڑتی۔ اُٹھتی ہوئی بڑھتی ہوئی آندھی
زمیں پر پھیلتی۔ افلاک پر چڑھتی ہوئی آندھی
ہوا پر اُڑ کے جانا چاہتی تھی پرغضب مٹی
فلک کہ منہ چڑانا چاہتی تھی بے ادب مٹی
غضب میں بر قہائے تیغ چمکاتا ہوا بادل
بجائے آب رحمت خاک برساتا ہوا بادل
نہاں اس ابر میں ڈھلوں کی ڈھم ڈھم دف کی ذف ذف تھی
مغلظ گالیوں کا شور تھا کتوں کی عف عف تھی
انانیت کے نعرے اشتروں کی بلبلاہٹ تھی
صدائے طبل میں بھونچال کی سی گڑگڑاہٹ تھی
سماعت پاش صیح فتنہ زا رفتار گھوڑوں کی
مسلح شہسواروں کی ڈپٹ پھٹکار کوڑوں کی
زمیں سے آسماں تک گونج اٹھیں ناپاک آوازیں
ڈرانی۔ خوف زا پُرہول ہیبت ناک آوازیں

تشریح:

۱؎ جنگی گھوڑوں کی جوشیلی ہنہناہٹ۔

دشمنوں کا سراپا

کیا جب چاک مقراض ہوا نے گرد کا پردہ
اُٹھا اللہ کی ہر دشمن نامرد کا پردہ
نظر آئے بیاباں میں وہ غولان بیابانی
کہ جن کی وضع سے شرمندہ تھا ملبوس انسانی
وہ سر جو ایک اللہ کے مقابل سر کشیدہ تھے
مگر سنگیں بتوں کے آستانوں پر خمیدہ تھے
وہی سر جو سراسر ناز و نخوت کے تھے گہوارے
ہلا سکتے نہ تھے شانے بھی جن کو بوجھ کے مارے
جبینوں پر شکن ڈالے ہوئے خوف آفریں چہرے
نجس چہرے غضب آلود چہرے خشمگیں چہرے
وہ آنکھیں ہاں وہ آتش ریز آنکھیں شعلہ بار آنکھیں
وہ تیروں سے زیادہ تند پوری دو ہزار آنکھیں
وہی گندے دہن ۔ بد گوئی اسلام کے عادی
دروغ و طعن و دل آزادی و دشنام کے عادی
قسم کھا کھا کے جھوٹے عہدو پیاں باندھنے والے
خدا پر مصطفیٰؐ پر لاکھ بہتاں باندھنے والے
وہ دست چیرہ دست آلودہ خون زیردستاں میں
نہ کرتے تھے جو اصلا امتیاز انسان و حیواں میں
یتیموں اور بیواؤں کی دولت چھیننے والے

سگے باپوں سگی ماؤں کی عزت چھیننے والے
سرکش گردنیں اکڑی ہوئیں اکڑے ہوئے سینے
زِرہ کے حلقہ ہائے تنگ میں جکڑے ہوئے سینے
وہ سینے جنکے اندر گندگی پنہاں تھی کینے کی
پتہ دیتی تھی جن کے باطنوں کو بو پسینے کی
وہ سینے جن کے اندر دل تھے لیکن سخت پتھر دل
بہت بیدرد و ظالم دل بہت بے رحم کافر دل
وہ گھٹنے جو ہمیشہ قتل کرنے ہی کو جھکتے تھے
کسی مظلوم کی چھاتی پہ دھرنے ہی کو جھکتے تھے
وہی کج رو قدم جو رہزنوں کی چال چلتے تھے
بدی کی راہ میں شیطان سے آگے نکلتے تھے
وہ جن کی زندگی گذری تھی انسانی لہو پیتے
لباس آدمی میں سانپ بچھو بھیڑیے چیتے
وہ سب کے سب جنہیں حاصل تھے اعزاز رئیسانہ
خدا سے دشمنی اور قیصر و کسریٰ سے یارانہ
وہ سب کے سب رسول اللہ کے مانے ہوئے دشمن
پرانے مدعی اور جانے پہچانے ہوئے دشمن
تعدی کے جگر گوشے بدی کی آنکھ کے تارے
وہی اس حملہ آور فوج کے سردار تھے سارے
غرور تمکنت کی شان دکھلاتے ہوئے آئے
اکڑتے بنتے تنتے پیچ بل کھاتے ہوئے آئے

سواروں کے پرے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے نکلے
پیادے دشت کی چھاتی کو دہلاتے ہوئے نکلے
زمین کا سینہ انکی چال سے شق ہوتا جاتا تھا
فلک کا رنگ اس بھونچال سے فق ہوتا جاتا تھا
یہ قوت کی نمائش تھی یہ کثرت کا دکھاوا تھا
خدا کے ملک پر شیطان کے بندوں کا دھاوا تھا
یہ لشکر گرز اُٹھائے برچھیاں تولے ہوئے نکلا
علم کی شکل میں شیطان پر کھولے ہوئے نکلا
اُڑے تھے سر بسر چار آئنے گرد کدورت میں
چمکتی تھیں غضب کی بجلیاں اس ابر ظلمت میں
یہ ظلمت عدوۃ القصوٰی کے ٹیلے سے نکل آئی
گھٹا شب رنگ ڈھالوں کی زمیں بدر پر چھائی
نہ تھی لیکن خبر ان بدسرشتوں بد نہادوں کو
کہ ان دیکھا خدا بھی دیکھتا ہی ان ارادوں کو

تشریح:

۱ ۔ وَلَا تَكُوْنُوْا (انفال)

اُن لوگوں (قریش) کی طرح نہ بنو جو اپنے گھروں سے غرور اور نمائش اور دکھاوے کے ساتھ اور خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہوئے نکلے۔ خدا ان کے تمام کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

صفِ اسلام

صفیں باندھے کھڑے تھے سامنے ایمان والے بھی
خدا والے محمدؐ والے بھی قرآن والے بھی
نمائش تھی نہ شوکت تھی نہ گھوڑے تھے نہ جوڑے تھے
نہ کلغی تھی ۔ نہ طرہ تھا کمندیں تھیں نہ کوڑے تھے
اگرچہ عرش پیا ہمت مردانہ تھی ان کی
فقیرانہ تھا مسلک وضع درویشانہ تھی ان کی
نماز عجز کے سجدے تڑپتے تھے جبینوں میں
چٹانوں کی طرح مضبوط دل رکھتے تھے سینوں میں
تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں
نہ تیغ و تیر پرتکیہ نہ خنجر پر نہ بھالے پر
بھروسہ تھا کہ اک سادی سی کالی کملی والےؐ پر

تلقین ہادیؐ

قریشی فوج کو طوفان جب بڑھتا نظر آیا
تو اطمینان سے اس کملی والے نے یہ فرمایا
کہ اے ایمان والو آ رہی ہے فوج باطل کی
تمہارے عزم سے ٹکرا رہی ہے موج باطل کی
تمہیں سر دے کے اب ایمان کو محفوظ رکھنا ہے
مگر آداب ربط و ضبط کو ملحوظ رکھنا ہے

تمہیں لازم ہے خوف ماسوا دل سے اُٹھا دینا
خُدا کے حکم۔ تلقین نبیؐ پر سر جھکا دینا

خبردار آ نہ جائے لشکر باطل قریں جب تک
نہ ہو اُن کی طرف سے حملہ ہونے کا یقیں جب تک

لڑائی کیلئے اس وقت تک جنبش نہ تم کرنا
نہ ہو مجبور جب تک جنگ کی کوشش نہ تم کرنا

لڑائی ٹال دینا در گذرکرنا ہی بہتر ہے
جہاں تک ہو سکے اس سے خذر کرنا ہی بہتر ہے

مگر جب جنگ چھڑ جائے تو استقلال لازم ہے
قضا کا خندہ پیشانی سے استقبال لازم ہے

نہیں واجب مسلمانوں کو فکر بیش و کم رکھنا
میان جنگ اپنے آپ کو ثابت قدم رکھنا!!

نشاں صبر اور استقلال ہے اقبال والوں کا
کہ ساتھی ہے خُدا صبر اور استقلال والوں کا!

تشریح:

لے زرہ پوش صرف چھ ساتھ (خاتم المرسلین)
صرف دو گھوڑے تھے (رحمتہ للعلمین) صرف آٹھ تلواریں تھیں ۔ (زرقانی)

رسول اللہ کی دُعا بہر مجاہدین بدر

یہ فرما کر اٹھائے ہاتھ ہادیؐ نے دعا مانگی
صحابہ کیلئے اس طرح تائیدِ خدا مانگی

دعا مانگی الٰہی یہ تیرے دیندار بندے ہیں
بہت ہی صاحبان جرأت و ایثار بندے ہیں

وطن سے بے وطن آرام سے محروم بیچارے
جفا وظلم کے مارے ہوئے مظلوم بیچارے

یہ اس میدان میں آئے ہیں تیرے نام کی خاطر
تیرے پیغام کی خاطر تیرے اسلام کی خاطر

بہت تھوڑے ہیں یہ تعداد میں ان کو زیادہ کر
دلوں کو استقامت دے قوی ان کا ارادہ کر

یہ چند افراد ہیں تیرے نبی کے ساتھ آئے ہیں
نہیں ہے کچھ بھی انکے پاس خالی ہاتھ آئے ہیں

الٰہی رزق کی تنگی ہے ان کو رزق وافر دے
نہیں ہے مال انکے پاس تو اِن کو غنی کردے

لباس ان کا ہے بوسیدہ عطا کردے لباس ان کو
آلٰہی اور دیدے مہلت شکرو سپاس ان کو

پیدادہ ہیں سواری کیلئے رہوار دے اِن کو
دفاع دشمناں کے واسطے ہتھیار دے اِن کو

ضعیف و ناتواں ہیں اے خُدا اِن کو قوی کردے

الٰہی اِن پر آساں دین حق کی پیروی کر دے
الٰہی نعمتوں سے ان کی خالی جھولیاں بھر دے
سروساں نہیں ہے تو سرو ساماں عطا کر دے
وہ سب کچھ دے انہیں جس میں رضا ہوا ے خدا تیری
مسلماں اس پر راضی ہیں کہ پوری ہو رضا تیری
لب صادق سے جب تقدیر بول اُٹھی دعا ہو کر
فلک نے بھی کہی آمیں زمین سے ہمنواز ہو کر
ہوئی مضبوط مردان مجاہد کی صف آرائی
قلوب مطمئن نے اور بھی پائی توانائی
غلاموں کے دلوں کو حب آزادی سے گرما کر
صفیں کر کے مرتب ضبط کی تلقین فرما کر
صحابہ کو بروئے فوج دشمن کر کے استادہ
عریشے میں ہوا محو دعا اللہ کا دلدادہ

تشریح:

ا۔ وَاصۡبِرُوۡاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ ۔

ترجمہ: استقلال رکھو اللہ استقلال رکھنے والوں کا ساتھی ہے ۔اے میرے پروردگار یہ لوگ پا پیادہ ہیں ۔ان کو سوار کر دے ۔یہ لوگ برہنہ ہیں ان کو لباس پہنا یہ بھوکے ہیں ان کو سیر کر۔یہ نادار ہیں ان کو اپنے فضل سے غنی بنا دے ۔

دشمنوں کی آہنیں صفیں

قریشی فوج بھی تعداد اور سامان دکھلا کر
صف آرا ہو گئی آخر کھلے میدان میں آ کر
قدم کو گاڑ کر کولے ملا کر جوڑ کر کاندھے
منظّم قاتلوں نے آج مقتل میں پرے باندھے
ہزار افراد تھے اس لشکر اسلام دشمن میں
مسلح، تُند خو ڈوبے ہوئے دریائے آہن میں
جھلم آہن کے خود آہن کے چار آئینے آہن کے
سر آہن کے ۔ دل آہن کے مکدر سینے آہن کے
منڈھے تھے حلقہ ہائے آہنیں سے آہنیں شانے
چڑھے تھے کہنیوں تک سر بسر آہن کے دستانے
تبرہائے سیہ رو گرز ہائے گاؤ سر آہن
نیاموں کے شکم نیزوں کے پھل تیروں کے پر آہن
یہ ڈھالیں او زرہیں اور خنجر اور تلواریں
کھڑی کر دی تھیں گویا ریت پر لوہے کی دیواریں
تعالی اللہ یہ نرغہ تھا اک جان محمدؐ پر
نہ تھی اُن کی نگہ شاید نگہبان محمدؐ پر
محمدؐ جس کے دم سے تھی یہ ساری عالم آرائی
تھی جس کی ذات پاک ایجاد کُن کی علت غائی
محمدؐ ہاں جسے دنیا و دیں کا پیشوا کہیے

خدا کی کشتی ارض وسما کا ناخدا کہئے
جو باطل کے اسیروں کو رہائی دینے آیا تھا
جو گمراہوں کو درس رہنمائی دینے آیا تھا
مقدر تھی نجات دو جہاں جسکے وسیلے سے
اُسے ہونا پڑا دو چار اپنے ہی قبیلے سے
یہ قاتل برسر پیکار تھے سردار علام سے
یہ نقشہ دیکھ کر پیر فلک خم ہوگیا غم سے
یہ ڈر تھا ربع مسکوں اپنے مرکز سے نہ ہٹ جائے
کہیں جوش الم سے سینہ گیتی نہ پھٹ جائے

نور و ظلمت آمنے سامنے

کھڑے تھے رو برو صف بصف حق صف بصف باطل
اِدھر حق سر بکف موجود اُدھر خنجر بکف باطل
اِدھر وہ جن کے دم سے ہوگیا اسلام پائندہ
اُدھر کفار کی دنیا کا ہر کافر نمائندہ
عیاں تھا ایک جانب نور ظلمت دوسری جانب
صفائے قلب اک جانب کدورت دوسری جانب
صداقت ایک جانب اور طاقت دوسری جانب
اِدھر مسلم اُدھر مشرک اِدھر مومن اُدھر کافر
پدر مسلم پسر مشرک پسر مومن پدر کافر
اِدھر تقدیر پر شاکر۔ اُدھر تدبیر تکیہ
اِدھر فضل خدا پر ناز۔ اُدھر شمشیر پر تکیہ
نہ دیکھا تھا کبھی خورشید نے پہلے یہ نظارا
اِدھر ایمان صف آرا۔ اُدھر شیطان صف آرا
تصادم ہونے والا تھا صفا میں اور کینے میں
ہوا رک گئیں جس طرح دم رک جائے سینے میں

تشریح:

۱۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ

ترجمہ: جو لوگ باہم لڑے ان میں تمہارے لئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔ ایک خدا کے راہ میں لڑ رہا تھا دوسرا خدا کے خلاف۔

لے ہر شخص اپنے مقابل اپنے بھائی بندوں اورعزیزوں کو پاتا تھا ۔ (خاتم المرسلین)

رحمتہ للعالمین کا تاثر اور نصرف حق کی طلب

نظر آتے تھے مردان خدا کل تین سو تیرہ
جنہیں میدان میں شیطان کے لشکر نے آگھیرا
نہتے تین سو تیرہ مگر پتلے تھی غیرت کے
علم بردار تھے یہ ایک غیرتمند اُمت کے
کھڑے تھے اس طرح اُس لشکر کذاب کے آگے
چٹانیں ڈٹ گئی ہوں جس طرح سیلاب کے آگے
صحابہ کو جو دیکھا محو ذوق جاں سپاری میں
سر سردار علام جھک گیا درگاہ باری میں
طبیعت پروہی کیفیت رقت ہوئی طاری
کہ جس سے جز پیمبر ہر بشر کا قلب ہے عاری
وہ جس کے گھر قبولیت مرادیں مانگنے آئے
وہی اس وقت سجدے میں پڑا تھا ہاتھ پھیلائے
بہت نازک تھیں یہ باہم نیازو نازکی گھڑیاں
لئے تھی دو صدف دردانہ ہائے اشک کی لڑیاں
قریب سجدہ گہ صدیقؓ محو اشکباری تھے
لب محبوبؐ پر اس وقت یہ الفاظ جاری تھے
الٰہی یہ تیرے بندے ہیں تیری راہ میں حاضر

ہوئے ہیں سر بکف ہو کر شہادت گاہ میں حاضر

تیرے پیغام کی آیات ہیں جن کی زبانوں پر

مدار قسمت توحید ہے ان چند جانوں پر

اگر اغبار نے اِن کو جہاں سے محو کر ڈالا

قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا

آلٰہی اب وہ عہد لیلۃ المعراج پورا کر

محمدؐ سے جو وعدے ہو چکا ہے آج پورا کرے

تشریح:

لے آنحضرت پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی ۔عالم بیخودی میں چادر شانہ مبارک پر سے گر گر پڑتی تھی ۔سجدے میں جھک کر خدا کا پکارتے تھے اور اس بیضا کے لئے نصرت طلب فرماتے تھے (صحیح و بخاری)

فوج دشمن میں طبل جنگ

اِدھر محو دعا سجدے میں تھا اسلام کا ہادیؐ

اُدھر نقارہ جنگی سے گونجی بدر کی وادی

علمداران فوج کفر نے کھولا نشانوں کو

یہ اذن جنگ تھا جنگ آزمودہ پہلوانوں کو

نظر بوجہل نے ڈالی قریشی نیزہ داروں پر

کہ یہ بھپرا ہوا شیطان افسر تھا سواروں پر

دکھائی اپنی اپنی شان سرداوران خود سر نے

اشارے پا کے سب رہو بگدھریاں لگے کرنے

علمبردار کے ناپاک لب سے کرنا چیخی
اور اس کی چیخ سے بے اختیاری میں ہوچیخی
پیادوں نے بھی تن کو کھینچ لیں تیغیں نامیوں سے
یہ تیغیں خود غضب کے جوش میں باہر تھیں جاموں سے
شجاعت اور جوانمردی عیاں کرنے کا وقت آیا
مقدر آزمانے مرانے مرنے کا وقت آیا

تشریح:

لے اے میرے خدا اپنے وعدوں کو پورا کر۔ اے میرے خدا اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج اس میدان میں ہلاک ہوگئی تو دنیا بھر میں تجھے پوجنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

قرشی سپہ سالار کی مبارزطلبی

یکایک فوج دشمن پاپیادہ ہوگئی ساری
کہ سرلشکر نیکر لی تھی پہل کرنے کی تیاری
سپہ سالار عتبہ جنگ کے ارمان میں نکلا
علی الرغم ابوجہل آپ خود میدان میں نکلا
برادر اور بیٹا دائیں بائیں ساتھ ساتھ آئے
تمنا تھی کہ پہلی فتح ہم تینوں کے ہاتھ آئے
محمدؐ کے صحابہ کو بہت کمزور ساپاکر
کیا نعرہ سپہ سالار نے میدان میں آکر
کہ میں ہوں عتبہ عتبہ بن ربیعہ جانتے ہو تم!

میں کیا ہوں کون ہوں اچھی طرح پہچانتے ہو تم!
میرا بیٹا ولید اور بھائی شیبہ ساتھ ہیں میرے
یہ دونوں میرے بازو ہیں یہ دونوں ہاتھ ہیں میرے
ہمیں تم تول لو یا دگذشتہ کے ترازو سے
کہ ناواقف نہیں دنیا ہمارے زور بازو سے
اگر تم میں سے کوئی حوصلہ رکھتا ہو مرنے کا
جسے ارمان ہو نا شاد دنیا سے گذرنے کا
ہماری تیغ کا مدمقابل بن کے آب جائے
ہماری ضرب سہہ جانے کے قابل بن کے آجائے
اُدھر ھل من مبارز کی صدائے گونج اٹھا میداں
عریشے میں اُدھر محو دعا تھے ہادیؐ دوراں
جناب حضرت صدیقؓ تھے پہلو میں استادہ
نظر آنے لگے دشمن انہیں لڑنے پہ آمادہ
گذارش کے مرے ماں باپ قرباں یارسولؐ اللہ
کیا کفار نے اقدام میداں یارسولؐ اللہ
ہوا ہے آکے میدان وغا میں لاف زن عتبہ
دکھاتا ہے مسلمانوں کو تن کر بانکپن عتبہ
غلاموں کیلئے کیا ہے رضا محبوبؐ باری کی
اجازت سرفروشوں کو بھی ہو میدان داری کی
جبین پاک سجدے سے اُٹھا اے سرور عالمؐ!
خدا وعدہ وفا فرمائے گا اے سرور عالمؐ!

ابھی لب ہی پہ تھی یہ التجا صدیقؓ اکبر کی
کہ سجدے سے اٹھی پرنور پیشانی پیمبرؐ کی
وہی آنکھیں وہی آثار تھے صبح تبسم کے
وہی لب تھے وہی اسرار قرآنی تکلم کے
لب روح الا میں سے مژدہ فتح المبین پایا
تو اپنے جاں نثاروں میں امام المرسلین آیا

تشریح:

جس وقت تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے پس اُس نے تمہاری فریاد سنی اور فرمایا کہ ہم (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۸۴)

انصار کا اقدام میدان اور قریش کا غرور نسب

بلا گرداں تھا صلح و امن کے پیغام کا جھنڈا
لئے تھے آج مصعب بن عمیر اسلام کا جھنڈا
مبارز کی طلب واضح ہوئی فخر رسالتؐ پر
تو رقت آگئی حضرت کو عتبہ کی جہالت پر
اجازت جنگ کی مانگی ادھر سے بوحذیفہؓ نے
کہ چاہا دو بدو ہونا پدر سے بو حذیفہ نے
رسول اللہ نے ان کو بشفقت منع فرمایا
پسر مارنے پدر کو یہ نہ رحمت کو پسند آیا
مگر میداں میں نعرے مارتا تھا پے بہ پے عتبہ
مبارز کیلئے للکارتا تھا پے بہ پے عتبہ

ہوئی جنبش لوا کو مل گیا اب اذن سرکاری
تو مردان خدا کی صف سے نکلے تین انصاری
خُدا کی راہ میں اغیار سے بیخوف تھے تینوں
یہ غیر تمند عبداللہؓ معاذؓ عوف تھے تینوں
مگران کو مقابل دیکھر عتبہ یہ چلایا
کہ میں یثرب کے چرواہوں سے لڑنے کو نہیں آیا
پکارا اے محمدؐ بھیج میرے ہم نبردوں کو
نہ کر ان کا شکاروں کے مقابل شیر مردوں کو
سنا ہے اس نرالی فوج میں قرشی بھی شامل ہیں
وہ آجائیں اگر ہم رتبہ و مدمقابل ہیں

بہادرانِ بنی ہاشم کا میدان میں نکلنا

یہ مغرور نہ آوازہ سنا مختارِ صادق نے
مساوات و اخوت کے علمبردار صادق نے
ہوا دل درد مندانساں کی بیہودہ سرائی پر
غرور امتیاز رِنگ و خوں کی خود نمائی پر
ہوا ارشاد۔ اچھا آل ہاشم جنگ کو نکلے
دفاع گردن افراز اِن خون و رنگ کو نکلے
اشارا کر دیا ہادی نے انصاری پلٹ آئے
معاذ عوف و عبداللہ اپنی صف میں ہٹ آئے
بڑھے اب ابن عبدالمطلب شیر خدا حمزہؓ

امیر قوم عم مصطفےٰ اور مرتضےٰؑ ، حمزہؓ
عبیدہؓ اور علیؓ مرتضیٰ نکلے میعت میں
کہی تکبیر اہل اللہ نیجوش حمیت میں
بڑھے شیروں کی صورت سوئے میدان و غانئیوں
علیؓ حمزہؓ عبیدہؓ اولیا مصطفےٰ تنیوں
خدائے پاک کی مدع و ثنا کرتے ہوئے نکلے
رجز پڑھتے ہوئے وحدت کا دم بھرتے ہوئے نکلے

مبارزین کی نوک جھوک

ولید و عتبہ و شیبہ کھڑے تھے مستعد تنیوں
بہم تنیوں کی پشتیبان و مسازومدتنیوں
پکارا عتبہ اچھا تم قریشی ہو تو آجاؤ
قریب آنے سے پہلے اپنا اپنا نام بتلاؤ
کیاحمزہؓ نے نعرہ حمزہؓ ہوں میں شیر رب ہوں میں
مجھے تم جانتے ہوا بن عبدالمطلب ہوں میں
میرے ساتھی جودونوں ہاشمی غیرت کے وارث ہیں
علیؓ ابن ابی طالب عبیدہؓ ابن حارث ہیں
کہا عتبہ نیہاں تم محترم ہو ۔ اور ہمسر ہو
فقط ہتھیار کم ہیں ورنہ رتبے میں برابر ہو
بہت اچھا ہوا ۔ تم نے کے اقدام مرنے کا
مزا آئے گا ہم کوبھی تمہارے قتل کرنے کا

کہا حمزہؓ نے عتبہ فائدہ کیا لاف کرنے سے
جو تلواریں اٹھاتے ہیں نہیں ڈرتے وہ مرنے سے
یہ باتوں کا نہیں ہنگام جوہر کوئی دکھلاؤ
ابھی سب حال کھل جائے گا آؤ سامنے آؤ

انفرادی جنگ کا منظر

یہ طعنہ سن کر غصّے میں بہو کا بن گیا عتبہ
بدل کر پینترا حمزہؓ کے آگے تن گیا عتبہ
ولید آیا علی المرتضٰے پر فتح پانے کو
بڑھا شیبہ عبیدہؓ کی طرف جرأت دکھانے کو
غرض اب قتل و خونریزی پہ مائل ہو گئے تینوں
مقابل پا کے تینوں کو مقابل ہو گئے تینوں
اُدھر بھی برق کی مانند شمشیریں نکل آئیں
ادھر بھی کاتبِ قدرت کی تحریریں نکل آئیں
دو لشکر اس طرح حیراں تھے جیسے جاں نہیں تن میں
زمیں پر بجلیاں سی کوندتی تھیں روزِ روشن میں
دو جانب سے نگاہیں جم گئیں جنگ آزماؤں پر
اُدھر بازو کے بل پر ناز ۔ اِدھر تکیہ دعاؤں پر

حضرت حمزہؓ اور عتبہ کا مقابلہ

یکا یک سب نے دیکھا کھینچ لی تلوار عتبہ نے
کیا حمزہؓ کے سر پر ایک کاری وار عتبہ نے

جناب حمزہؓ نے تلوار پر تلوار کو روکا
سبک دستی سے تھپکی دے کے مہلک وار کو روکا
نظر آیا نہ کچھ اک جھنجناہٹ کی صدا ئی
اُڑیں چنگاریاں تلوار سے تلوار ٹکرائی
ذرا مہت جو پائی ایک پل دھاوے سے حمزہؓ نے
لیا دشمن کو بڑھ کر تیغ فرخ فال کے نیچے
مگر عتبہ نے سر اپنا چھپایا ڈھال کے نیچے
صدا تکبیر کی آئی ۔ زمین بدر تھرائی
پلک جھپکی کھلی آنکھیں تو یہ صورت نظر آئی
پڑا تلوار فولادی سپر کے ہوگئے ٹکڑے
سپر سے تا بہ سر پہنچی تو سر کے ہوگئے ٹکڑے
گلو میں بھی نہ اٹکی سینہ کا ٹاول جگر کاٹا
لہو چاٹا جگر کا بند زنجیر کمر کاٹا
گلے کے ہار زنجیروں کی لڑیاں کاٹ کر نکلی
زرہ بکتر کے بندھن اور کڑیاں کاٹ کر نکلی
یہ تیغ حمزہؓ تھی دعوے تھے اسکو خاکساری کے
زمیں پر آرہی کر کے دو ٹکڑے جسم ناری کے
یہ برق نور تھی باطل کا قصہ پاک کر آئی
گری یک لخت اور دولخت کر کے خاک پر آئی
گری جب خاک پر دو ٹکڑے ہو کر لاش خودسر کی
دہان شیر سے نکلی صدا اللہ اکبر کی

صف مران غازی نے کہیں اک ساتھ تکبیریں
قلوب اہل باطل پر گریں حسرت کی شمشیریں

حضرت علیؓ اور ولید کا مقابلہ

اُدھر حمزہؓ کے ہاتھوں عتبہ فرش خاک پر لیٹا
علیؓ سے تھا ادھر تیغ آزما مقتول کا بیٹا
پدر کے خون سے منہ ہو گیا غصے میں لال اس کا
بھڑک اُٹھا بدن پر مثل شعلہ بال بال اس کا
علم کی او جوکس ہو کے تیغ آبدار اُس نے
کئے بڑھ کر سنبھل کر پے بہ پے سات آٹھ وار اس نے
علیؓ اس شان سے رو کر رہے تھے اس کے واروں کو
کہ ہوتا تھا تعجب نوجواں پر پختہ کاروں کو
کبھی رد کر دیئے جھک کر کبھی خالی دیئے ہٹ کر
یہ آگے بڑھ کر منہ پر آ گئے وہ رہ گیا گھٹ کر
زرہ بکتر کو الجھن چار آئینوں کو سکتہ تھا
مگر عتبہ کا بیٹا وار کرنے سے نہ تھکتا تھا
یکا یک وار خالی دے کے حیدرؓ کو جلال آیا
کہ نازک وقت گذرا جارہا ہے یہ خیال آیا
کیا نعرہ ہمارا بھی تو لے اک وار اور کافر!
سنبھل دیکھ آئی یہ اللہ کی تلوار او کافر!
صدائے شیر حق سے چھائی ہیبت قلب دشمن پر

سپر اُٹھنے نہیں پائی کہ آئی تیغ گردن پر
نہ پائی دیکھنے والی نگاہوں نے بھی آگاہی
کب اُٹھی کب گری کیسے پھری تیغ یداللٰہی
عجب بجلی تھی چمکی اور چمکتی ہی نظر آئی
زر خالص تھی کندن سے دمکتی ہی نظر آئی
کمال ضرب پر حمزہؓ کے منہ سے مرحبا نکلی
صف اسلام سے اللہ اکبر کی صدا نکلی
نوید فتح ٹکرائی زمینوں آسمانوں سے
کہ اُترا بارسر اک ہستی باطل کے شانوں سے
ملا یہ پھل حریف بازوئے شیر خدا ہوکر
زمیں پر جاپڑا سر اک ہستی باطل کے شانوں سے
سر بے تن اُدھر لڑھکا تن بے سر اِدھر لوٹا
ملا مٹی میں وہ بھی اور یہ بھی خاک پر لوٹا

حضرت عبیدہؓ کا شیبہ کے ہاتھ سے زخم کھانا

نظر آئیں جو یہ دو ضربتیں مردان عالم کی
تو چھائی روئے باطل پر سیاہی غصہ وغم کی
عبیدہؓ کر رہے تھے ضربت حیدر کا نظارا
کہ شیبہ نے عقب سے ہاتھ اک تلوار کا مارا
چمک دیکھی تو پھرتی سے عبیدہؓ نے بھی رخ موڑا
اجل نزدیک پائی پھر بھی دشمن کو نہیں چھوڑا

لگایا ہاتھ شانہ کر دیا بے کار دشمن کا
مگر پنڈلی کے اوپر پڑ چکا تھا دشمن کا
علیؓ و حمزہؓ نے دیکھی جو شیبہ کی دغا بازی
عبیدہؓ کی مدد کرنے کو آئے دوڑ کر غازی
نظر آئے تڑپتے اس طرف نوری اُدھر ناری
اِدھر بھی ضرب تھی کاری اُدھر بھی ضرب تھی کاری
نظر آئے تڑپتے اس طرف نوری اُدھر ناری
اِدھر بھی ضرب تھی کاری اُدھر بھی ضرب تھی کاری
بیک ساعت کیا شیبہ پہ اک اک وار دونوں نے
کیا فی الفور اس ناری کو بھی فی النار دونوں نے
اتارے اسلحہ تینوں کے یہ بھی ایک صورت تھی
کہ مردوں سے زیادہ انکی زندوں کو ضرورت تھی
غنیمت لے کے مقتولوں کی جنگی سازوں ساماں سے
اٹھا کر لے چلے زخمی عبیدہؓ کو بھی میداں سے
سروں پر اُنکے سایہ مہر خاور کرتا جاتا تھا
شعاعیں انکے قدموں پر نچھاور کرتا جاتا تھا

حضرت عبیدہؓ کی شہادت پر رسول ﷺ اللہ کی مہر تصدیق

پلٹ کر جب صف اسلام میں شیر خدا آئے
رسول اللہ کے قدموں میں زخمی شیر کو لائے
یہ مہلک زخم تھا ہڈی کا گودا بہتا جاتا تھا

نکلنے سے لہو کے قلب خالی رہتا جاتا تھا

عبیدہؓ نے ادب سے عرض کی جوش ارادت میں
حضور اب فیصلہ کیا ہے مرے باب شہادت میں

رسولؐ پاک نے ان کی شہادت پر گواہی دی
انہیں تہنیت خوشنودی ذات الٰہی دی

عبیدہؓ نے یہ سن کر رکھ دیا سر پائے ہادیؐ پر
بسی آنکھوں میں جنت پھر نظر ڈالی نہ وادی پر

فلک سے نور برسا دل پہ راحت ہوگئی طاری
ہوا کلمہ شہادت کا زبان پاک پر جاری

فوج دشمن کا خوف زدہ ہونا

اُدھر ہلچل پڑی تھی لشکر شیطان کے اندر
کہ کھوئے تین سرداران قوم اک آن کے اندر

جو ہتھیاروں سے سج کر اونچی بن بن کے آئے تھے
بڑے دعووں سے نکلے تھے بہت تن تن کے آئے تھے

بوقت حملہ تھے جن کے دماغ افلاک کے اُوپر
پڑے تھے اب وہی بیجان ہو کر خاک کے اُوپر

بظاہر بے سروساماں تھے ان کے مارنے والے
نہ انکے بر میں زرہیں تھیں نہ انکے ہاتھ میں بھالے

سپر کا بھی اسی تلوار ہی سے کام لیتے تھے
مگر ہر ضرب پر اپنے خدا کا نام لیتے تھے

یہ منظر کوف سے دیکھا گیا فوج مقابل میں
کہ اک ساعت نہ جنبش تک ہوئی موج مقابل میں

ولید و عتبہ و شیبہ یہ تینوں جان لشکر تھے
سپہ سالار لشکر اور سرداران لشکر تھے

قریشی فوج کو یہ ناز تھا ان کی شجاعت پر
کہ بھاری ہیں یہ تینوں فرد اسلامی جماعت پر

توقع تھی نہتوں کو بھگا کر آئیں گے تینوں
کسے معلوم تھا یوں مار ڈالے جائینگے تینوں

نظر آیا کہ اک اک زخم کھا کر مرگئے تینوں
بڑے خونخوار تھے اپنے ہی خوں میں بھر گئے تینوں

پسینے آگئے، چھایا صفوں پر ایک سناٹا
کہ زنگ آلود تلواروں نے سرداروں کا سر کاٹا

بہت سے گالیاں دینے لگے اپنے خداؤں کو
کہ نامردوں نے یوں کٹوادیا تیغ آزماؤں کو

ہوئے مقتول اُن ہاتھوں سے جن پر تھے نہ دستانے
کوئی سمجھے تو کیا سمجھے، کوئی مانے تو کیامانے

یہ منظر دیکھ کر دل ہی میں پچھتانے لگا کوئی
دبکنے جی چرانے اور کترانے لگا کوئی

تشریح:

لے زخمی عبیدہ کو کندھے پر اٹھا کر رسولؐ اللہ کی خدمت میں لائے عبیدہ نے آنحضرت سے پوچھا کہ میں دولت شہادت سے محروم رہا۔ آپ نے فرمایا نہیں تم

نے شہادت پائی۔عبیدہؓ نے کہا آج ابو طالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں۔

ونسلمه حتی نصرع حوله

وتزهل عن ابناء نا و الحائل

ہم محمدؐ کو اس وقت دشمنوں کے حوالے کریں گے جب اُن سے لڑ لڑ کر مر جائیں اور ہم محمدؐ کیلئے بیٹوں اور بیبیوں کو بھول جاتے ہیں۔

؎ عبیدہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکے بدر سے واپسی پر راہ میں انتقال فرمایا (خاتم النبیین) ارشاد رسالت پورا ہوا۔اس لئے کی تھوڑی ہی دیر بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔(خاتم المرسلین)

ابوجہل کی تقریر

یہ صورت دیکھ کر بوجہل نے اس فوج کو ڈانٹا
کہا، اے قوم عتبہ تھا ہماری راہ میں کانٹا!
بہم ترتیب لشکر میں تو ہم نے عرقریزی کی
مگر عتبہ نے تنہا جا کے لڑ مرنے میں تیزی کی
یہ تینوں پہلواں مارے گئے اپنی جہالت سے
تو کیا اب ہم بھیمر جائیں اسی شرم و خجالت سے
تمہارے پاس بھالے ہیں تمہارے پاس ڈھالیں ہیں
فنون جنگ ہیں سامان ہے۔قوت ہے چالیں ہیں
وہ کیا ہیں چند کس فاقہ زدہ مزدور ناکارے
کہاں تک چھپتے پھرتے تھے تمہارے خوف کے مارے

تمہارے ساتھ ہیں اس وقت نو سو ساٹھ تلواریں
تمہارے پہلوانوں کو تمہارے سامنے ماریں
کھڑے تم دیکھتے ہو تم کو غیرت کیوں نہیں آتی
غضب ہے قتل عتبہ پر بھی چھاتی پھٹ نہیں جاتی
تمہاری اس قدر تعداد ہے شوکت ہے کثرت ہے
اگر اس پر بھی نامردی دکھا جاؤ تو لعنت ہے
مبارز کے طلب کرنے کی حاجت ہی نہیں ہم کو
انہیں لڑنے کا موقع دیں ضرورت ہی نہیں ہم کو
ارے ہم ان مسلمانوں کو کچا ہی چبالیں گے
کچل ڈالیں گے ان قدموں کے نیچے پیس ڈالیں گے
یہی وہ ہیں جنوں نے دین آبائی سے منہ موڑا
ہمارے اور اپنے باپ دادوں کا چلن چھوڑا
محمدؐ نے ہمارے ان کے رشتے قطع کر ڈالے
یہ سب ہیں ایک ان دیکھے خدا کے دیکھنے والے
یہ سجدے کرنے والے کیا لڑیں گے سر بلندوں سے!
انہیں ہم لے چلیں گے باندھ کر اپنی کمندوں سے
شکنجوں میں کسیں گے قینچیوں سے کھال اُتاریں گے
محمدؐ کیا۔ محمدؐ کے خُدا کو بھول جائیں گے
اکٹھے مل کے اک دھاوا کرو اے جنگجو مردو
بڑھو اب ایک ہی ریلے میں سب کو کاٹ کر دھر دو
ہبل کے جاں نثار ولات وعزیٰ کے پرستارو

بڑھو حملہ کرو مارو۔ بڑھو حملہ کرو مارو

تشریح:

۱ دیکھو طبری وغیرہ

قریش کا عام دھاوا

کیا جوش و غضب کو مشتعل اس شعلہ باری نے
لگا دی ناریوں کو آگ آتشباز ناری نے
ہوا ہیجان پیدا آتش نمرود میں گویا
چنگاری پڑ گئی اس تو وہ بارود میں گویا
اُٹھا سودا شروں میں قتل کر دوسر اُتارو کا
ہوا اِک حشر بر پا پکڑو پکڑو مارو مارو کا
پڑیں نقارہ جنگی پہ ضربیں طبل پر تھاپیں
زمیں دھنسنے لگی گھوڑے لگے جن مارنے ٹاپیں
سنانیں تن گئیں تغیں ۱ اٹھیں ۔ تیروں نے پر تولے
بڑھیں ساری بلائیں جانب جنگاہ منہ کھولے اُڑی
پھر ٹھوکروں سے ریگ صحرا گرد ہو ہو کر
چھپایا با رہا خورشید نے منہ زرد ہو ہو کر
فرشتے غرق حیرت تھے اُدھر عرشی ادھر فرشی
نظر آتا تھا لوہے کا سمندر لشکر قریشی
نہتوں پر عیاں کرنے کو رعب و داب کی صورت
اُٹھا طوفان کی صورت بڑھا سیلاب کی صورت

مسلمانوں کا ربط وضبط اور فرمان پیغمبرؐ

اُدھر بڑھتے چلے آتے تھے پیدل بھی رسالے بھی
صفیں باندھے کھڑے تھے دھوپ میں اللہ والے بھی
کھڑے تھے صبح سے پہلو بدلتے نہ تھکتے تھے
نگاہیں سامنے تھیں دوسری جانب نہ تکتے تھے
سکون وضبط کی تصویر سنو لائے ہوئے چہرے
وہ چہرے جن پہ قرباں ہو رہے تھے نور کے سہرے
عرق آلود تھیں پیشانیاں قطرے ڈھلکتے تھے
مقدس داڑھیاں تھیں جمیں موتی سے جھلکتے تھے
گدائی میں بھی حاصل شوکت شاہانہ تھی ان کو
کھڑے تھے اس طرح جیسے کوئی پروانہ تھی انکو
قریشی فوج نے ڈالی جو طرح جنگ مغلوبہ
کیا کثرت نے قلت کو مٹا دینے کا منصوبہ
تو یدکھا جانب ہادیؐ کامل دیں پناہوں نے
اجازت صف سے بڑھنے کیلئے مانگی نگاہوں نے
یم کفار جب یکبار گی بڑھتا نظر آیا
تو اپنے ساتھیوں سے مرشدؐ کامل نے فرمایا
ابھی قائم رہو اپنی صفوں میں اے خرد مندو
نظر اپنی رکھو اللہ پر اللہ کے بندو
بچائے گا اسی کا ہاتھ اِن شمشیر گیروں سے

قریب آئیں تو اس حملے کو روکو اپنے تیروں سے
صفوں میں ابری آنے نہ پائے اے جو انمر دو
تحمل کے فرائض اپنی جانب سے ادا کر دو

تشریح:

لے قریش کی فوجیں اب بالکل قریب آگئیں ۔تاہم آپ نے صحابہ کو پیش قدمی سے روکا اور فرمایا کہ جب دشمن پاس آجائیں تو تیر سے روکو۔(سیرت النبی)

مسلمانوں کی تیراندازی

نبیؐ کا حکم کردم نہار اصبر کوشوں نے
اُتاریں اپنے کندھوں سے کمانیں دلق پوشوں نے
کمانیں کیا تھیں گیلی لکڑیاں لے کر جھکالی تھیں
بندھی تھیں رسیاں ان میں مگر چلوں سی خالی تھیں
کمانوں کو جھکایا ۔ تیر جوڑے تیر بھی کیا تھے
کہ اکثر تیر سو فاروں سے بھی قطعاً معرّا تھے
بظاہر تیر بھی ایسے ہی ایسی ہی کمانیں تھیں
سلاح جنگ کیا بس دل ہی دل جانیں ہی جانیں تھیں
اُدھر پُتلا تھا ہر بے پیر شیخ و شاب لوہے کا
اٹڈتا دوڑتا آتا تھا اک سیلاب لوہے کا
اِدھر تیرو کماں کی شکل ہو کر تن گئے تنکے
زمیں پر غیرت سدِ سکندر بن گئے تنکے
اُدھر بھونچال کی سی چال سے دھرتی دھمکتی تھی

غبار اُڑتا تھا جس میں برق رہ رہ چمکتی تھی

اِدھر اب تک کوئی جنبش نہ تھی اللہ والوں میں
کوئی اندیشہ باطل نہ تھا ان کے خیالوں میں

مگر بو جہل جب حد سے بڑھالایا لعینوں کو
بڑھیں نیزوں کی انیاں تاک کر پُر نور سینوں کو

یہ سرکش بڑھتے بڑھتے جس گھڑی سر ہی پہ آپہنچے
ستمگر، راہزن اسلام کے گھر ہی پہ آپہنچے

تو اسلامی کمانداوں نے بھی تا کا نشانوں کو
چڑھا کر تیر گھٹنے ٹیک کرتا نا کمانوں کو

دکھائی دستہائے چپ نے راہ راست منزل کی
نگاہوں نے لگائی شست چشم و سینہ و دل کی

ملے جب دستہائے راست خم ہو ہو کے شانوں سے
صدا یکبار بسم اللہ کی نکلی زبانوں سے

کمانوں سے نکل کر تیر یوں سوئے ہدف جھپٹے
فضا میں جسطرح شہباز چڑیوں کی طرف جھپٹے

یہ فوج روسیہ بھپرے ہوئے فیلوں کا لشکر تھا
مگر تیروں کی بارش بھی ابابیلوں کا لشکر تھا!

ہوا میں سنسناہٹ سی ہوئی پھر یہ نظر آیا
کہ تنکوں نے پلٹ دی بڑھنے والی موج کی کایا

نہ کترائے نہ موڑا نہ زخم کھاتے نظر آئے
یہ چوبی تیر تھے فولاد کی زرہوں میں در آئے

بہت سے پار اُترے جوئے خون دل سے منہ دھوکر
بہت سے رہ گئے سینوں کے اندر غرق ہوہو کر
تھے اکثر جسم بھی زرہیں بھی اور ملبوس بھی دہرے
مگر تیروں نے گھس کر توڑے ڈالے پشت کے مہرے
بھڑک کے اُٹھے جو مرکب راکبوں کی پڑیاں ٹوٹیں
رکابیں پھنس گئیں پیروں میں باگیں ہاتھ سے چھوٹیں
جو سب سے آگے آگے آرہے تھے جوش میں بھر کر
گرے اُن میں سے اکثر زخم کھا کر اور مرمر کر
ہوئے پیوست یہ ناوک جہاں پائی جگہ تن میں
شکم میں۔آنکھ میں رخسار میں شانے میں گردن میں
زمیں پر آرہے اسوار گھوڑوں نے جو رُخ موڑے
صفیں اپنی ہی اپنے ہی پیادوں کی پرے توڑے

تشریح:

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ط---

لے اے پیغمبر کیا تم نے نظر نہیں کی کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ اُس نے انکے داؤ غلط نہیں کر دیئے؟ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے جوان پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو کھائی ہوئی خوید کی طرح (تباہ) کر دیا۔

جنگِ مغلوبہ

صفوں کی براہمی کا دیکھ کر یہ طرف نظارا
غضب میں بھر گیا ابوجہل پھر لوگوں کا للکارا
ہبل کے نام کی غیرت دلائی بت پرستوں کو
اکٹھا کرکے پھر آگے بڑھایا چیرہ دستوں کو
نئے وعدے کئے ہمت بندھای پہلوانوں کی
مسلمانوں کی جانب پھیر دیں نوکیں سنانوں کی
ہوئی پامال ضبط ودرگذر کی آخری حد بھی
بڑھے اب اِذن پاکر جاں نثار اِن محمدؐ بھی
قتالِ جنگ مغلوبہ کے ساماں ہوگئے آخر
حق و باطل بہم دست وگریباں ہو گئے آخر
دکھائی رزمگہ میں شانِ اسلامی دلیروں نے
دبو چارا کبوں کو مرکبوں سے تندشیروں نے
نہتے گھ گئے بیباک ہو کر تیغ والوں سے
نہ دھمکی سے ڈرا کوئی نہ گرزروں سے نہ بھالوں سے
لگی مظلوم و ظالم میں غضب کی کشمکش ہونے
زمیں پامال ہو کر خون کے آنسو لگی رونے
جو نیزوں کے نشانوں پر تھے کھیلے اپنی جانوں پر
سنانوں کو بچایا ہاتھ دوڑایا بنانوں پر
کسی کا جسم لاغر ہو گیا زخموں سے صد پارا

کسی نے چھین کر نیزہ اسی بے دین کو مارا
ضعیفوں کو حریفوں ہی سے حاصل ہو گئیں تیغیں
لپٹ کر اس طرح بازو مروڑے چھین لیں تیغیں
یہ تیغیں مثالِ برق چمکیں اب علم ہو کر
لگے کرنے زمیں پر نخل تن سے سر قلم ہو کر

مجاہدین اسلام کی شجاعت

اِدھر فاقہ زدہ انسان اُدھر گا وان پرواری
ہوئی دونوں طرف سے کشت و خوں کی گرم بازاری
نمازیں پڑھنے والوں نے دکھائی وہ جو انمردی
کہ شان وحدت حق فوج کثرت پر عیاں کردی
کیا حمزہؓ نے دھاوا اس طرح قرشی جلیلوں پر
کسی جنگل میں جیسے شیر جا پڑتا ہے فیلوں پر
بہت بیباک تھی یہ تیغ اب کچھ اور چل نکلی
کبھی شانے پہ چمکی اور کبھی زیر بغل نکلی
کسی کی ڈھال کاٹی ہر سر گذری صدر تک پہنچی
بڑی خوبی ہی سے منشائے قضا و قدر تک پہنچی
کمر کو کاٹ کر اک تاری صابوں سے نکلی
اگر دامن سے الجھی صاف ہو کر خون سے نکلی
یہ سینے سے لہو قلب و جگر کا چاٹ کر آئی
زرہ کے دام بندھن اور حلقے کاٹ کر آئی

کبھی اس کا گلوتا کا کبھی اس کی کمر تاڑی
کبھی سیدھی گری آ کر کبھی ترچھی کبھی آڑی

جو افسر تھے انہیں آواز دے کر ٹوک کر مارا
جو بھاگے سامنے سے ان کا رستہ روک کر مارا

کہیں مولانا علیؓ کی تیغ جو ہردار کا غل تھا
خدا کے فضل سے شیر خُدا غالب علیٰ کل تھا

ہجوم اہل مکہ نے جدھر غلبہ ذرا پایا
جہاں انبوہ قرشی پہلوانوں کا نظر آیا

بڑھے مشکل شا للکار کر اِن بدنہادوں کو
لگے زیرو زبر کرنے سواروں کو پیادوں کو

مدد کرنے کو اپنے ساتھیوں کی بار بار آئے
کبھی سوئے یمیں جھپٹے کبھی سوئے یسار آئے

نہیب تیغ دامندار سے ہٹ ہٹ گئے کافر
مثال زنگ اس تلوار سے کٹ کٹ گئے کافر

گھڑی بھر میں جہاں کفار کا انبوہ بے حد تھا
کسی کے ہاتھ گم تھے اور کسی سر ندارد تھا

حضرت زبیرؓ اورابورکرش کا مقابلہ

زبیرؓ اس رنگ سے گھس کر لڑے گھمسان کے اندر
زمین پر لگ گئے کُشتیوں کے پشتے آن کے اندر

اگرچہ شانہ وبازو پہ کھائے زخم بھی کاری

اگرچہ چلتے چلتے بن گئی تلوار بھی آری [3]
مگر بھپرے ہوئے تھے دشمنوں کے طعن سُن سُن کر
خدا کے دشمنوں کو مارتے جاتے تھے چن چن کر
اچانک ایک مشرک پہلواں للکارا کر نکلا
اکڑ کر بلبلا کر اور نعرے مار کر نکلا
کہ نادانو مسلمانو شجاعت پر نہ اتراؤ
میں ہوں بوکرش تم سب مل کر میرے سامنے آؤ

تشریح:

[1] زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ رسول خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی صفیہ بن عبدالمطلب کے بیٹے ہیں ۔آپ کے والد عوام ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبرٰی کے سگے بھائی تھے ۔حضرت زبیر قدیم اسلام تھے ۔آپ سے پہلے صرف تین چار آدمی مسلمان ہوئے ۔آپ عشرہ مبشرہ میں ہیں ۔تمام غزوات میں آنحضرت کے ہمرکاب رہے ۔اور کارہائے نمایاں کیئے ۔

[2] حضرت زبیر نے اس معرکہ میں کئی کاری زخم کھائے ۔شانہ پر جو زخم تھا ۔اتنا گہرا تھا کہ اچھے ہو جانے پر اس میں انگلی چلی جاتی تھی ۔(سیرت النبی)

[3] حضرت زبیر جس تلوار سے لڑے تھے وہ لڑتے لڑتے کر گئی تھی ۔(سیرت النبی)

[4] سعید بن العاص کا بیٹا عبیدہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا صف سے نکلا اور پکارا میں بوکرش ہوں ۔۔۔۔۔حضرت زبیر اس کے مقابلے کو نکلے ۔(سیرت النبی)

نظر آیا کہ یہ انساں نہیں پُتلا ہے آہن کا
کوئی حصہ آنکھوں کے نظر آتا نہیں تن کا
بشر تھا، یا کہ تھا بیڈول سا اک ڈھول لوہے کا
چڑھا رکھا تھا جسنے تن کے اُوپر خول لوہے کا
کوئی حربہ ہو کیسے کارگر اس مرد آہن پر
کہ از سرتا پا فولاد کا ملبوس تھا تن پر
یہ کل آہن کی شاید ڈھل کے آئی تھی جہنم سے
زمیں پر اپنے پیروں چل کے آئی تھی جہنم سے
بڑھا سوئے مسلماناں جو یہ کافر رجز پڑھ کر
تو پھرتی سے زبیرؓ اسکے مقابل ہوگئے بڑھ کر
مزاحم پاک اپنی راہ میں اللہ والے کو
اُٹھایا یا مرد آہن پوش نے دیوزاد بھالے کو
مگر ہشیارو چابک دست تھا اللہ والا بھی
تھا خوش بختی سے اس کے ہاتھ اک چھوٹا سا بھالا بھی
اُدھر نیزہ چلا اس کا۔ اِدھر سے مرد غازی کا
لگے کرنے دو لشکر اب نظارہ نیزہ بازی کا
بہم ردو بدل سے جرائتیں دوسمت گرہیں
جھڑیں چنگاریاں دونوں سنانیں مل کے ٹکرائیں
پیاپے باندھتا تھا بندے کندے تولنے والا
مگر اُس سے زیادہ مستعد تھا کھولنے والا
بلا کے طعن تھے پر پیچ چوٹیں تھیں تکانیں تھیں

سنانیں تھیں کہ دو پھن دار سانپوں کی زبانیں تھیں

جما کر پینترا کر کے اشارا غازی نے
انی رکھتے ہی اک ہکہ جو مارا مرد غازی نے

ہوائی کردیا باطل کے نیزہ باز کا نیزہ
زمیں پر سر کے بل آیا غرور و ناز کا نیزہ

دکھائی کچھ کمی دشمن کے حیلے نے نہ طاقت نے
مگر نیزہ اڑا ڈالا زبیرؓ با لیاقت نے

نظر آئی جو شکل مرگ اس افتاد کے اندر
لرز کر رہ گیا دل سینہ فولاد کے اندر

قریشی پہلواں کے ہاتھ سے جب اُڑ گیا بھالا
تو ہٹ کر ہاتھ اُس نے قبضہ شمشیر پر ڈالا

مگر اب جاں نثار احمدؐ مرسل کی باری تھی
کہ برچھی ہاتھ میں تھی اور قضا کی سازگاری تھی

جھپٹ کر شیر نے اِک وار دشمن پر کیا کاری
جہاں آنکھوں کے دو سوراخ تھے برچھی وہاں ماری

سناں اس زور سے آہن کا چہرہ توڑ کر گذری
گھس چشم عدو میں کاسہ سر پھوڑ کر گذری

سر خود سے نے حق سے سرکشی کرنے کا پھل پایا
کہ پھل برچھی کا سر میں دوسری جانب نکل آیا

گرا فولاد کا پُتلا زمیں پر سرنگوں ہوکر
تکبر بہ گیا آنکھوں کے رستے موج خوں ہوکر

قفس کے ٹوٹنے سے طائر جاں اڑ گیا آخر
ادھر کھینچی جو برچھی زور سے پھل مڑ گیا[2] آخر
مگر ہاں یاد گار ضرب اسلامی رہی برچھی
بوقت جنگ دست راست کی حامی رہی برچھی
دو لشکر رہے تھے برسر میداں یہ نظارا
کہ آہن پوش انساں اک اشارے میں گیا مارا
صدائے نعرۂ تکبیر سے پھر گونج اٹھی وادی
کہ جس نے مشرکوں میں غیظ کی اک لہر دوڑا دی

تشریح:

چونکہ صرف دو آنکھیں نظر آتی تھیں۔تاک کر آنکھ میں برچھی ماری۔وہ زمیں پر گرا اور مر گیا۔(سیرت النبی)

[2] برچھی اس طرح پیوست ہوگئی کہ حضرت زبیر نے اس کی لاش پر پاؤں اڑا کر کھینچی تو بڑی مشکل سے نکلی۔لیکن دونوں سرے خم ہوگئے۔(سیرت النبی)

ہنگامہ کارزار

صدائیں دو طرح کی آج زیر آسماں گونجیں
بظاہر شور و غوغا مشرکوں کا دور تک پھیلا
دہائی خود ستائی اور ہلچل اور واویلا
صدائے طبل ۔ آواز رجز نعرے نقیبوں کے
بڑھاوے افسروں کے اور آوازے خطیبوں کے
درشت واشتعال انگیز طعن آمیز گفتاریں

بہم ٹکرا کے تلواروں کی تند اور تیز جھنکاریں
مدینے کے غریبوں کو ڈپٹ قرشی امیروں کی
کمانوں کے کڑکنے پر پھڑک پر وار تیروں کی
شباشپ خنجروں کی اور چقا چق برچھی بھالوں کی
پیاپے باہمی تکرار گرزوں اور ڈھالوں کی
وہ چیخیں زخمیوں کی بد دعائیں مرنے والوں کی
بتوں کے نام لیکر التجائیں ڈرنے والوں کی
ہوا میداں میں برپا ایک ہیبت ناک ہنگامہ
عجب پر ہول ہنگامہ عجب ناپاک ہنگامہ
مگر آواز حق اٹھتی تھی جب اس شور محشر میں
تو دب جاتا تھا سب کچھ نعرہ اللہ اکبر میں

تشریح:

لے یہ برچھی یادگار رہی یعنی حضرت زبیرؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ لی۔ پھر چاروں خلفا کے پاس منتقل ہوتی رہی۔ پھر حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کے پاس آئی۔ (سیرت النبیؐ)

گرمی جنگ اور ساقی کوثر کا فیض

فلک پر مہر جھنجلاتا ہوا معلوم ہوتا تھا
غضب کی آگ برساتا ہوا معلوم ہوتا تھا
مثال شعلہ اُڑتی تھی زمین بدر کی مٹی
یہ مٹی تھی کہ دھڑ دھڑ جل رہی تھی آگ کی بھٹی

معاذ اللہ تابش دھوپ کی سیلاب آتش کا
کہ جس کے سامنے ہو جائے زہرہ آب آتش کا
جب ایسی آگ لگی ہے نہیں اُٹھتا دھواں شاید
دھواں اُٹھ اُٹھ کے یا پھر بن گیا ہو آسماں شاید
طمانچے مارتے تھے آتش جھونکے ہواؤں کے
جل اُٹھتے تھے بدن زیر زرہ جنگ آزماؤں کے مگر
اس سے زیادہ آتشیں تھی آنچ تیغوں کی
سر میداں بہادر کر رہے تھے جانچ تیغوں کی
غضب کی آ چکی تھی خون انسانی میں طیغانی
کسی جانب نظر آتا نہ تھا میدان میں پانی
ہوئے تھے اسلحہ کفار کے تپ تپ کے انگارے
نکل آئی تھیں مونہوں سے زبانیں پیاس کے مارے
مزاج کائنات اس وقت محو شعلہ باری تھا
مگر ہاں رحمتہ للعلمیں کا فیض جاری تھا
وہی اک حوض تھا اس وقت ان لوگوں کی قسمت سے
مسلمانوں نے جس کا بھر لیا تھا آب رحمت سے
مروّت پوچھتی تھی نام مومن کا نہ کافر کا
کہ پینے دو یہ اذن عام تھا ساقی کوثر کا

حوض پر کفار کی چیرہ دستی

مگر کفار اس پر بھی دکھاتے تھے زبردستی

چڑھی تھی خود فراموشوں کو جام مرگ کی مستی
کہ ظالم پی چکے پانی تو پھر سر پھوڑتے دوڑے
تبرے لے کے پلٹے حوض ہی کو توڑنے دوڑے
نظر آیا جو احساں ناشناسی کا یہ نظارا
مسلمانوں نے بڑھ کر ان کو روکا اور للکارا
قریب حوض آ کر بڑھ گئی شدت لڑائی کی
بڑھادی آب نے کچھ اور حدت لڑائی کی
پڑا گھمسان کارن خُون کی ندی ہوئی جاری
بالآ حوض کے آگے سے پیچھے ہٹ گئے ناری

تشریح:

ساقی کوثر کا فیض عام تھا۔ اس لئے کہ دشمنوں کو بھی پانی پینے کی عام اجازت تھی ۔(سیرت النبی)

مسلمانوں کا ثبات واستقلال

نہتے تھے غلامان نبیؐ تعداد میں کم تھے
مگر اللہ والے تھے مگر مردان عالم تھے
یہ بے ساماں لڑے کچھ اس طرح سامان والوں سے
کہ ان کے ہاتھ رکتے تھے نہ خودوں سے نہ ڈھالوں سے
ابوبکرؓ اپنے بیٹے پر بڑھے تیغہ علم کرکے
جو آیا راہ میں سر رکھ دیا اُس کا قلم کرکے
عمرؓ فاروق نے بھی ہاتھ جس مغرور پر ڈالا

پچھاڑا اور چھاتی پر چڑھے اور قتل کر ڈالا
جو اتراتے تھے مدعیان نام وننگ ہوہوکر
علیؓ کی ضربتوں سے رہ گئے چورنگ ہوہو کر
بہادر بُو دجانہؓ شیر کی صورت جھپٹتے تھے
عدو اللہ کو بے قتل کر ڈالے نہ ہٹتے تھے
غلامان محمدؐ میں کسی سے کم نہ تھا کوئی
نیف اور بھوکے پیاسے تھے مگر بے دم نہ تھا کوئی
لڑے اس طرح حق کی راہ میں سینہ ہو سپر ہوکر
کہ اکثر حملہ آور رہ گئے زیر و زبر ہوکر
زباں تکبیر میں مشغول باز وقتل دشمن میں
فزوں ہوتا تھا اک اک زخم پر سیروں لہوتن میں
ثبات وصبر تھا ذوق یقیں کی کار سازی سے
تھے ورنہ تین تین الجھے ہوئے ایک ایک غازی سے

اصل اصول جہاد

اصول ملت اسلام تو ڑ اج انہیں سکتا
کلوئی تشتہ عدوئے حق سے جوڑا جا نہیں سکتا
مظاہر تھے یہ سب اسلام کی شان جلالی کے
دلوں نے توڑ ڈالے پیکر اصنام خیالی کے
پدر کی ذات حملہ آوروں کے درمیاں پائی
تو ایمان پسر نے سب سے پہلے تیغ چمکائی

پسر کلو جب عدوئے دین محبوب خدا پایا
تو شمشیر پدر نے خون پینے میں مزا پایا
پرانے رشتے ناطے عشق نے سب قطع کر ڈالے
بڑھی جب نوک خنجر بہ گئے سب بس بھرے چھالے
ہوئی حائل نہ راہِ حق میں ندی شیر مادر کی
کہ بڑھ کر کاٹ لی گردن برادر نے برادر کی
جنہیں خوشنودی ذات خدا مطلوب ہوتی ہے
لحاظ خوں سے انکی طبع کب مغلوب ہوتی ہے
جہاں میں دشمن حق عام انسانوں کا دشمن ہے
جو انسانوں کا دشمن ہے مسلمانوں کا دشمن ہے
برادر باپ بیٹا کوئی ہو جب دشمن دیں ہے
تو اس کی پیاسداری سر بسر توہین آئیں ہے
جو ملّت کے مقابل تیغ و خنجر لے کے آ جائے
تحفظ کیلئے جز قبل اس دم کیا کیا جائے
بنائے وحدت ملت یہی آئیں برحق ہے
کہ ملت کے تحفظ پر قیام دین برحق ہے
بشر جب رشتہ الفت خدا سے جوڑ لیتے ہیں تو اپنے
دل جہان سوا سے توڑ لیتے ہیں
خدا ہی کیلئے خلق خدا سے دوستی اُن کی
خدا ہی کیلئے اہل جفا سے دشمنی اُن کی
خُدا ہی کیلئے جنگ اور صلح وآشتی کرنا

خدا کی راہ میں جینا خدا کی راہ میں مرنا

نہ پروا گوشت کی ان کو نہ محو پوست ہوتے ہیں

جو حق کو دوست رکھتا ہے اسی کے دوست ہوتے ہیں

نہ پاس خانداں ان کو نہ عزو جاہ کی خاطر

قرابت دوستی سب کچھ فقط اللہ کی خاطر

تشریح:

۱ عجب وقت تھا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ نہ کہیں تو کیا کہیں۔ کہ بھائی بھائی کے باپ بیٹے کے اور عزیز عزیزے کے خون سے ہاتھ رنگ رہا تھا۔ اور حکم رسالت کے سامنے کی دنیاوی رشتے اور علاقے کی پروانہ تھی۔ (خاتم المرسلیں صفحہ ۲۱۴)

۲ عتبہ میدان آیا حضرت بوحذیفہ اسکے مقابلے کو نکلے تھے (سیرت النبی)

۳ حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے (جواب تک کافر تھے) میدان جنگ میں بڑھے تو حضرت ابوبکر تلوار کھینچ کر نکلے (ذکر عبدالرحمٰن بن ابی بحوالہ سیرت النبی)

حُبِّ رسُولؐ

سما سکتی ہے کیونکہ حب دُنا کی ہوا دل میں ۔ بسا ہو
جب کہ نقش حب محبوب خا دل میں
محمد کی محبت دین حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہوا گر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خُدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی
محمدؐ کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے
محمدؐ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر ۔ مادر ۔ برادر ۔ مال ۔ جان ۔ اولاد سے پیارا
یہ جذبہ تھا ان مردان غیرتمند پر طاری
دکھائی جن کے ہاتھوں حق نے باطل کو نگونساری

میدان کارزار میں ابوجہل کی سرگرمیاں

ابوجہل اس قیامت زار میں فتنے اٹھاتا تھا
جو بے دل ہو کے ہٹ جاتے تھے انکا دل بڑھاتا تھا
کبھی کرتا تھا تقریریں کبھی آوازے کستا تھا
خفا ہوتا تھا۔ روتا تھا۔ گرجتا تھا برستا تھا
سواروں کو پیادوں کو بڑھاتا تھا ہٹاتا تھا
بڑے تدبیر سے ان لڑنے والوں کو لڑاتا تھا
مگر خود آپ ہرگز تیغ کے منہ پر نہ آتا تھا
بظاہر جی دکھاتا تھا بباطن جی چراتا تھا
بتوں کے نام شیطانوں کے منتر ورد تھی اسکے
حفاظت کے لئے سب اہل کنبہ گرد تھے اسکے
مسلح پہلوانوں کی تھیں لوہا لاٹ دیواریں
جو اسکے آگے پیچھے چل رہے تھے لیکے تلواریں
کسی کی دسترس اس تک نہ ہوتی تھی بآسانی
کہ تھا اک چلتے پھرتے قلعے میں اس جنگ کا بانی
یہ ناری پھر رہا تھا قتل وخوں کی آگ بھڑکاتا
مسلمانوں سے ان گمراہ انسانوں کو لڑواتا

قتل ابوجہل کی کہانی

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی زبانی

جناب عبدالرحمٰنؓ بن عوف اک صف شکن غازی
کہ تھے اس عرصہ پیکار میں مصروف جانبازی
یہ روداد شجاعت آفریں اپن کی زبانی ہے
کمال جذبہ غیرت کی اک سچی کہانی ہے
وہ فرماتے ہیں جس دم بڑھ گئی شدت لڑائی کی
عیاں تھیں ہر طرف سرگرمیاں تیغ ازمائی کی
اُدھر جوش جفا تھا اہل مکہ حملہ آور تھے
اِدھر نام خدا تھا اور اسلامی دلاور تھے
مسلماں جب جواب حملہ کفار دیتے تھے
تو قرشی پہلواں اُس وقت ہمت ہار دیے تھے
قریشی فوج ہٹ جاتی تھی یوں مد مقابل سے
پلٹ جاتی ہیں موجیں جس طرح ٹکرا کے ساحل سے
مگر بوجہل اسکو دم بدم غیرت دلاتا تھا
مگر بوجہل اسک دم بدم غیرت دلاتا تھا
اسے پھر جمع کرتا تھا اُسے پھر لے کے آتا تھا
جمی تھیں اسکے فتنے پر نگیں سر فروشوں کی
مگر حائل تھی اس رستے میں صف فلاد پوشوں کی
مرے دلمیں تمنا تھی ۔اگر مہلت ذرا پاؤں

صف کفار چیروں اور سر بوجہل لے آؤں

تشریح:

۱ عبدالرحمٰن ابن عوف بنو زہرہ قبیلہ قریش اور مہاجرین اولین میں سے ہیں ۔آپ ان پانچ صحابہ میں سے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق کی تبلیغ سے ایمان لاتے تھے۔ پہلے حبش کی طرف ہجرت کی پھر (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۱۴)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۳) مدینہ منورہ کیطرف تمام غزوات میں ہم کاب نبی رہے عشرہ مبشرہ میں سے ہیں ۔اور اُن چھ شخصوں میں سےہیں جن کو حضرت فاروق اعظم نے اپنے بعد خلافت کے لئے تجویز کیا تھا ایک مرتبہ آنحضرت نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ۳۱ء ہجری میں بعمر ۷۵ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی (ازالۃ الخفا ۲۵)

۲ عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان ہے کہ میں صف میں تھا کہ دفعتاً داہنے بائیں مجھے دو نوجوان نظر آئے ایک نے مجھ سے کان میں پوچھا کہ بوجہل کہاں ہے میں نے کہا برادرزادے ابوجہل کو پوچھ کر کیا کرے گا۔ بولا کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ ابوجہل کو جہاں دیکھ لوں گا یا اُسے قتل کروں گا یا خود لڑکے مارا جاؤں گا میں جواب نہ دینے پایا تھا کہ دوسرے نوجوان نے بھی مجھ سے کانوں میں یہی باتیں کیں میں نیدونوں کو اشارے سے بتایا کہ ابوجہل وہ ہے ۔ بتانا تھا کہ دونوں باز کیطرح جھپٹےاور ابوجہل خاک پر تھا۔(سیرت النبی صفحہ ۳۰۱)

دو انصاری نوجوان اور ابو جہل کی جستجو

اچانک اپنے دائیں بائیں میں نے اک نظر ڈالی
کہ تائید دو بازو سے فزوں ہو ہمت عالی!
مقام اپنا مگر دو کمسنوں کے درمیاں پایا
اُدھر اک نوجوان پایا۔ اِدھر اک نوجوان پایا
بوقت جنگ بازو ہوں اگر تائید سے عاری
تو ہوتی ہے سپاہی کیلئے لڑنے میں دشواری
ابھی میں اپنی حالت پر نہ تھا کچھ سوچنے پایا
کہ اک جانب سے لڑکا دوڑ کر میری طرف آیا
نہایت رازداری سے نشاں بوجہل کا پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ پتا پوچھا
جواب اسکے سوالوں کا میرے لب تک نہ تھا پہنچا
کہ اس کا دوسرا ساتھی مثال برق آپہنچا
وہی پہلا سوال اُس نے بھی پوچھا رازداری سے
ادائے ضبط تھی دست وگریباں بقیراری سے
ابھی نوعمر تھے دونوں کے ہاتھوں میں تھیں شمشیریں
نظر آئیں مجھے دو سادہ رُو معصوم تصویریں
بہت شائستہ خوش اطوار کم عمر و حسیں دونوں
فرشتوں کی طرح آئے تھی بالائے زمیں دونوں

تشریح:

[1] عبدالرحمٰن بن عوف بیان کرتے ہیں کہ جب عام جنگ شروع ہوئی تو میں نے اپنے چپ وارست نگاہ دوڑائی ۔ دو انصار لڑکے میرے دونون پہلوؤں پر کھڑے تھے ۔ان کو دیکھ کر میرا دل بیٹھ گیا۔کیونکہ جنگ مغلوبہ میں چپ وراست پر بہت کچھ انصار ہوتا ہے۔یعنی وہ شخص زیادہ اچھی طرح جنگ کرسکتا ہے جس کے دونوں بازوں مضبوط اور وقت پر تائید کرتے جائیں۔ (دیکھو بخاری کتاب المغازی)

حضرت عبدالرحمٰنؓ کی نشاں دہی

یہ استفسار سُن کر میں نے پوچھا فرطِ حیرت سے
بھتیجو کام کیا ہے تم کو اس بدخواہ ملت سے

پتہ اس دشمن دیں کا بتا دیتا ہوں میں تم کو
کہو تو اسکی صورت ہی دکھا دیتا ہوں میں تم کو

وہ دیکھو اِک ہجوم عام قرشی پہلوانوں کا
گرانڈ یل اور موٹے تازہ دیداری جوانوں کا

وہ جن کے ساتھ تنہا لڑ رہے تھے حضرت حمزہؓ
خدا حمزہؓ کا ناصر دیکھتے ہو جرأت حمزہؓ!!!

اِدھر پہلو کی جانب کس قدر گھمسان کا رن ہے
مسلماں کس قدر کم اور کتنی فوج دشمن ہے

گھرے ہیں بُو دجانہؓ جس جگہ قرشی سواروں میں
فقط تولار لے کر لڑ رہے ہیں نیزہ داروں میں

عمرؓ دوڑے ہوئے اُنکی مدد کرنے کو آتے ہیں
وہ دیکھو ایک مہلک وار سے ان کو بچاتے ہیں

پلے پڑتے ہیں دشمن جس جگہ انصار کے اُوپر
ہوئے ہیں حملہ آور سینکڑوں دو چار کے اُوپر

پیاپے گر رہی ہے برق شمشیر علیؓ دیکھو
وہ دیکھو ہٹ چلی اب فوج دشمن ہٹ چلو دیکھو

وہ دیکھو چڑھ رہا ہے بھاگ کر مٹی کے تو دے پر

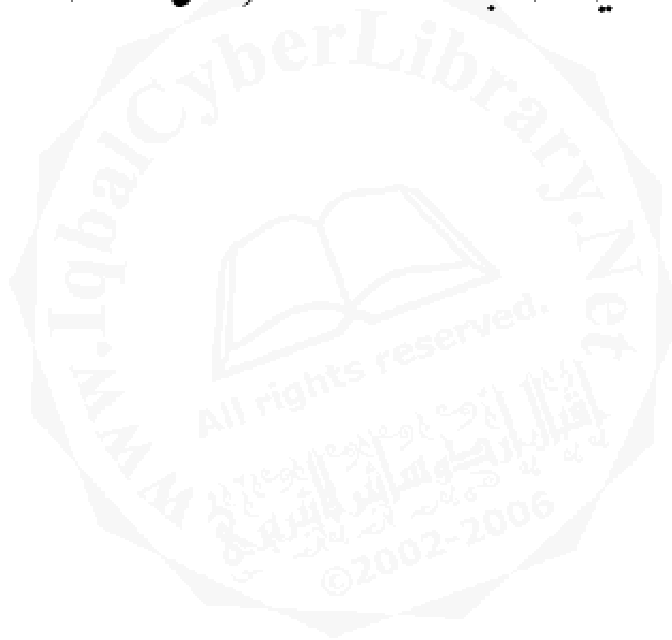
وہ کیا ہے کلغی والا سامنے پہنے ہوئے مغفر

وہی بوجہل ہے جو پے بہ پے بازو ہلاتا ہے

یہ اپنے بھاگنے والوں کو پھر واپس بلاتا ہے

حفاظت کر رہا ہے ۔ گرد اسکے فوج کا دستہ

یہ دستہ کب تلک روکے گا عزرائیل کا رستہ



نوجوانوں کی غیرت مندی

یہ سُن کر بول اُٹھے وہ دونوں لڑکے بیقراری سے
بتا دیں اب ہمیں کیا ہے بے دین ناری سے !!
قسم کھائی ہے ہم دونوں نے اس کو قتل کرنے کی
کہ اس سے بڑھ کے ہو سکتی نہیں اب عمر بھر نیکی
نہیں ہے اس سے بڑھ کر دشمن دین مبیں کوئی
کوئی زیر زمیں ہے اور نہ بلائے زمیں کوئی
قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوبؐ باری کو
یہ کہتے کہتے غیرت سے ہوئے منہ لال دونوں کے
شہادت کے لہو سے تمتمائے گال دونوں کے
خدا حافظ کہا اور کھینچ لیں دونوں نے شمشیریں
بڑھے یکبارگی کہتے ہوئے پر جوش تکبیریں
میں کہتا رہ گیا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں
چلو بحر شہادت کے کنارے ساتھ چلتا ہوں
مگر وہ کس کی سنتے تھے غیورہ شیر دل لڑکے
ہلاکت گاہ میں اُن کے قدم اٹکے نہ دل دھڑکے
میں ان کے پیچھے پیچھے دشمنوں کی فوج پر لپکا
نہ ساتھی بن سکا لیکن غزالوں کی تگ وتپ کا جہاں
چاروں طرف خنجر تھے تلواریں تھیں بھالے تھے

جہاں دشمن تھے جن کے منہ بھی کالے دل بھی کالے تھے

جہاں اللہ کے بندے جہاں اسلام کے غازی

برابر کھیلتے تھے جان سے ایمان کی بازی

جہاں ہر سو تنور دشت سے شعلے بھڑکتے تھے

جہاں سر کٹ کے گرتے تھے جہاں لاشے پھڑکتے تھے

وہیں پہنچے یہ دو جانباز لڑکے باوفا لڑکے

یہ الھڑ یہ فنون جنگ سے ناآشنا لڑکے

گھرے فولاد پوشوں۔ قاتلوں جنگ آزماؤں میں

مگر دو بجلیاں تھیں جو چمک اُٹھیں گھٹاؤں میں

ابو جہل سیہ رو پر نگاہیں گاڑ کر دوڑے

قریشی فوج کے دل بادلوں کو پھاڑ کر دوڑے

انصاری نوجوانوں کا حملہ اور ابوجہل کا حشر

گرا اس طرح گندے جوڑ کر شہباز کا جوڑا
کہ اک دم میں صف زاغ وزغن کا سلسلہ توڑا
جوانوں کے مقابلے پہلوانوں کیطرح اڑتے
برابروار کرتے وار سہتے چو مکھے لڑتے
ہٹاتے مارتے اور کاٹتے بڑھتے گئے دونوں
بسان موج اوج رتج پر چڑھتے گئے دونوں
اُدھر بوجہل بھی کرنے لگا بچنے کی تدبیریں
نہ اُسکی دھمکیاں کام آسکیں لیکن نہ تقریریں

بروئے بازوئے تقدیریں نہیں چلتیں
جہاں شمشیر چل جاتی ہے تقریریں چلتیں

ہٹا وہ دیکھ کر ان کو یہ پھر اُسکے قریں پہنچے
جہاں بوجہل پہنچا دونوں لڑکے بھی وہیں پہنچے
نہ بھاگا جاسکا تو ان کو دھمکانے لگا کافر
سپر کے آسرے پر تیغ چمکانے لگا کافر
وہ پختہ کار یہ کمسن، یہ پیدال اور گھوڑے پر
لگا مرکب کدانے خشمگیں شیروں کے جوڑے پر
مگر عشاق اپنی جان کی پروا نہیں کرتے
خدا سے ڈرنے والے موت سے ہرگز نہیں ڈرتے
ہوئے خائف نہ دھمکی اور نمائش سے نڈر لڑکے

جھپٹ کر جا پڑے یہ شیر لڑکے بے جگر لڑکے
ہوا میں گونج اٹھیں رعد کی مانند تکبیریں
گریں بدبخت پر دو تیز خون آشام شمشیریں
دہن سے آہ نکلی ہاتھ سے تیغ س سپر چھوٹی
گرا گھوڑا بھی کھا کر زخم دونوں کی کمر ٹوٹی
تڑپتا لوٹتا آدھا زمیں میں دب گیا مرکب
کسی نے یہ دیکھا مگر مرکب گیا مرکب
لکھی تھی راکب و مرکب کی قسمت میں نگونساری
زمیں پر لوٹتے تھے اس طرح حیواں اُدھر ناری
ابوجہل لعیں یعنی رسولؐ اللہ کا دشمن
ازل سے تا ابد سب سے بڑا اللہ کا دشمن
زمیں دھنستی تھی جس بدبخت کی ادنی سی ٹھوکر پر
پڑا تھا خون میں لتھڑا ہوا مٹی کی چادر پر
وہ ہڈی اور خوں جس پر ہمیشہ ناز رہتا تھا
وہی ہڈی شکستہ تھی وہی اب خون بہتا تھا
زباں سے چیختا اور کفر بکتا ہی کافر
مدد گاروں کو چاروں سمت تکتا ہی رہا کافر
وہ جنگ آور رسالہ جسکے بل پرزور تھا سارا
اسی میں گھس کے دو کمزور لڑکوں نے اُسے مارا
سسکتا چھوڑ کر بدبخت کو جس وقت رخ پھیرا
تو ہر جانب سے قریشی فوج نے دونوں کو آگھیرا

سپاہی اپنے افسر کو تڑپتا دیکھ کر دوڑے
زباں سے گالیاں بکتے ہوئے سب خیرہ سر دوڑے
بچانے کیلئے خاطی کو دوڑے خانداں والے
بڑھے چاروں طرف سے تیغ خنجر برچھیاں بھالے
ہوئے ایک ایک کے چوگرد گھیرا ڈالنے والے
زمیں بدر پر دو چاند تھے اس وقت دوہائے

ایک نوجوان کی شہادت

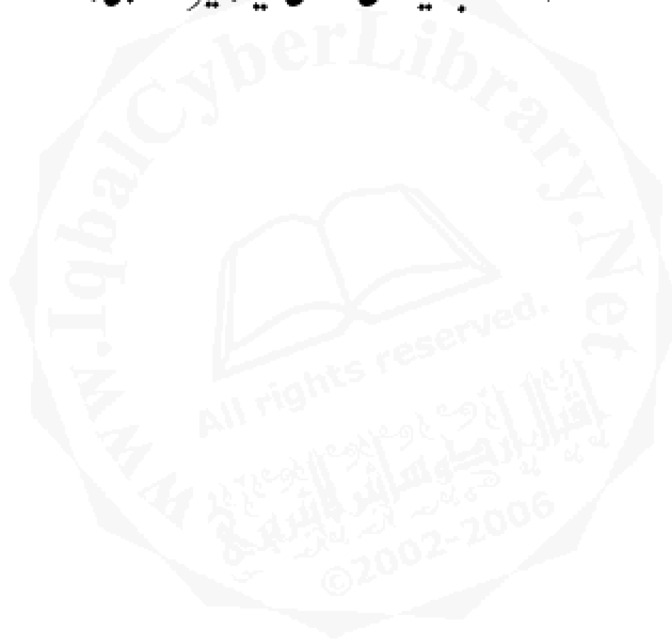
لگے ہونے پیاپے انتقامی وار دونوں پر
برتی میں نے دیکھی کفر کی تولار دونوں پر
مگر تھے کس قدر جی دار عفرا کے پسر دونوں
پیاپے وار کرتے ہی رہے کفار پر دونوں
میں دوڑا۔ اور بھی مسلم مجاہد اس طرف دوڑے
ابوبکرؓ و عمرؓ۔ حمزہؓ۔ علیؓ سب سر بکف دوڑے
بیک ساعت مجاہد جا پڑے ان پہلوانوں پر
جنہیں مشق ستم سوجھی تھی دو ننھی سی جانوں پر
اُدھر گرز اور خنجر اور بھالے اور شمشیریں
ادھر لب پر تبسم اور دو پر جوش تکبیریں
وہ غازی تھی شہادت کیلئے لڑتے رہے دونوں
مثال شیر روبا ہوں پہ جاپڑتے رہے دونوں
رخوں پر مسکراہٹ زخم تھے دونوں کے سینوں پر
فلک کرنوں کی بارش کر رہا تھا مہ جبینوں پر
بالآخر اک جوان نے پالیا دامن شہادت کا
فرشتوں نے کیا نظارہ اس یمن و سعادت کا
زمیں پر قبلہ رُو ہو کر گرا وہ پارسا لڑکا
ہوا قربان دین مصطفےٰ پر باوفا لڑکا
خوشا قسمت کہ نیک آغاز نیک انجام تھا اس کا

خدا کا پاک بندہ تھا معوذ نام تھا اس کا

تشریح:

۱؎ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے عقب سے آکر معاذ کے بائیں شانے پر تلوار ماری ۔جس سے بازو کٹ گیا لیکن تسمہ باقی لگا رہا۔

۲؎ معاذ نے عکرمہ کا تعاقب کیا وہ بچ کر نکل گیا (سیرت النبیؐ)



دُوسرے نوجوان پر ابوجہل کے بیٹے کا وار

نبردار تھا اب تک دوسرا نبوہ باطل سے
نظر آتا تھا ٹکراتا ہوا اس کوہ باطل سے
اُتر آئے تھے قرشی پہلواں روباہ بازی پر
عقب سے عکرمہ نے ہاتھ مارا امر دِغازی پر
ہوا اس ضرب سے شانہ نشانہ کٹ گیا بازو
مثال شاخ نخل بار آور چھٹ گیا بازو
مگر پروانہ کی بحر شجاعت کے شناور نے
کیا مڑکر تعاقب عکرمہ کا اُس دلاور نے
نظر آئی جو یہ شان بسالت عکرمہ بھاگا
اڑا یوں سامنے سے جس طرح گھوڑا ہو بے باگا
رہائی عکرمہ نے موت کے پنجے سے یوں پائی
کہ شیر زخم خوردہ کو بھی اک دقت تھی پیش آئی
جو بازو کٹ چکا تھا اب وہ رہرہ کر اٹکتا تھا
کہ اک تسمہ ابھی باقی تھا شانے سے لٹکتا تھا!
نظر آئی جو یہ دقت وفا کے نور دیدہ کو
خمیدہ ہوکے رکھا زیر پا دست بریدہ کو
دیا کرزور سے کھینچا تو ٹوٹا ہاتھ کا رشتہ
نہ تھا ورکا رو حدت کو دوئی کے ساتھ کا رشتہ
معاذؓ اب تیغ زن تھا اک ہی بازو سے میداں میں

مگر اس طرح جیسے شیرا نبوہ غزالاں میں
جوانوں قابل تقلید ہے اقدام دونوں کا
جبین لوح غیرت پر لکھا ہے نام دونوں کا
وہ غازی تھے مئے حب نبیؐ کا جوش تھا اُن کا
لب کوثر پہنچ کر شوق نوشا نوش تھا اُن کو

تشریح:

۱ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے عقب سے آکر معاذ کے باتیں شانے پر تلوار ماری جس سے بازو کٹ گیا لیکن تسمہ باقی لگا رہا۔

۲ معاذ نے عکرمہ کا تعاقب کیا وہ بچ کر نکل گیا۔(سیرت النبیؐ)

غازیوں اور شہیدوں کی شان

زمیں پہنے ہوئے تھی آج خونیں رنگ کا جامہ
حق وباطل میں برپا تھا عجب خونریز ہنگامہ
یہ پہلی جنگ تھی صاحب دلوں اور بدنہادوں میں
مسلّح اور نہتوں میں سواروں اور پیادوں میں
اُدھر سینوں میں کینہ تھا شقاوت تھی عدوات تھی
ادھر ذوق شہادت اور ایماں کی حلاوت تھی
پڑا تھا خاک دخوں میں جس جگہ بوجہل بدطینت
وہیں کچھ پاک لاشے تھے لباس عشق کی زینت
اس تودے کے اُوپر آپڑی شدت لڑائی کی
کہ باطل نے یہاں پر آخری زور آزمائی کی
نبرد آرا تھے کافر جمع ہوکر متحد ہو کر
ابوجہل لعیں کا بدلہ پر بضد ہوکر
مگر ہمّت نہ ہاری بیشہ ایماں کے شیروں نے
شجاعت کی دکھادی شان اسلامی دلیروں نے
مجاہد جن کو وعدے یاد تھے آیات قرآں کے
کھڑے تھے صبح سے ڈٹ کر مقابل فوج شیطاں کے
جو غیر تمند راہ حق میں تھے مصروف جانبازی
ابدتک نام ان کا ہوگیا اللہ کے غازی
غزا حق کیلئے حق کیلئے انکی شہادت تھی

یہ جینا بھی عبادت تھی۔یہ مرنا بھی عبادت تھی
شہادت کا لہو جن کے رخوں کا بن گیا غازہ
کھلا تھا اُن کی خاطر دائمی جنت کا دروازہ
شہادت آخری منزل ہے انسانی سعادت کی
وہ خوش قسمت میں مل جائیں جنہیں دولت شہادت کی
شہادت پاکے ہستی زندہ جاوید ہوتی ہے
یہ رنگیں شام صبح عید کی تمہید ہوتی ہے
شہید اس دار فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمیں پر چاند تاروں کی طرح تابندہ ہوتے ہیں
اسی رنگ کو ہے ترجیح اِس دنیا کی زینت پر
خدا رحمت کرے اُن عاشقان پاک طینت پر

تشریح:

لے معاذ اسی حالت میں لڑ رہے تھے لیکن ہاتھ کے لٹکنے سے زحمت ہوئی تھی۔ ہاتھ پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچا کر تسمہ بھی الگ ہوگیا۔اور اب وہ آزاد تھے (سیرت النبی)

ا۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے رستے میں لڑتے ہوئے قتل ہو جائیں انکو مردہ مت کہو۔بلکہ اللہ کے پاس زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔

کشمکش کی انتہا اور نصرت حق کی طلب

پیغمبر آپنے خدا کے حضور

سحر سے کر رہی تھیں مہر کی آنکھیں یہ نظارا
کہ غازی تھے برابر اہل باطل سے نبرد آرا
سوار صبح ملک شام کو چلنے لگا آخر
لڑائی پرشباب آیا تو دن ڈھلنے لگا آخر
بگڑتا جا رہا تھا کشمکش سے خاک کا چہرا
مکدّر کر دیا تھا گرد نے افلاک کاچہرا
قریشی جنگ جوؤں پر غضب کا رنگ طاری تھا
رگوں میں خون ہی شاید برائے جنگ جاری تھا
زبردستی میں پیدا ہوگئی تھی اور بھی تیزی
قریب لاشہ بوجہل برپا تھی یہ خونریزی
کیا تھا متحد خوف اجل نے زور باطل کا
زمین وآسماں میں بس گیا تھا شور باطل کا
بہت ہی سخت تھا یہ وقت اسلامی دلیروں پر
کیا تھا نرغہ بھوکے بھیڑیوں نے مل کے شیروں پر
مگر اللہ کے بندوں کا استقلال کیا کہنا
کے سینے کردیئے اک دوسرے پر ڈھال کیا کہنا
اثر انداز تھا رنگت شہادت جاں نثاروں پر
گلے بڑھ بڑھ کے رکھ دیتے تھے تلواروں کی دھاروں پر

اُدھر جنگ آوروں کے حوصلوں پر تنگ تھی وادی
اِدھر سجدے میں تھا زیرِ عریش اسلام کا ہادیؐ
جمال آرا تھا قلب مطمئن سے حسن بے تابی
و فور گر یہ معصوم سے آنکھیں تھیں عنابی
مسلسل کر رہا تھا ابر رحمت گوہر افشانی
زہیں آبیاری ہورہی تھی کشت انسانی
گر تھے جن جبیں کے سامنے لولاک سجدے میں
خدا کے روبرو تھی وہ جبین پاک سجدے میں
جبیں سجدے میں تھی دل مضطرب تھا اشک بہتے تھے
امینؐ محو دعا تھا جبرئیل آمین کہتے تھے
اگرچہ فرش پر تھا استغاثہ فخر آدم کا
مگر اس نے احاطہ کر لیا تھا عرش اعظم کا
محمدؐ کی زباں یاحی یاقیوم کہہ کہہ کر
پئے اُمت طلب کرتی تھی نصرت آج رہ رہ کر

تشریح:

۱؎ کیا مہاجر اور کیا انصار مسلمان پورے اخلاص کے ساتھ لڑے مگر دشمن کی کثرت کچھ پیش نہ جانے دیتی۔

نتیجہ ایک عرصہ تک مشتبہ رہا (خاتم النبیین)

۲؎ عریش یعنی وہی پھوس کا چھپر جو آپ کی عبادت کیلئے کھڑا کر دیا گیا تھا۔

۳؎ آپ کی زبان پر یاحیّ یاقیوم کے الفاظ جاری تھے۔ (ابن سعد و نسیم)

پیغمبرؐ عرصہ کارزار میں

زبان وحی نے آخر سنا دی نصِ قرآنی
عریش و عرش میں طے پا گئی تقدیر انسانی
نوید نصرت حق لے کے نکلے آپ میداں میں
قدم بوسی کی جرأت آ گئی خون شہیداں میں
کیا رحمت نے رخ اعدائے دین اللہ کی جانب
بڑھا نُور مجسّم اس ہلاکت گاہ کی جانب
نظر آیا کہ باطل کھیلتا ہے آخری بازی
ہوئے جاتے ہیں زخمی ہر طرف اللہ کے غازی
فلک سا ہوا تھا کافروں کی چیرہ دست سے
زمیں شق ہو رہی تھی غلبہ باطل پرستی سے
مسلّط تھا اگر اندیشہ باطل فضاؤں پر
تو مجبوری کا اک سکتہ سا طاری تھا ہواؤں پر
مگر جب کملیؐ والا آ گیا اُٹھ کر مصلّے سے
خدائی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے ملے سے
صدائے نعرہ تکبیر سے تھرا اُٹھی وادی
کہ اُمت کے ضعیفوں کی مدد کو آ گیا ہادیؐ
غلاموں کو جو آقا کا رخ انور نظر آیا
قلوب مطمئن نے انتہائی حوصلہ پایا
رسولؐ پاک نے کفار کے جانب نظر ڈالی

جلالت آفریں چہرے سے کملی اور سرکالی
شعاع طور کے انور چمکے روز روشن میں
لگا دی تجلیوں نے آگ سی باطل کے خرمن میں
رسالت پر رسالت کا جلالی رنگ تھا طاری
اٹھائی ایک مٹھی خاک اور کفار پر ماری[1]
بآواز بلند اس وقت یوں ارشاد فرمایا
کہ دست حق نے باطل کا نشاں برباد فرمایا
مٹی دشمن کی شوکت آج پرچم گر گئے ان کے
جلال حق سے بیٹھیں مڑ گئیں منہ پھر گئے اِن کے[2]

تشریح:

[1] آپ ایک طولانی سجدے کے بعد خدا کی بشارت لئے ہوئے اُٹھے۔ اس وقت آپ کی زبان پر سَیُھزم الجمع ـــ کے قرآنی الفاظ تھے۔ آپ عریش سے نکل آئے۔

معجزہ کا ظہور

بدل ڈالی رسالت کی صدا نے جنگ کی صورت
کہ اُتری چہرہ افروز ان خون ورنگ کی صورت
نظر آیا۔ کہ مٹی ایک دست نور نے پھینکی
خدا کے ہاتھ نے یایا زوئے مامور نے پھینکی
ۂ مشت خاک اڑکر جاپڑی ناپک چہروں پر
اداسی چھاء گی پر ہول دہشت ناک چہروں پر

اُٹھی وادی میں اک آواز اعجاز پیمبرؐ سے
کہ جیسے طشت میں گرتی ہے کوئی چیز اُوپر سے
ہوا کا ایک تندو تیز جھونکا دوڑ کا آیا
اڑا کر ساتھ ننھے ننھے ریزے ریت کے لایا!
کیا اِن ریت کے ریزوں نے حملہ جنگجوؤں پر
الٹ کر جا پڑا دامانِ صحرا زشت روؤں پر
لہو نتھنوں سے جاری ہو گیا اور پھٹ گئیں آنکھیں
گڑھے مٹی سے جیسے پٹ گئے ہوں پٹ گئیں آنکھیں
فلک پر دفعتاً کچھ ابر کے ٹکڑے ہوئے ظاہر
نہاں تھ اان میں شاید نوریوں کا لشکر قاہر
یہ ابر آتے ہی گرجا دشمنوں کی فوج کے اوپر
سنے گھوڑوں کے ہنہنانے خاکیوں نے اوج کے اُوپر
جھکایا بادل اُٹھی آندھی ۔ بہم مل جل گئے آخر
فضا میں لشکر قدرت کے پرچم کھل گئے آخر
برائے اہل ایماں یہ نشان نصرت حق تھا
اِدھر حق سرخرو تھا اس طرف باطل کا منہ فق تھا
نہتوں کو سہارا مل گیا دست پیمبرؐ سے
زمانہ گونج اُٹھا نعرہ اللہ اکبر سے

تشریح:

۱؎ مٹھی بھر خاک کا یہ اثر ہوا کہ آندھی کا ایک جھونکا آیا۔ کفار کے چہرے آنکھیں ناک ریت اور کنکریوں سے بھر گئے۔ (زرقانی)

۲ آپ نے فرمایا۔ یہ فرشتوں کی خدائی فوج ہے جو ہماری نصرت کے لئے آئی ہے (خاتم النبین)



جنگ بدر کا انجام

قریشی فوج کی شکست کا منظر

مجاہد جا پڑے کفار پر گھبرا گئے کافر
ہوا کا رخ بدلتے ہی ہزیمت کھا گئے کافر

بھری تھی خاک آنکھوں میں بجھائی کچھ نہ دیتا تھا
سوا اللہ اکبر کے سنائی کچھ نہ دیتا تھا

دلوں پر ہیبت حق چھائی گئی کفار بھاگ اُٹھے
پڑی جب دونوں جانب سے خدائی کی مار بھاگ اُٹھے

سراسیمہ ہراساں بد حواس و منتشر بھاگے
یہ اس سے دس قدم آگے وہ اس سے دس قدم آگے

پسر دم توڑنے والے پدر کو چھوڑ کر بھاگا
پدر زخمی پسر کے حال سے منہ موڑ کر بھاگا

مصیبت بن گئے اس وقت سب فولاد کے بانے
سروں کے خود چہروں کے جھلم ہاتھوں کے دستانے

دبا دتھا اپنے بوجھ سے ہر ایک بیدم تھا
نہ ہوتے اسلحہ پھر بھی گنہ کا بوجھ کیا کم تھا

بہم اک دوسرے کی ٹھوکروں سے گر گئے اکثر
نہ بھاگا جا سکا تو غازیوں میں گھر گئے اکثر

اس سلسلے میں راکب و مرکب تہ و بالا
پڑی ہلچل سواروں کو پیادوں نے کچل ڈالا

اچانک بدحوسی میں جویوں اُوپر تلے ٹوٹے
کمندیں اس طرح الجھنیں کہ اپنے ہی گلے گھوٹے
جکڑنے کیلئے سینوں کیاندر گڑگئیں زمیں
پکڑنے کیلئے گرہوں کے اندر پڑگئیں ہیں
جھلم خود اور زرہیں پھینک دیں ہتھیار بھی چھوڑے
پڑے ہی رہ گئے سب سازوں ساماں اونٹ اور گھوڑے!
ہوا جب منتشر جمعیت باطل کا شیرازہ
کیا شیطان نیا للہ کی قدرت کا اندازہ
اتارا جا چکا تھا دست حق سے تاج باطل کا
سرمیداں تعاقب ہورہا تھا آج باطل کا
وہی لشکر جو دھاوا کرکے آیا تھا ضعیفوں پر
شرارت کا وہی طوفان جو چھایا تھا شریفوں پر
وہ بادل چھٹ گیا آخر وہ لشکر کٹ گیا آخر
معین وقت آیا زور باطل گھٹ گیا آخر
غرور ناز تھا جس قوت ناپاک کے اُوپر
وہ قوت ہرطرف بکھری پڑی تھی خاک کے اوپر
زمیں پر سرنگوں تھے گرز ڈھالیں پرچھیاں بھالے
کہیں تیرے وکماں خم تھے کہیں تیرو کماں والے
دکھاتے تھے جو تن کر پہلوانی اور سرداری
وہ سب تھے آگے آگے پیچھے پیچھے تھی گرفتاری
وہ بازو ہاں بہت مشتاق تھے جو قتل انسان میں

وہ بازو گر گئے تھے اب قلم ہو ہو کر میداں میں
بہاتی تھیں جو مٹی پر ہمیشہ خون کی دھاریں
ایس مٹی پہ دم سادھے پڑی تھیں آج تلواریں
رعونت رہی گئی باقی نہ وہ آنیں نہ وہ شانیں
بچا کر لیں چلے میدان دار و گیر سے جانیں
دلوں میں گالیاں دیتے ہوئے اپنے خداؤں کو
بُرا کہتے ہوئے اپنے بھگوڑے سے دیوتاؤں کو
غرور ناز میں آگے تھی جو فرعون وہامال سے
وہ قرشی سورما۔ بھاگے چلے جاتے تھے میداں سے
مسلط تھا زبردستوں پہ خوف اب ازیردستوں کا
خدا والے تعاقب کر رہے تھے خود پرستوں کا

رحم کی تلقین کا اثر

نہ کرنا قتل ناحق کہہ دیا تھا جوش رحمت نے
کیا اب لڑنے والوں کو اسیر ایل مروّت نے
شکست و بیدلی شرمندگی خوف اور گرانباری
یہ سب مل جل کے آخر بن گئے وجہ گرفتاری
نہتے لا رہے تھے باندھے کر شمشیرگیروں کو
کہ اپنی ہی کمندیں طوق گردن تھیں شریروں کو
اگر ایسے بھی تھے انہیں کہ آئے تھے مجبوری
عیاں تھی رحمۃ للعلمین پر اُن کی معذوری
آچکا تھا حکم سرکار رسالت سے
کہ ان لوگوں سے وقت جنگ میں پیش آنا رعایت سے
کچھ ایسے میں جنہیں لایا گیا مکرا اور حیلوں سے
کچھ ایسے ہیں جو ڈرتے تھے شریروں سے رذیلوں سے
اگر بے دست و پا کر دے خدائے دو جہاں اُن کو
مسلمانوں کو اس دم چاہئے بخشیں اماں اُن کو
دکھائی اب جو حق نے فوج دشمن کو نگونساری
بجائے جان لینے کے ہوئی زندہ گرفتاری
اگرچہ حضرت عباس واقف تھے نتیجے سے
مگر مجبور تھے لڑنے چلے آئے بھتیجے سے
عقیل ابن ابی طالب برادر شیر یزداں کے

بحال کفر آئے تھے مقابل اہل ایماں کے
اسی صورت ابو العاص ان جفا کاروں میں شامل تھے
ابھی ایماں نہ لائے تھے خطا کاروں میں شامل تھے
ہوئے زندہ اسیر اس جنگ کی پاداش میں آخر
گھرے یہ لوگ دوران شکست فاش میں آخر
جو کچھ پھینک کر بھاگے وہ بچ نکلے اسیری سے
کہ مہلت مل گئی ان کو خدا کی دیر گیری سے

تشریح:

۱ آنحضرت نے لڑائی سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ کفار کے ساتھ جو لوگ آئے ہیں ان میں ایسے بھی جو خوشی سے نہیں بلکہ قریش کے جبر لیس آئے ہیں۔ ان لوگوں کے نام بھی آپ نے بتا دیئے تھے۔ (سیرت النبی صفحہ ۳۰۱)

۲ حضرت عباسؓ رسولؐ خدا کے چچا عمر میں آنحضرت سے دو سال بڑے تھے اور ابھی ایمان نہیں لائے تھے گر ان کو رسولؐ اللہ سے بڑی محبت تھی ۔ بدر میں کافروں کے ساتھ بخوشی نہیں آئے تھے (ازالۃ الخفا)

۳ عقیل ابن ابی طالب حضرت علی کے بھائی تھے اور ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے۔

۴ ابو العاص حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بھانجے تھے ان سے آنحضرت کی دختر حضرت زینب بیاہی۔

بدر میں کفار کے مقتولوں پر ایک نظر

ہوئے مقتول! ستر حملہ آور جنگ کے اندر
پڑے تھے جابجا پامال خاک و رنگ کے اندر
یہی ستر برائے قتل و غارت بڑھ کے نکلے تھے
انہی کو موت کی آندھی چڑھی تھی چڑھ کے نکلے تھے
انہیں اللہ سے اللہ کے بندوں سے عدوات تھی
سروں میں کودسری تھی اور سینوں میں شقاوت تھی
یہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے شمع عرفاں کو
یہ قوت سے دبانا چاہتے تھے نور ایماں کو
یہ سب کے سب مٹانے آئے تھے دین منور کو
یہی حق سے لڑانے لائے تھے باطل کے لشکر کو
یہی سب سے زیادہ تھے رسولؐ پاک کے دشمن
بنائے فرش وعرش کرسی و افلاک کے دشمن
یہ بہکاتے تھے راہ راست سے ہر ایک انساں کو
یہ ایذائیں دیا کرتے تھے ہر فرد مسلماں کو
مسلماں ہو ہونے والوں پر ہزاروں ظلم ڈھاتے تھے
برہنہ کر کے جلتی ریت پر اُن کو لٹاتے تھے
انہی کے جسم ہائے سخت سیاب نرم تھی مٹی
انہی کے لاشہ ہائے سرد تھے ۔ اب گرم تھی بھٹی
غلام اور لونڈیاں صید زبوں تھیں انکے پنجوں میں

جنہیں اظہار ایماں پر یہ کستے تھے شکنجوں میں
یہی تھے آج اور دست اجل کا تند پنجہ تھا
انہی کی گردنیں تھیں اور عبرت کا شکنجہ تھا
مظالم میں خیال پیش و پس آتا نہ تھا اِن کو
ضعیفوں پر یتیموں پرترس آتا نہ تھا اِن کو
یہی تھے اب ۔ کہ جز لعنت نہ تھی کوئی نوا اِن پر
ہوا دیتی تھی البادیِ اظلم کے ندا اِن پر
یہی تھے اب امتیاز نسل وخوں پر ناز تھا اِن کو
خودی اور خود نمائی کے جنوں پر ناز تھا اِن کو
پڑے تھے اب یہی مٹی کے اُوپر سرنگوں ہوکر
جنوں نتھنوں کے رستے یہ رہا تھا موج خوں ہوکر
یہی تھے وہ جو لدکر آئے تھے سامان کثرت سے
بہانے کیلئے ایمان کو طوفان کثرت سے
وہ کثرت آج ایماں کے مقابل غرقِ ذلّت تھی
کہ اس کثرت کی فاتح ایک وحدت کیش ملّت تھی

ابو جہل کی نگاہ واپسیں

یہ بوجہل ظلم و جور سے ہرگز نہ تھکتا تھا
یہی اب منہ کے بل مٹی کے بستر سوتا تھا
اُٹھا تھا کعبہ توحید کی تخریب کرنے کو
رسولؐ اللہ کی اللہ کی تکذیب کرنے کو
مسلح اور تن آور ساتھیوں کو لے کے آیا تھا
مثال ابر ہنہ ان ہاتھوں کو لے کے آیا تھا
کہاں تھے اب وہ ساتھی کون تھا پرسان حال اس کا
پڑا تھا طوق بن کر اسکی گردن میں وبال اس کا
بتوں کی بندگی کرنے میں گزری تھی حیات اسکی
مدد کرنے نہ آئے وقت پر لات و منات اس کی
بوقت جان کنی حسرت کف افسوس ملتی تھی
تمنا پیٹتی تھی جان رہ رہ کر نکلتی تھی
عذاب جان کنی میں مبتلا تھا دشمن ایماں
سرہانے مسکراتے تھے کھڑے شیطان کے ارماں
پڑے تھے ہر طرف شمشیر و خنجر برچھیاں بھالے
جنہیں ایک ایک کرکے چن رہے تھے اب خدا والے
زمیں پر پھیلتا جاتا تھا وقت عصر کا سایا
کہ اتنے میں اچانک اک مجاہد اس طرف آیا
ابوجہل لعیں کو اس جگہ دم توڑتے دیکھا

تڑپتے لوٹتے۔ منہ پیٹتے سر پھوڑتے دیکھا
نظر آیا جو یہ نقشا جہنم کے مسافر کا
پکارا نام لے کر اور پوچھا حال کافر کا
لعیں نے کھول دیں بے نور پتھرائی ہوئی آنکھیں
وہ زہر آلود لیکن مردنی چھائی ہوئی آنکھیں
کہا بوجہل نے یہ کون ہم کو تنگ کرتا ہے
کہ پیر اتنے بڑے سردار کی گردن پہ دھرتا ہے
کہا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَخْزاک غازی نے
کیا خوار روز یوں تجھ کو خدا کی کار سازی نے
خدا سے عفو کا طالب ہوا اب بھی جی اگر چاہے"
کہا بوجہل نے "خاموش اور یثرب کے چرواہے!
ہبل میرا خدا ہے لات و عزّیٰ ہیں خدا میرے
وہی میرے محافظ ہیں وہی حاجت روا میرے
قریشی فوج کا سردار ہوں میں جان لے مجھ کو
بڑا بھاری سپہ سالار ہوں پہچان لے مجھ کو
بتا ہم کو ملی ہے فتح یا تم بے نواؤں کو؟
تمہارے اک خدا کو یا ہمارے سب خداؤں کو
تیرے ساتھی کدھر ہیں قتل ہو کر رہ گئے ہونگے
مسلمانوں کے لاشے موج خوں میں بہہ چکے ہونگے
کہاں ہے وہ تمہارا مایہ صد ناز پیغمبرؐ
وہ عبداللہ کا بیٹا صاحب اعجاز پیغمبرؐ

سر میداں کیا ہے ہم نے اس کا بندوبست آخر
ہمارے دیوتا نے اس کو دی ہوگی شکست آخر
مجاہد نے کہا۔ "او دشمن دیں اوستم آرا
خود اپنی آنکھ سے کر اپنی بربادی کا نظارا
ملی پاداش حملہ آوری تیغ آزماؤں کو
کہ دی حق نے شکست فاش باطل کے خداؤں کو
پرے ہیں پیدیوں کے اب نہ وہ جنگی رسالے ہے
خدا کا اور محمد مصطفےؐ کو بول بالا ہے
کیا کفار کو اللہ نے خوار روزبوں آخر
ہوا اس لعنتی کثرت کا جھنڈا سرنگوں آخر
فضا میں دیکھ لہراتا ہوا اسلام کا پرچم
برائے اہل عالم امن کے پیغام کا پرچم
وہ کثرت مٹ گئی ایمان قلت دیکھ اور کافر
نگاہِ واپسیں سے اپنی ذلت دیکھ او کافر
جو آئے تھے کہ چھینیں حق آزادی شریفوں سے
ہوئے سب تین تیرہ تین سو تیرہ ضعیفوں سے
یہ کیا ہے؟ ایک ادنیٰ سا کرشمہ قدرت حق کا
گنہ سے توبہ کر۔ طالب ہو ظالم رحمت حق کا
اگر تو آخری ساعت پہ بھی انسان ہو جائے
تو شاید حشر میں مشکل تری آسان ہوجائے"
یہ سُن کر اس لعیں نے دھندلی دھندلی اک نظر ڈالی

نظر آئی اسے وادی قریشی فوج سے خالی
بس اپنے پیکر حسرت کا منہ تکنے لگا کافر
کراہا چیخ ماری ۔ گالیاں بکنے لگا کافر
شرافت کا نہ پایا کچھ اثر جب اس کمینے پر
مجاہد نے سنبھالی تیغ بیٹھا چڑھا کے سینے پر
کہا بوجہل نے "اے بکریوں کے پالنے والے"
میں زخمی ہو کے بیشک پڑ گیا ہوں اب ترے پالے
ذرا گردن بچا کر کاٹنا سر باز سر میرا
رہا ہے عمر بھر دنیا میں سرا فراز سر میرا
کہ جس کو دیکھنے والے کہیں سردار کا سر ہے
برے اک گردن افراز و سپہ سالار کا سر ہے[۴]
مجاہد مسکرایا اور اس خود سر کا سر کاٹا
بڑے اظلم بڑے اخبث بڑے اکفر کا سر کاٹا
چلا شاہ دو عالم کی طرف دشمن کا سر لے کر
برائے نذر نخل فتح و نصرت کا ثمر لے کر

تشریح:

[۱] دیکھو شاہنامہ اسلام جلد اوّل

[۲] دیکھو سیرت النبی و خاتم المرسلین وغیرہ

[۳] عبداللہ بن مسعود نے آواز دی کہ کیا تو ہی ابوجہل ہے (بخاری)

[۴] عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل کی گردن پر پاؤں رکھا۔ ابوجہل نے کہا او بکری چرانے والے دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے۔ (سیرت النبیؐ)

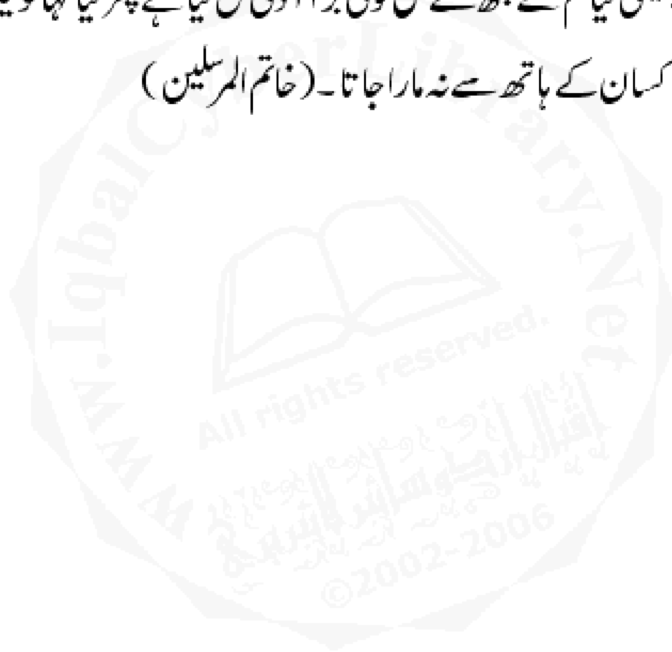
۲۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ الذیٰ اَخزَّاک

ترجمہ: یعنی تعریف کرتا ہوں اُس خدا کی جس نے تجھ کو ذلیل و خوار کیا۔

۳۔ ابوجہل نے کہا

ھَل فَوقُ رَجُل'' قَتَلتُمُوہُ

ترجمہ: یعنی کیا تم نے مجھ سے بھی کوئی بڑا آدمی قتل کیا ہے پھر کیا کہا لو غیر اکارِ قتلنی کہ میں کسی کسان کے ہاتھ سے نہ مارا جاتا۔ (خاتم المرسلین)



فتح کے بعد آنحضرتؐ اور غازیوں کی مصروفیات

خُدا کے فضل سے حاصل ہوئی یہ فتح فیروزی
لگی ہونے مجاہد زخمیوں کی مرہم اندوزی
اسیروں کی حفاظت کیلئے سامان فرماکر
نماز اپنے شہیدوں کی پیمبرؐ نے پڑھی آکر
ہوا یہ انتظام اب حسن فرمان رسول اللہ
ہوئی تکمیل تدفین فدایان رسول اللہ
دعا فرما کے اِن سب کو گنہ سے پاک فرمایا
شہادت پانے والوں کو سپرد خاک فرمایا
ملی اس جنگ میں جن کو شہادت کی علم داری
تھے اِن بخت آوروں میں چھ مہاجر آٹھ انصاری
سر مقتل ہوئی گنتی جو مقتولان دشمن کی
بہتر سرنگوں لاشیں تھیں سرداران دشمن کی
ہوا ارشاد اِن کی پردہ پوشی بھی ضروری ہے
کھلے مدیاں میں لاشے چھور جانا بے شعوری ہے
صحابہ پرا اگرچہ انتہائی ضعف طاری تھا
مگر ارشاد پیغمبرؐ انہیں ارشاد باری تھا
پڑی تھیں جابجا میدان گیرو دار میں لاشیں
اٹھائیں اورسلائیں اک کشادہ غار میں لاشیں ۵

تشریح:

۱ (دیکھو سیرت النبیؐ)

۲ ابو جہل بولا ۔ اے بکریوں کے چرواہے فخر کر کہ تو بڑی اونچی جگہ بیٹھا ہے ۔ میری وصیت سن کہ میرا سر کاٹے تو کندھوں کے قریب سے کاٹیو تا کہ گردن بڑی معلوم ہو اور ہر شخص دیکھتے ہی سمجھ جائے کہ کسی بڑے سردار کی گردن ہے (اسلام حصہ اوّل)

۱ شہدا پر نماز پڑھی گئی اور اپنے خون آلود کپڑوں میں جنہیں وہ پہنے ہوئے تھے دفن کئے گے (اسلام حصہ اوّل) خاتمہ جنگ پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف ۱۴ اشخصوں نے شہادت پائی جنمیں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے (سیرت النبیؐ)

۳ تقریباً ستر آدمی قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے (سیرت النبیؐ)

۴ لڑائیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جہاں کوئی لاش نظر آتی تھی آپ اس کو زمین میں دفن کرا دیتے تھے (روض الالئف)

۵ اس موقع پر کشتیوں کی تعداد زیادہ تھی ۔ اس لئے ایک ایک کا الگ الگ دفن کرنا مشکل تھا ۔ ایک وسیع کنواں تھا (عربی میں لفظ قلیب ہے ۔ مصنف) تمام لاشیں آپ نے اس میں ڈلوادیں ۔ لیکن (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۶۲)

مشرکین کی لاشوں سے آنحضرتؐ کا خطاب

ہوئی معمور پھر صبر و سکون سے بدر کی وادی
کنار غار استادہ ہوا اسلام کا ہادیؐ
مخاطب کرکے ہر مقتول کو حضرت نے فرمایا
کہ ہم سے حق نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے حق پایا
کہو اے عتبہ اے بوجہل اے شوکت کے متوالہ
جو تم پر عہد تھا اللہ کا اس پر نظر ڈالو
بتاؤ غار والو۔ آج تو تمکو یقیں آیا
وعید حق کا ایف تم نے پایا یا نہیں پایا
نبی کی قوم تھے تم لوگ لیکن کس قدر بد تھے
کہ از آغاز تا انجام شیطاں کے موید تھے
میری تصدیق کی لوگوں نے پر تکذیب کی تم نے
خدا کے بہتریں تعمیر کی تخریب کی تم نے
نکالا تم نے گھر سے مجھ کو اوروں نے اقامت ہادیؐ
اُٹھے تم قتل و گارات کو مگر اوروں نے نصرت کی
ہوئے حائل تمہیں راہ فلاح آدمیت میں
بتاؤ کیا کہو گے پیش حق اپنی بریت میں
خطاب اس طرح مقتولوں سے جب حضرتؐ نے فرمایا
صحابہ کے دلوں میں اک تحیر ساء اُمڈ آیا
کہا جن کو حضور آواز دیتے ہیں وہ مردہ ہیں

بھلا اب کس کی سنتے ہیں اجل کے زخم خوردہ ہیں
ہوا ارشاد زندوں سے زیادہ سُن رہے ہیں یہ
برائی کے برے انجام پر سر دھن رہے ہیں یہ
مآل کار پر انتہائی اضطراب ان کو
مگر حاصل نہیں ہے آج مقدور جواب اِن کو

تشریح:

لے (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۱) امیہ کی لاش پھول کر اس قابل نہ رہی تھی کہ جگہ سے ہٹائی جائے اس لئے وہیں خاک میں دبا دی گئی (سیرت النبی)

لے واپسی سے قبل آپ اس گڑھے کے قریب تشریف لے گئے جس میں رہ سائے قریش دفن کئے گئے تھے اور پھر ان میں سے ایک ایک کا نام لے کر پکارا اور فرمایا۔۔۔۔۔۔۔یعنی کیا تم نے اس وعدے کو حق پایا جو خدا نے میرے ذریعے تم سے کیا تھا تحقیق میں نے تو اس وعدے کو حق پالیا ہے جو خدا نے مجھ سے کیا تھا۔
نیز فرمایا۔۔۔۔۔(طبری بحوالہ خاتم النبیین) یعنی اے اہل قلیب تم اپنے نبیؐ کے بہت بُرے رشتہ دار بنے۔ تم نے مجھے جھٹلایا اور دوسروں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھے میرے وطن سے نکالا اور دوسروں نے مجھے پناہ دی۔ تم نے میرے ساتھ قتال کیا۔ اور دوسروں نے میری نصرت کی۔

بعد فتح غازیان اسلام کی حالت قلب

نمازِ عصر کا وقت آ گیا اِن کام دھندوں میں
ہوا بیتاب ذوق بندگی اللہ کے بندوں میں
فضا میں گونج اٹھی پھر صدا اللہ اکبر کی
ہوئی روح حقیقی جلوہ گر دین پیغمبرؐ کی
وضو کر کے صفیں میداں میں باندھیں شان والوں نے
خُدا کے سامنے سر رکھ دئے ایمان والوں نے
سنے نغمات شکر ان فتحمندوں کی زبانوں سے
اتر آئے فرشتے لے کے رحمت آسمانوں سے
تعجب خیز تھا یہ ربط و ضبط انسان فانی کا
چڑھا ہرگز نہ اس اُمت کو نشہ کامرانی کا
یہ پہلی فتح تھی انسان کی شیطان کے اوپر
کہ بعد فتح قائم تھا بشر ایمان کے اُوپر
بشر یہ بھی تھے لیکن قلب انکے شر سے خالی تھے
مقاصد تھے بلند ان کے ارادے ان کے عالی تھے
نہ تھی راہ خا میں خواہش نام و نمود ان کو
پئے حُب نبیؐ مقصود تھی نفی وجود ان کو
جب آئے تھے ۔ تو کمزور اور نہتے اور تھوڑے تھے
نہ ان کے ساتھ خیمے تھے نہ انکے ساتھ گھوڑے تھے
نہ ان کی پشت پر تھی کوئی بھی امداد انسانی

نہ کھانے کیلئے روٹی نہ پینے کیلئے پانی
میسر کچھ نہ تھا سامان و سازو برگ سے اِن کو
اسی حالت میں ٹکرانا تھا سیل مرگ سے اِن کو
ہنکالائی تھی آزادی ہلاکت کی طرف ان کو
کے سینے تان کر ہونا تھا تیروں کا ہدف ان کو
بہر سو اپنے ہاتھوں بند تھی راہ گریز اِن پر
انہیں اس قت بھی اللہ پر ایمان کامل تھا
رسولؐ اللہ کے وعدے پر اطمینان کامل تھا
وہی وعدہ جسے اصل اصول زندگی کہتے
حیات نوع انسان کے لئے پائندگی کہتے
مجاہد کیلئے دنیاودیں کی سرفرازی ہے
کہ مرنے سے شہید اور زندہ رہ جانے سے غازی ہے
یہی ذوق یقیں باعث تھا انکی استقامت کا
قدوم استقامت ہی پہ سرخم ہے کرامت کا
یہی وہ تھے میسر تھی جنہیں اب فتح ونصرت بھی
مہیا تھے سلاح جنگ بھی مال غنیمت بھی
جوانمرادی سے حملہ آوروں پر فتح پائی تھی
سر میداں دیا تھا امتحاں جرأت دکھائی تھی
بڑی جرأت سے حاصل کر چکے تھے ہمتوں والے
کمانیں تیر زرہیں گرز ڈھالیں برچھیاں بھالے
خیام اور بارگاہیں اونٹ گھوڑے ڈھول نقارے

رسد کی خرجیاں بالک نئے کپڑوں کے پشتارے
سبھی کچھ آج حاصل ہوگیا تھا سرفروشوں کو
یہ روز فتح کا تحفہ ملا تھا دلق پاشوں کو
مگر اس فتح پر ہرگز نہ تھا عجب اور نازان کو
کہ ناز قرب حق نے کردیا تھا بے نیاز ان کو
نہ اتراتے تھے جرأت پر نہ اپنے زور بازو پر
خوشی تولی ہوئی تھی شکر خالق کے ترازو پر
زمین و آسماں جن و ملائک سخت جیراں تھے
کہ یہ اللہ کے بندے نئی فطرت کے انساں تھے
انہیں اب بھی نہ خنجر پر نہ بھالے بھروسہ تھا
خدا پر اور اپنے کملی والے پر بھروسا تھا
سمجھتے تھے۔ کہ یہ اللہ کا احسان ہے سارا
دکھایا تھا جسنے قدرت اور صداقت کا یہ نظارا
یہی اک جذبہ صادق تھا باعث ان کی شادی کا
کہ دیکھا معجزہ تعمیل ارشادات ہادیؐ کا
خدا کے پاک بندے تھے خود ہی کادم نہ بھرتے تھے
محمدؐ اور محمدؐ کے خدا کا شکر کرتے تھے

بدر سے غازیان اسلام کی واپسی

اُدھر باطل گریزاں تھا۔ اِدھر حق شادو فرحاں تھا
یہ دن ارشاد قرآں کے مطابق یوم فرقاں! تھا
سوار صبح دوڑا جا رہا تھا شام کی جانب
کہ ہر آغاز کا اقدام ہے انجام کی جانب
مگر اس وقت بھی مشغول تھے اللہ کے غازی
سفر درپیش تھا اس قافلے کو بعد سربازی
نماز عصر پڑھ کر ہوگئی چلنے کی تیاری
مدینے کو بڑھی موج نوید نصرت باری!
ثنا کرتی ہوئی اللہ کے اکرام واحساں کی
سواد بدر سے پلٹی جماعت اہل ایماں کی
بچشم نم شہیدان محبت سے جداہوکر
چلے بندے خُدا کے ہمرکاب مصطفیٰ ہوکر
نہاتراتے ہوئے آئے نہ اتراتے ہوئے پلٹے
سپاس و شکر کا اظہار فرماتے ہوئے پلٹے
نہ غرہ تھا اسیروں پر نہ سامان غنیمت پر
یہ نازاں تھے فقط اسلام ہی کی قدروقیمت پر
تھا دل اس شکر سے معمور ان عالی مقاموں کا
کہ حق نے امتحاں فرمالیا اپنے غلاموں کا

تشریح:

۱ دیکھو سیرت النبی صفحہ ۳۲۲)

۲ بعض کو قول ہے کہ اسی روز اور بعض کہتے ہیں کہ تین دن یہیں قیام فرما کر آنحضرت مدینے کی طرف لوٹے مگر کثرت اس طرف ہے کہ آپ نے تدفین کے بعد یہاں سے تین میل پر منزل کی۔



واپسی کی پہلی منزل

بالآخر کاروان روز پہنچا شب کی منزل پر
لگا دی آسماں نے کشتی خورشید ساحل پر
کیا تھا کام دن بھر تک گیا تھا آفتاب آخر
نہ لایا غازیوں کے جوش بیداری کی تاب آخر
رسول اللہ کے روئے منور پر نظر ڈالی
تبسم دیکھ کر آرام کرنے کی رضا پالی
جھکایا نیرا اعظم نے سر تعظیم کی خاطر
شرف اس کو ملا تھا احمد بے میم کی خاطر
مصر پا کر سفر پر لشکر محبوب دا اور کو
شفق نے لے لیا آغوش میں خورشید خاور کو
جبین شام پر سرخی ندامت کی جو لہرائی
رسولؐ پاک نے بھی اب قیام شب کی ٹھہرائی
ہوا ارشاد ہاں اب وقت ہے آرام لینے کا
خدا کی بخشش خواب وسکوں سے کام لینے کا
کیا فرمان ہادی پرقیام ان سر بلندوں نے
ادا کی مل کی مغرب کی نماز اللہ کے بندوں نے
مہیا جو ہوا نعمت سمجھ کر شکر سے کھایا
عشا کے بعد حزب اللہ نے آرام فرمایا
فلک سے چاند تارے نور کی بارش لگے کرنے

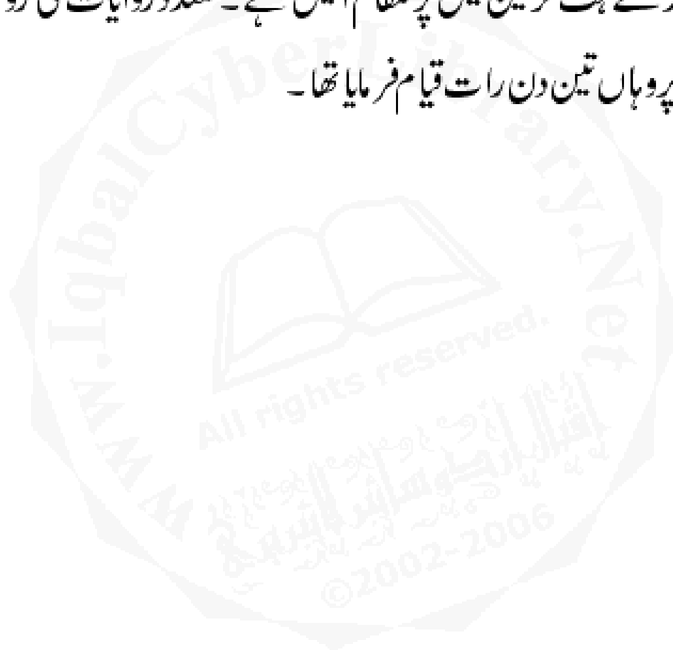
لگی موج ہوا ان کی ہوا خواہی کا دم بھرنے

ملایک کی جماعت آج پہرے دار تھی اِن کی

یہ محو خواب تھے قسمت مگر بیدار تھی اِن کی

تشریح:

۱ بدر سے ہٹ کر تین میل پر مقام اثیل ہے۔متعدد روایات کی رو سے آپ نے واپسی پر وہاں تین دن رات قیام فرمایا تھا۔



باب دوم

جنگ بدر اور جنگ اُحد کا درمیانی وقفہ مکے اور مدینے کے حالات

منافقین اور یہود کی شرارتیں

مجاہد بدر کی جانب چلے تھے جب مدینے سے
منافق اور یہود ان کو یہی کہتے تھے کینے سے
نہ جاؤ جنگ کو اس بے سر و سامان حالت سے
نہ ٹکراؤ عبث شمشیر قرشی کی اصالت سے
نہیں کوئی حریف اہل عرب میں ان کی طاقت کا
مقابل اُن سے ہونا کام ہے پوری حماقت کا
یہ تم دو تین سو افراد بے ہتھیار ناکارے
فنون جن سے عاری فلاکت آشنا سارے
محمدؐ لے چلے ہیں بیوقوفو تم کو پھسلا کر
نہ دیکھو گے کبھی منہ بال بچوں کا یہاں آ کر
قریشی پہلواں تم کو کبھی جیتا نہ چھوڑیں گے
تمہارے ایک اک سردار کا سر خوب توڑیں گے
بنائیں اس طرح کی سینکڑوں باتیں رذ دانوں نے
سنا سب کچھ مگر چپ سادھ لی اللہ والوں نے

تشریح:

لے مدینے سے نکلتے ہوئے آپ نے حضرت عبدالہدام مکتوم کو امام نماز بنا کر چھوڑا تھا۔ پھر راستے میں مقام روحا سے جو مدینہ سے ۳۲ میل کے فاصلے پر ہے

یہود اور منافقین کے فتنے کے خیال سے حضرت ابولبابہ بن منذر کو مدینہ کا امیر بنا کرو واپس بھیج دیا تا کہ مدینے میں امن قائم رکھیں ۔ مدینہ کی بالائی آبادی یعنی قبا کے لئے آپ نے عاصم بن عدی کو الگ امیر مقرر کر دیا تھا ۔ (ابن ہشام و ابن اثیر)



منافقین اور یہود مدینہ کی طنز آمیز افواہیں

منافق اور یہود ان فکر مندوں کو ستاتے تھے
قریشی فوج کے غلبے کی افواہیں سناتے تھے
کہا کرتے تھے قرشی فوج سب کو مار ڈالے گی
زمین بدر منہ کھولے گی بیچاروں کو کھالے گی
پیمبر نے کیا برباد اتنے خاندانوں کو
بچا لاتے ہیں دیکھیں کس طرح ان چند جانوں کو
نہتے لڑسکیں گے کس طرح کمزور بیچارے
ہمیں افسوس ہے بے فائدہ مارے گئے سارے
یہود اور بت پرست ایسی ہی باتیں کہتے رہے تھے
مسلماں ضبط و خاموشی سے سنتے اور سہتے تھے

تشریح:

۱ آنحضرت کے خروج بدر سے پہلے آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ چیچک میں مبتلا ہو چکی تھیں۔ حالت بہت نازک تھی اس لئے تیمارداری کے لئے آپ نے ان کے شوہر جناب عثمانؓ ابن عفان کو مدینے میں چھوڑ دیا تھا۔ (خاتم المرسلین)

حضرت رقیہؓ کی وفات کا دن

خبر کوئی نہ آئی تھی بڑھا فکر و ملال آخر
ہوا اک دن رقیہ سیدہ کا انتقال آخر
دعا کرتی ہوئی حق سے رسول اللہ کی بیٹی
پدر کی واپسی سے پیشتر تربت میں جالیٹی
جناب حضرت عثمانؓ بہت افسردہ خاطر تھے
حیا مانع تھی رونے سے مگر آزردہ خاطر تھے
بچھڑ کر رہ گئے تھے جس کی خاطر فوج ملت سے
جدائی ہوگئی تھی آج اسی پاکیزہ سیرت سے
سہے تھے اس عفیفہ نے بہت دکھ دین کی خاطر
مدینے کے مسلماں جمع تھے تدفین کی خاطر
نبی کے جلد واپس لوٹ آنے کی تمنا تھی
یہ حسرت باوجود ضبط چہروں سے ہویدا تھی
یہود اور بت پرست اس وقت بھی انگوستاتے تھے
کہ دلسوزی کے پردے میں وہی باتیں بناتے تھے

فتح کی خوشخبری

یہ عالم تھا کہ دیکھا اک شترا سوار آتا ہے
کھڑا ہو ہو کے رستے میں کوئی مژدہ سناتا ہے
مسلمانوں کے بچے بچیاں میں جمع گرد اسکے
خُدا کا فضل اور فتح مبیں لب پر ہیں ورد اس کے
قریب آ کر نظر آیا جناب زید کا چہرا
وہ چہرا جس پہ تھا لطف خدائے پاک کا سہرا
وہ زید ابن حارث خادم خاص رسول اللہ
غلام زر خرید حسن واخلاص رسول اللہ
ہمیشہ مستعد رہتے تھے جو خدمت گذاری میں
نبی کا ناقہ قصوی تھا آج انکی سواری میں
یہاں تعمیل احکامات ہادیؐ کرنے آئے تھے
نوید فتح و نصرت کی منادی کرنے آئے تھے
صدا دیتے تھے لوگو شکر خالق کابجالاؤ
قریشی فوج کے حملے سے تم ہرگز نہ گھبراؤ
خدائے پاک نے دی ظلم کی پاداش دشمن کو
ہوئی ہے بدر کے اندر شکست فاش دشمن کو
سپہ سالار بھی مارا گیا سردار بھی اُن کے
نہ قائم رہ سکے پیدل بھی اور اسوار بھی ان کے
ابوجہل وابو کرش وامیہ او رزمعہ بھی

ولیدو عاص بھی بوالبختر ی بھی اور منبہ بھی
وہ سب کے سب جو تھے ہر کار نیک انجام کے دشمن
رسول اللہ کے اللہ کے اسلام کے دشمن
وہ سب کے سب جو لشکر لے کے آئے تھے مدینے پر
خدائے موت کو ترجیح دی ہے اُنکے جینے پر
ربیعہ کے پسر مارے گئے اِک آن کے اندر
ہوئے مقتول سارے کینہ ور میدان کے اندر
بہت سے آدمی پکڑے گئے ہیں فوج شیطاں کے
غنیمت میں ذخیرے حق نے بخشے ساز و ساماں کے
اَلا یا معشر الا نصار یہ دن ہے مسرت کا
عنایت ہے نبی کی اور احساں رب عزت کا
کوئی دن اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا سعادت کا
کہ چودہ خوش نصیبوں کو ملا رتبہ شہادت کا
دکھا کر سر فروشی جیت کر ایمان کی بازی
مدینے کی طرف واپس ہوئے ہیں تین سو غازی
خُدا رکھے سلامت ہے ہمارا کملی والا بھی
اسی کے دم سے ہے یہ نصرت باری تعالیٰ بھی
نوید اے طالبان دید حق مطلوب آتا ہے!
مدینے کی طرف اللہ کا محبوب آتا ہے!

تشریح:

ل (حاشیہ متعلقہ ۱۵۳)

۱ بدر سے واپسی کے وقت آنحضرتؐ نے زید بن حارث کو مدینہ کی طرف روانہ فرمایا کہ وہ آگے جا کر اہل مدینہ کو فتح کی خوشخبری پہنچا دیں۔(خاتم النبیین)



فتح کی خبر پر منافقین و یہود کی رائے زنی

مسلمانوں کے خفتہ بخت اس آواز سے جاگے
جناب زید یہ مژدہ سنا کر بڑھ گئے آگے
مگر جو غیر مسلم تھے لگے اب اور بھی ہنسنے
سنی جب زید کی آواز آوازے لگے کسنے
کوئی بولا پیام زید کیا اچھی کہانی ہے
حقیقت کچھ لیکن زباں میں کیا روانی ہے
کوئی بولا ارے یہ صاف بہکانے کی باتیں ہیں
صریحًا ایک فوجی چال ہی دھوکا ہے گھاتیں ہیں
مسلمانوں کی بازی بدر کے میداں میں پٹ سمجھو
قریش ان کو عدم کا راستہ دکھلا چکے ہونگے
مسلماں سب کے سب میدان میں کام آچکے ہونگے یہی
حشر اُن کے صاحبؐ کا ہمیں معلوم ہوتا ہے
کم از کم اس کہانی سے یہی مفہوم ہوت اہے
یہ ناقہ جس کا ہاے اچھی طرح پچانتے ہیں ہم
بھگا لایا ہے اس کو زید سب کچھ جانتے ہیں ہم
کوئی پوچھے سلامت ہے اگر اس قوم کا آقاؐ
اکیلا لے کے آسکتا تھا کیونکہ زید یہ ناقا
غرض یہ ہے مدینے میں کہیں بلوا نہ ہو جائے
مسلمانوں کی باقی ماندہ جمعیت نہ کھو جائے

کوئی بولا نہیں ہم اس کو جھوٹا کہہ نہیں سکتے
یہ کہنے سے بھی لیکن باز ہرگز رہ نہیں سکتے
کہ اُس پر ہول نظارے سے ہے خوف و ہراس اس کو
کیا ہے رنج و غم نے آج مخبوط الحواس اسکو



حضرت اسامہؓ ابن زیدؓ کا جوش

اِدھر تو ان خبیثوں کی زبانوں پر تھیں یہ باتیں
اُدھر ایمان والوں کے لبوں پر تھیں مناجاتیں
صداقت کیش تھے اپنے خدا پر تھا یقیں ان کو
بشارات محمد مصطفٰے پر تھا یقیں اِن کو
جناب زید کے بیٹے اسامہؓ تھے ابھی کمسن
اُنہیں اشرار کی باتوں پہ غصہ آگیا اس دن
یہ طنز آمیز فقرے سُن کے شاہ فوجِ ملّت میں
اُٹھے۔اُٹھ کر گئے اپنے پدر کے پاس خلوت میں
کہا میں جانتا ہوں صدق ہے جو آپ کہتے ہیں مگر
اشرار یثرب اس طرح اے باپ کہتے ہیں
کہا جان پدر! مسلم کبھی بزدل نہیں ہوتا
اگر کچھ ایسی ویسی بات ہوئی میں وہیں ہوتا
بھلا راہ شہادت کو مجاہد چھوڑ سکتا ہے
حواس و ہوش کھو کر موت سے منہ موڑ سکتا ہے
ابھی یہ لوگ دیکھیں گے کہ میرے بات سچی ہے
روسول اللہ سچے ہیں ۔خدا کی ذات سچی ہے
اسامہ مطمئن ہوکر بڑھے اشرار کی جانب
جہاں پر زور تھا ان کا اسی بازار کی جانب
پکارے اے یہود اے بت پرستو کچھ تو شرماؤ

تمہارا جھوٹ ظاہر ہو چکا ہے اب تو باز آؤ
ابھی دو چار ساعت میں رسول اللہ آتے ہیں
مزا اس فتنہ انگیزی کا تم سب کو چکھاتے ہیں
نظر آئیں گے دن کے وقت زیر آسماں تارے
تو جھک جائیں گی یہ بے نور آنکھیں شرم کے مارے
یہ سن کر فتنہ پرور منہ اسامہؓ کا لگے تکنے
لگے تھے بدزباں اب اور بھی کچھ نارو ا بکنے
کہ اتنے میں صدا آنے لگی اللہ اکبر کی
سواری آ گئی تھی ارض روحا تک پیمبر کی
اُٹھے جب اس طرح نعرے خوشی کے اور تکبیریں
دل اشرار پر چلنے لگیں حسرت کی شمشیریں
یہ نادم ہو کے دیکھے کوئی تازہ چال کرنے کو
اسامہ بڑھ گئے حضرت کا استقبال کرنے کو

رسول اللہ اور غازیانِ اسلام کی مراجعت

نوید سر خوشی دے دی زمیں نے آسمانوں کو
فرشتے لے اُڑے اللہ اکبر کی اذانوں کو
ہوا جلوہ فگن طیبہ میں جب اسلام کا ہادیؐ
منور ہوگئی شمس الضحیٰ کے نور سے وادی
صحابہ ہم عناں تھے صف بصف محبوبِ داکے اور
شعاعیں گرد تھیں چاروں طرف خورشید خاور کے
عیاں تھا سب کے چہروں سے نشان فتح فیروزی
سناتے تھے غنائم داستانیں فتح فیروزی
زمیں سے جب صدائے نعرہ ہائے مرحبا گونجی گلک
سے بھی ندائے نغمہ صلی علیٰ گونجی
مبارکباد کی آنے لگیں پر جوش آوازیں
مئے حب رسول اللہ سے مدہوش آوازیں
قریب شہر پا کر لشکر مردان عالم کو
مسلماں ہر طرف سے بڑھ رہے تھے خیر مقدم کو
اُمڈ آیا ہجوم اہل ایماں دید کی خاطر
ہوئی جاں بخش جو امید اسی کی خاطر
پیمبر اس طرح داخل ہوا اپنے مدینے میں
دم رفتہ پلٹ کر جس طرح آتا ہے سینے میں
محبت کی ہوائیں وجد میں آئیں شجر جھومے

جھکی محراب مسجد فرش نے بچھ کر قدم چومے
فروکش ہوگئے مسجد میں آکر حضرت والا
صحابہ نے بنایا چاند کے چاروں طرف ہالا
بشر کی شان وحدت کے جو یہ جلوے نظر آئے
ستارے بھی مبارکباد دینے کو اُتر آئے
مہاجر اور انصار آکے بیٹھے سب حضوری میں
رہا کوئی نہ بعدو قرب خاکی اور نوری میں



عمِ نبی حضرت عباس بطور اسیر جنگ

عشا پڑھ کر تھکے ماندوں کو وقت آرام کا آیا
اُٹھا دن کا عمل شب نے کیا آفاق پر سایا
پے آرام لیٹا کملی والا اک چٹائی پر
خدا کے فضل سے جس کو تصرف تھا خدائی پر
شہنشاہوں کا شہنشاہ لیکن کس قدر سادہ
وہی تھا اس کا بستر اور وہی تھا اس کا سجادہ
وہ لیٹا دو گھڑی سونے کو لیکن نیند کیا آتی
کہ تھی رہ رہ کے مسجد میں دبی سی اک صدا آتی
تھے مسجد کے قریں عم نبی عباس اک گھر میں
بندھی تھیں اُنکی مشکیں اور شاید درد تھا سر میں
اگرچہ دین و ملت پر بہت احسان تھے ان کے
بحال کفر یہ احسان عالی شان تھے ان کے
مگر کفار کے حملے میں شرکت تھی خطا کاری
ہوئی تھی جنگ کے میدان میں ان کی گرفتاری
چچا تھے اور کی تھی دین کی خدمت گذاری بھی
مگر انصاف کو مشکل تھی انکی پاسداری بھی
بندھے تھے جس طرح سب دشمن اسلام قیدی تھے
کہ یہ بھی دوسروں کے ساتھ ہی اک عام قیدی تھے
کراہے دم بدم عباس درد و کرب کے مارے

بندھے تھے دست و پا کروٹ نہ لے سکتے تھے بیچارے

رسول اللہ کو بھی درد تھا ان کی اذیّت سے

کہ یہ خدمت کیا کرتے تھے پورے صدق نیت سے

اُدھر وہ ہلکے ہلکے زیرِ لب اکآہ کرتے تھے

اِدھر بے چین ہوکر آپ ٹھنڈی سانس بھرتے تھے

صحابہ سو رہے تھے صحن مسجد میں تھکے ہارے

ردائے ماہ میں لپٹے ہوئے ہوں جس طرح تارے

نبی نے کروٹیں بدلیں جو یوں بیتاب ہوہوکر

صحابہ جاگ اُٹھے خواب سے بے خواب ہوہوکر

گذارش کی سبب کیا ہے حضور اس بےقراری کا

مزاج اچھا تو ہے نامِ خدا محبوب باری کا

کہا بے تابی بے تابی عباس ہے مجھ کو

حقوقِ خدمتِ دیرینہ کا احساس ہے مجھ کو

وہ قید و بند کی تکلیف سے جب تلملاہے

تو اس کی خدمتِ حق کا زمانہ یاد آتا ہے

گذارش کی غلاموں نے اگر سرکار فرمائیں

ابھی عمِ نبیؐ کے بند ڈھیلے کر دیئے جائیں

کہا جب دوسرے انساں بھی ہیں اس قید کے اندر

کروں گا میں نہ ہر فرق عمر و زید کے اندر

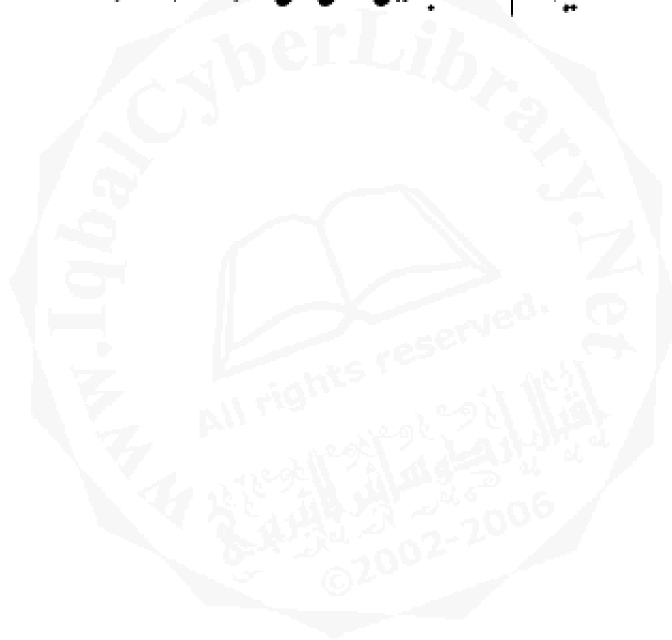
جھکایا سر یہ منشائے نبی پاکر صحابہؓ نے

کمندیں نرم کیں ہر ایک کی جاکر صحابہؓ نے

تشریح:

۱ دیکھو سیرت النبیؐ

۱ غزوہ بدر میں کافروں کی طرف تھے۔ اور مثل اور کافروں کے یہ بھی قید ہو کر آئے تھے۔ بندش سخت تھی۔ جس سے یہ کراہتے تھے۔ اور ان کے کراہنے سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بے چینی ہوتی تھی۔ (ازالۃ الخفا)



مکے میں شکست کی خبر

یہاں کا حال دیکھا اب وہاں کا رنگ بھی دیکھیں
ذرا چل کر شکست بانیان جنگ بھی دیکھیں
نہ تھا باطل کے دل میں وہم تک اپنی خرابی کا
ہمہ تن شہر مکہ منتظر تھا فتحیابی کا
بہت غرہ تھا ساز جنگ پر جنگی لیاقت پر
یقیں رکھتے تھے اپنی فوج کی تعداد و طاقت پر
بہت عاجز سمجھتے تھے محمدؐ کے غلاموں کو
وطن سے کر چکے تھے بے وطن علای مقاموں کو
انہیں پورا یقیں تھا فوج فاتح بن کے آئے گی
مسلمانوں کے سر مال غنیمت ساتھ لائے گی
نوید فتح مندی کا تھا ایسا اعتبار ان کو
کہ گھر میں بیٹھ رہنے پر نہ آتا تھا قرار ان کو
جما کر خون کے منظر خیالوں اور نگاہوں میں
نکل بیٹھ جاتے تھے بسا اوقات راہوں میں
حجر میں ایک دن صفوان و اہل مکہ بھی اکثر
اسی امید پر بیٹھے ہوئے تھے شہر سے باہر
نظر آیا کہ بھاگم بھاگ اک انسان آتا ہے
سراسیمہ - ہراساں اور بے سامن آتا ہے
نہیں تھی ستر کی سدھ بدھ نہ پیچھا تھا نہ آگا تھا

مسلمانوں سے لڑ کر بدر کے میداں سے بھاگا تھا
سماتا تھا نہ اُس کے پیٹ میں دم ہول کے مارے
زباں پر اسکے تھا "مارے گئے مارے گئے سارے !!!
یہ اک مرد خزاعی تھا اسے لوگوں نے پہچانا
کسی نے راستے میں اس کو لوٹا ہے یہ گردانا
کہا۔ اے مرد سو دائی یہ کیس دھن سمائی ہے
کہ یوں مارے گئے مارے گئے کی رٹ لگائی ہے
وہ بولا واقعی مارے گئے مارے گئے سارے
یہ بولے کون؟ وہ بولا سبھی سردار بیچارے
یہ اب بھی کچھ نہ سمجھے اور پوچھا تو نے کیا دیکھا
وہ بولا کچھ نہیں "بس بھاگ آنے میں مزا دیکھا
یہ سمجھے فتح ہو جانے سے پہلے بھاگ آیا ہے
بڑا بزدل ہے دل میں موت کا خطرہ سمایا ہے
کہا مارے گئے جو لوگ اُن کو نام تو لینا!
وہ بولا میں بتاتا ہوں مجھے پانی ذرا دینا
ملا پانی تو اس بھاگ ہوئے کے دم میں دم آیا
توانائی جو پائی پھر اسی صورت سے چلایا
اجی کشتوں کے پشتے لگ گئے اِک آن کے اندر
بڑے سردار سب مارے گئے میدان کے اندر
یہ سمجھے ذکر کرتا ہے مسلمانوں کے لشکر کا
صفایا ہوگیا اس قوم کے ہر ایک افسر کا

کہا "اچھا ہوا مارے گئے تم ہوش میں آؤ
جو مارے جا چکے تھے ہم کو سب کے نام بتلاؤ"

وہ بولا کیا کہ اچھا ہوا مرنا بزرگوں کا
جو لے جاتے تھے میداں میں سواروں اور پیادوں کو

سپہ سالار عتبہ بوالحکم بوکرش اور شیبہ
ولید و عاص۔ امیہ بن خلف بوبختری۔ زمعہ

سبھی مارے گئے اسود کے اور حجاج کے بیٹے
ہبل کے نام پر قربان ہوئے تقدیر کے بیٹے

تشریح:

۱ شکست خوردہ مشرکین سے جیسمان خزاعی سب سے پہلے مکے پہنچا۔ لوگوں نے پوچھا۔ لڑائی کا کیا انجام ہوا۔ وہ نہایت پریشانی کے ساتھ گھبرا گھبرا کر کہنے لگا۔ سب مارے گئے۔ (خاتم المرسلین)

صفوان بن امیہ کا شک وشبہ

ہنسا یہ سن کے صفوان اور بولا مضمون ہے
یہ اپنے ہوش میں ہرگز نہیں پاگل ہی مجنوں ہے
زباں پر نام ہی کم بخت کی ان پختہ کاروں کا
جو تنہا جنگ میں منہ پھیر دیتے ہیں ہزاروں کا
بھلا اس سے مری نسبت تو پوچھ کیا بتاتا ہے
مجھے پہچانتا ہے یا سنائی ہی سناتا ہے ؟
کہا اچھا بتا۔ صفوان کو کس حال میں دیکھا
وہ بولا خوب گویا تم مجھے مجنون سمجھے ہو
مرے سچے بیاں کو او رہی مضمون سمجھے ہو
یہ کیا بیٹھا ہوا ہے سامنے صفوان بیچارا
مسلمانوں نے جسکے بھائی کو اور باپ کو مارا
یہ سنکر ہکے بکے رہ گئے شیطان کے بندے
ہزیمت پر یقین لاتے نہ تھے سامان کے بندے

شکست خوردہ مشرکین کی عام واپسی

مگر کچھ دیر میں بھاگے ہوئے کچھ اور بھی آئے
اسی حالت میں آئے اور ایسی ہی خبر لائے
زبردستوں کے لاشے چھوڑ آئے زیردستوں میں
ہوا کہرام برپا ہر طرف باطل پرستوں میں
غرض اب یہ بھی آ اور وہ بھی آ جو بدر سے بھاگے
یہاں ہر پھر کے آپہنچے کوئی پیچھے کوئی آگے
وہ زرہیں اور بکتر اور ملبوسات فولادی
وہ شمشیر افگنی وہ جوش وہ فن اور وہ اُستادی
وہ ڈھالیں اور تلواریں۔ وہ تیرو نیزہ وخنجر
نکلے تھے بھروسہ کر کے جس سامان کے اُوپر
وہ خیمے اونٹ گھوڑے اورسامان رسد اِن کا
وہ چیزیں اہل ظاہر کو تھا ہر دم آسرا جن کا
یہ سب دے کر بمشکل اپنی جانیں لے کے آئے تھے
بسانِ زخم فریادی زبانیں لے کے آئے تھے

تشریح:

ل بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۳) امیہ نے کہا اسکی عقل ٹھکانے نہیں ہے۔ بھلا میری نسبت تو پوچھو۔ دیکھو کیا کہتا ہے لوگوں نے صفوان کے متعلق پوچھا۔ اُس نے اشارہ کر کے کہا۔ وہ کیا سامنے صفوان بیٹھا ہے۔ (خاتم المرسلین از شرر)

مکّے میں کہرام

غرض اب شہر مکہ میں ہزیمت کی خبر پہنچی
مصیبت کو بہ کو خانہ بخانہ - در بدر پہنچی
ابھی تیاریاں تھیں فاتحو کے خیر مقدم کی
ابھی آنے لگی ہر سو صدا فریاد و ماتم کی
گھروں سے مرد عورت بوڑھے بچے سب نکل آئے
عوام وخاص کِکے اور کچے سب نکل آئے
اکٹھے ہو گئے اک چوک میں سب چیخنے والے
پڑی چِٹس اُٹھے فریاد وآہ وزاریاں نالے
ہزیت خوردگاں نے انکو سارا حال بتلایا
مگر یہ کیا ہوا ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا

شکست کی روداد اور بولہب کی مایوسی

پکارا ابو لہب لوگو ذرا خاموش ہو جاؤ
تم آؤ اے ابوسفیاں ہمیں یہ بات سمجھاؤ
مجھے معلوم ہے تعداد میں وہ لوگ تھوڑے ہیں
نہ انکے پاس تلواریں نہ انکے پاس گھوڑے ہیں
نہ اُن لوگوں کا امداد ہی ہے دنیا میں کہیں کوئی
سوائے حمزہؓ فن جنگ سے واقف نہیں کوئی
ہمیں جھک کر سلام میں کرتے رہتے تھے سر راہے
وہ حرب وضرب کیا جانیں بھلا یثرب کے چرواہے

وہ کھیتی باڑی کرنا جانتے ہیں جنگ کیا جانیں
وہ بیچیں بکریوں کا دودھ خوں کا رنگ کیا جانیں
اُنہیں تو رات کے کھانے کو روٹی تک نہیں ملتی
ٹھہرنے کیلئے تھو تھوئی تک نہیں ملتی
کہاں سے مل گئی آخر کمک میرے بھتیجے کو
کہ ایسا لشکر جرار پہنچا اس نتیجے کو
تباہ وہ کون سی بجلی گری تیغ آزماؤں پر
کہ اس کا اک خدا غالب ہوا اتنے خداؤں پر
فلک بھی کانپ جاتا تھا ہمارے سورماؤں سے
عرب کی خاک تھراتی تھی تلواروں کی چھاؤں سے
مجھے بتلاؤ تم میدان میں کس بتا سے ہارے
قریشی فوج میں جنگ آزمودہ تھے جواں بہارے
وہ سب مارے گئے پکڑے گئے یہ کیا ہوا آکر
طلسمی کارخانہ تو نہ تھا میدان تھا آخر

ماتم کرنے والوں کو ابوسفیان کی فہمائش

ابوسفیاں کو بعد لہب سردار تھا سب کا
بڑے لوگوں کے مرنے سے سپہ سالار تھا سب کا
وہ اب ناچارہ اُٹھا اور بولا اے بڑے بھائی !
ہمیں کیا ہو گیا تھا یہ سمجھ اب تک نہیں آئی
تمہارے اس بھتیجے نے کچھ ایسا کر دیا جاؤ

زمیں پر پڑھ دیا افسوس ہوا میں بھر دیا جادو
ہوئی کایا پلٹ جیسے پلٹ جاتی ہیں تقدیریں
نہتوں کے مقابل کچھ بھی کام آئیں نہ شمشیریں
مسلمانوں کچھ نہ تھے لیکن وہ سب کچھ ہوءگے سدم
تھے اپنے کے ہاتھ وقت جنگ بھڑوں کی طرح سے ہم
مگر بے فائدہ اس وقت کا یہ رونا دھونا ہے
ہمیں پھر جنگ کرنے کیلئے تیار ہوتے ہے
اگر ہم آج روئے اس سیدو نقصان پہنچیں گے
ہمیں بےبس سمجھ کر وہ یہاں بھی آن پہنچیں گے
ہنسیں گے مضحکہ ہم پر اُڑائیں گے وہ چرواہے
مبادا اور کچھ اس سے زیادہ اُن کا جی چاہے
ہنسی اُن کی زیادہ تلخ ہوگی اس ہزیمت سے
عرب میں قوم گر جائے گی اپنی قدرو قیمت سے
قریشی بھائیو لازم ہے ماتم ملتوی کردو
عزاداری علی الاعلان یک دم ملتوی کردو
منادی شہر میں کردو نہ مردوں پر کوئی روئے
کرے تیاریاں ہر کوئی غفلت میں نہ دن کھوئے
جو خونیں آتش غم اپنے سینوں میں سلگنے دو
دھواں باہر نہ اٹھنے پائے اندر آگ لگنے دو
یہ آگ اک دن جلائے گی مسلمانوں کے خرمن کو
بھسم کردے گی اس نو خیز نوائیدہ گلشن کو

کیا موقوف اپنا عیش و عشرت یک قلم میں نے
کہ کھائی آج سے غسل جنابت کی قسم میں نے
قسم ہے لات و عزیٰ کی میں بدلہ لے کے چھوڑوں گا
مسلمانوں کا اور اُن کے خدا کا زور توڑ دوں گا

تشریح:

۱ متعدد مقتدر روایات ہیں کہ ابوسفیان بن حرب مجمع قریش میں کھڑا ہوا اور کہا کہ اے گروہ قریش اپنے مقتولوں کے ماتم میں نہ نوحہ کرو نہ نوحہ خوانی نہ کوئی شاعر ان پر مرثیہ بڑھے ۔ کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو یہ امر تمہارے غم و غصہ کو زائل کر دیگا۔ علاوہ ازیں اگر اصحاب محمد کو تمہارے گریہ و بکا کی خبر پہنچے گی تو وہ لوگ شماتت کرینگے اور ان کی طعنہ زنی اس شکست سے بھی نا قابل برداشت ہوگی ۔

ہند جگر خوار کا غم و غصّہ

یہ سن کر چھا گیا اس ہاؤ ہو پر ایک سناٹا
ہوا معلوم باطل کو کہ رونے میں بھی ہے گھاٹا
ابوسفیاں کی بیوی ہند اٹھی اور یوں بولی
کہ خیر اب تو ہمارے ساتھ جو ہونی تھی وہ ہولی
میرے باپ اور چچا اور بھائی کو حمزہ نے مارا ہے
بڑے سردار تھے جن کو اجل کے گھاٹ اُتارا ہے
پیونگی میں بھی اب اس کا لہو اور گوشت کھاؤں گی
کلیجہ اور گردے اپنے دانتوں سے چباؤں گی
نہیں لیکر گئے تم عورتوں کو جنگ کے اندر
اسی باعث نہ ٹھہرے وقت نام و ننگ کے اندر
بوقت جنگ گانے والیاں بھی تم نے لوٹا دیں
تھرکنے دف بجانے والیاں بھی تم نے لوٹا دیں
اگر وہ ساتھ رہتیں بھاگنے سے روکتیں تم کو
تمہاری پیٹھ پھرتی دیکھتیں تو ٹوکتیں تم کو
چلو اب عورتیں بھی ساتھ ہی میداں میں جائینگی
بوقت جنگ اپنے شوہروں کا دل بڑھا ئینگی
کیا ہے ترک اپنا بننا ٹھننا آج سے میں نے
قسم ہر بات کی کھالی ہے قومی لاج سے میں نے
کرونگی جنگ کے سامان کی ہر وقت تیاری

چلیں گی ساتھ میرے جنگ کے دن عورتیں ساری
مسلمانوں کے حق میں ڈائنیں بن جائینگی ہم بھی
عزیزوں دوستوں کا بدلہ لے کر آئیں گی ہم بھی

مکّے میں انتقامی جنگ کی تیاریاں

یہ تقریریں ہوئیں اور ہوگیا برخاست ہنگامہ
بڑھا پھر سوائے گمراہی براہِ راست ہنگامہ
بھڑک اٹھی دلوں میں اور بھی اب آگ کینے کی
نہیں سُوجھی سوائے جنگ کوئی راہ جینے کی
اگرچہ آپ خود چل کر گئے تھے قتل و غارت کو
مدینے کی طرف لوگوں کی تذلیل وحقارت کو
مگر جب منہ کی کھائی بدر میں باطل پرستوں نے
زبردستوں کے اُوپر فتح پائی زیردستوں نے
تو اب لازم یہ تھا آنکھیں کھلیں کچھ ہوش آجائے
جہالت میں تو آیا عقل میں بھی جوش آجائے
سمجھ جائیں کہ اب کچھ اور منشا مشیت کا
خدا کو خاتمہ منظور ہے اس بربریت کا

پیمبرِ اسلام مشورہ طلب فرماتے ہیں

تھے قلب انکے سراسر حرص ملک و مال سے خالی
رسول اللہ نے ان پر محبت کی نظر ڈالی
ہوا ارشاد اے حق دوستو اللہ کے بندو

اسیروں کیلئے کیا رائے رکھتے ہو خرد مندو؟
یہ سب اشراف مکہ سربلندو زور آور ہیں
قریش ان کا لقب ہے بحر جرأت کے شناور ہیں
ہوئے جو بدر میں مقتول وہ سب ان سے بڑھ کر تھے
وہ اپنی قوم میں شاید بہت لوگوں سے بہتر تھے
برے تھے یا بھلے اعمال ان کے صاف ظاہر تھے
خدا کے حق میں بد تھے اور نبی کے حق میں قاہر تھے
انہیں نیچا دکھایا اِن کے اپنے جور ناحق نے
تمہارے قبضہ قدرت میں ان کو دیدیا حق نے
تمہاری رائے پر ہے فدیہ لیکر چھوڑ دینا بھی
مناسب ہو تو رشتہ جان وتن کا توڑ دنیا بھی

تشریح:

[1] آنحضرت نے مدینہ میں آ کر صحابہ سے مشورہ کیا۔ کہ اسیران جنگ کے معاملے میں کیا کیا جائے۔(سیرت النبیؐ)

صدیقؓ اکبر کی رائے

اُٹھے صدیق اکبر۔ عرض کی اے ہادی دوراں
میرے ماں باپ اللہ اور رسول اللہ پر قرباں
حضور ان قیدیان جنگ پر احسان فرمائیں
کہ شاید بعض ان میں سے کبھی ایمان لے آئیں!
بجا ہے واقعی یہ لوگ جابر اور قاہر ہیں
ستم کرنے میں ہیں مشتاق جلادی میں ماہر ہیں
بجا ہے قلب انکے سخت ہیں کینہ ہے سینوں میں
یہ قوم اب تک نہیں ہے ظلم کے انجام بینوں میں

کسی کو حق نہیں حاصل کہ ہم کو ظلم پر ٹوکے
کرے اپنی حفاظت یا ہمارے وار کو روکے
ہماری قوم ہے نوع بشر سے افضل و بہتر
ہمیں ہیں سب سے اعلیٰ اور دنیا کمتر و کہتر
خودی اور خود پرستی بس یہ تھا مدت سے حال انکا
کئی نسلوں سے پختہ ہو چکا تھا یہ خیال ان کا
عرب کے لوگ جب مکے میں حج کرنے کو آتے تھے
تو ان کے واسطے نذریں نیازیں ساتھ لاتے تھے
طفیل کعبہ ہوتا تھا زمانے میں ادب ان کا
جو کہہ دیتے تھے یہ بس مانتے تھے حکم سب ان کا

تحکم اور تعدی کو یہ اپنا حق سمجھتے تھے
کوئی روکے رو اس کو برسرنا حق سمجھتے تھے
رسول اللہ سے تھی بس یہی وجہ عناد ان کو
کہ ملتی تھی نہ اس بیداد کی حضرت سے داد ان کو
ڈراتے تھے رسول پاک انہیں قہر الٰہی سے
بدی سے باز آئیں تاکہ بچ جائیں تباہی سے
مگر حق دشمنی ہے ایک خاصہ فطرت بد کا
تو ہر بد کار پھر دشمن نہ کیوں ہوتا محمدؐ کا

تشریح:

۱ غیرت کی وجہ سے منادی کرا دی کہ کوئی شخص رونے نہ پائے ۔اس لڑائی میں اسود کے تین لڑکے مارے گئے تھے اس کا دل امڈا آتا تھا۔لیکن قومی غیرت کے خیال سے رو نہ سکتا تھا۔اتفاق یہ کہ ایک دن کسی طرف سے رونے کی آواز آئی۔سمجھا قریش نے رونے کی اجازت دیدی ہے۔غلام سے کہا۔دیکھنا کون روتا ہے۔کیا رونے کی اجازت ہوگئی۔میرے سینے میں آگ لگ رہی ہے۔جی کھول کر رولوں تو تسکین ہو جائے۔غلام نے آ کر کہا۔ایک عورت کا اونٹ گم ہوگیا ہے اس کے لئے رو رہی ہے۔اسود کی زبان سے بے اختیار یہ شعر نکلے۔

ترجمہ: اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے۔اسکو نیند نہیں آتی اونٹ پر مت رو بدر پر آنسو بہا جہاں قسمت نے کمی کی تجھ کو رونا ہے تو عقیل پر رو اور حارث پر رو جو شیروں کا شیر تھا۔ (سیرت النبی)

ابولہب کی مرگ مایوسی

تھا اِن میں لہو یہب اللہ کا سب سے بڑا دشمن
رسول اللہ کا پکا مخالف اور کڑا دشمن
ہو اصدمہ کچھ ایسا بدر کی رو داد سے اسکو
ندامت آئی اپنی حسرت باباد سے اس کو
ہمیشہ جس بھتیجے کو دیا کرتا تھا ایذائیں
غلام اس کے بروز جنگ یوں فتح وظفر پائیں
مسلمانوں کے بچ رہنے کا تھا رنج والم اس کو
جہنم میں اُٹھا کر لے گیا آخر یہ غم اس کو
کسی طاعون نے مارانہ قاتل روگ نے مارا
اسے شیطاں کی مرگ دائمی کے سوگ نے مارا

بعد جنگ بدر مدینے کی صورت حالات

قیدیان جنگ کا مسئلہ

اُدھر مکے میں تھی درکار خون ورنگ کی صورت
اِدھر پیش نظر تھی قیدیاں جنگ کی صورت
برائے انعقاد مشورت فرماں ہوا جاری
مودب ہو کے آ بیٹھے مہاجر اورانصاری
رسالت نے پڑھایا تھا سبق توحید کا جب سے
یہ بندے اپنے اللہ کے سو بیخوف تھے سب سے
زمانے کو سبق آموز تھا ایمان ان سب کا
کہ سرخم تھا۔ زباں شاکر تھی دل تھا مطمئن سب کا
سروسینہ کو وقف تیغ و خنجر کرکے آئے تھے
رہ حق میں یہ پہلا معرکہ سرکرکے آئے تھے
مگر اس فتح پر کوئی نہ شورش تھی نہ ہنگامہ
نہ کوئی ناچ گانا تھا نہ باجے تھے نہ دمامہ
نہ اپنے زور بازو کی کہیں تعریف ہوتی تھی
نہ انداز شجاعت کی کوئی توصیف ہوتی تھی
حریفوں کی مذمت بھی نہ تھی انکی زبانوں پر
نہ کمزوروں پہ کوئی طنز تھی نے پہلوانوں پر
نتیجہ ہو چکا تھا آئینہ آئین بدعت کا
حریفوں کی شکست ان کیلئے تھی درس عبرت کا

مگر شاید کبھی اللہ کی جانب سے ہدایت ہو
انہیں بھی نور ایماں درگہ حق سے عنایت ہو
یہ لوگ آخر نبی کی قوم ہیں شاید سنبھل جائیں
خدا دل پھیر دے شیطاں کے پنجے سے نکل جائیں
رہا فدیہ سو یہ دستور کار انتقامی ہے
غلام اِن قیدیوں کے چھوڑ دینے ہی کا حامی ہے

حضرت عمر فاروقؓ کی رائے

یہ باتیں سُن رہے تھے غور سے اہل صفا بیٹھے
گذارش کرکے اپنا مشورہ صدیقؓ آبیٹھے
عمر فاروقؓ اُٹھے عرض کی اے سرور عالم
نہیں ہے آپ سے بڑھ کر کوئی سرکار محرم
یہ قیدی ہیں خدا کے اور رسول اللہ کے دشمن
بہت کج رو بہت کج فہم سیدھی راہ کے دشمن
یہ مکے میں ضعیفوں پر ہزاروں ظلم ڈھاتے تھے
ہمیشہ زیردستوں کو زبردستی دکھاتے تھے
یہی وہ ہیں یتیموں سے نوالے چھیننے والے
سر زمزم فقیروں کے پیالے چھیننے والے
یہی وہ ہیں نبیؐ کی جان لینے پر تھے آمادہ
فقط اس جرم پر کیوں ہے وہ اک اللہ کا دلدادہ
شکنجوں میں کسا کرتے تھے ایماں لانے والوں کو

عدم کی رہ دکھاتے تھے ہدایت پانے والوں کو

یہ اہل دیں پھیلا چکے تھے موت کے پھندے

وطن سے بے وطن ہیں انکے ہاتھوں سینکڑوں بندے

مسلمانوں کو بے گھر کر کے بھی ان کو نہ صبر آیا

کہ اب لشکر مدینے پر بعزم قہرو جبر آیا

نبیؐ پرحال آئینہ ہیں باطن اور ظاہر کے

یہی تو سرغنے ہیں کافروں کی فوج قاہر کے

اگر چھوڑ گیا ان کو یہ پھر لڑنے کو آئیں گے

پرانے مدعی ہر دم نئے فتنے اُٹھائیں گے

ہمیشہ اِن سے پہنچیں گی مسلمانوں کو ایذائیں

مناسب ہے کہ عالی جاہ سب کو قتل فرمائیں

اگر چھوڑا گیا یہ مضحکہ ہم پر اُڑائیں گے

کبھی ایماں نہ لائینگے کبھی ایماں نہ لائینگے

گئے وہ دن کہ رشتہ دار تھے یہ لوگ ہم سب کے

ہم اِن سے اور یہ ہم سے بے تعلق ہو چکے کب کے

مناسب ہے کہ مسلم دین پر ھر چیز کو وارے

کہ ہر شخص اپنے رشتہ دار کو خود ہاتھ سے مارے

ہماری رشتہ داری دین داری سے ہے وابستہ

میری دانست میں اس وقت سیدھا ہے یہی رستہ

ہے ان کا قتل ہی واجب کہ یہ ملّت فسادی ہے

یہ اک رائے ہے آگے جس طرح ایمائے ہادیؐ ہے

تشریح:

ل حضرت عمرؓ نے کہا کہ دین کے معاملے میں رشتہ داری کا کوئی پاس نہ ہونا چاہیے۔اور یہ لوگ اپنے افعال سے قتل کے مستحق ہو چکے ہیں۔بس میری رائے میں ان سب کو قتل کر دینا چاہیے۔بلکہ حکم دیا جائے۔کہ مسلمان خود اپنے اپنے ہاتھ سے رشتہ داروں کو قتل کریں۔(خاتم النبیین)

رحمتہ للعلمینؐ کی اُمّت کا فیصلہ

یہ دونوں مختلف رائیں سنیں سرکار عالیؐ نے
تو دیکھا اپنی امت کی طرف اُمّت کے والیؐ نے
نظر آیا کہ سب خاموش ہیں سر در گریباں ہیں
تدبر کر رہے ہیں فکر میں غلطان وپیچاں ہیں
یہ مشکل مسئلہ حل ہو نہیں سکتا بآسانی
اِدھر ہے امن خطرے میں اِدھر ہے جان انسانی
نبوت کو مگر مد نظر تعلیم ملت تھی
کہ غور خوض کی عادات پر تنظیم ملت تھی
خموشی سے اٹھا حجرے میں داخل ہوگیا ہادیؐ
کہ باہم گفتگو کر لے یہ جمعیت بآزادی
اجازت پائی جب اس امر کی ہادیؐ سے امت نے
کیا باہم گفتگو کر لے یہ جمعیت بآزاری
اجازت پائی جب اس امر کی ہادیؐ سے امت نے
کیا اب رائے کا اظہار آزادی سے امت نے

میان بحث تھیں صدیق اور فاروق کی رائیں
کہ ہر پہلو سے قطعی اور جامع تھیں یہی راہیں
اگرچہ مختلف تھیں رائیں دونوں حق پسندوں کی
مگر نیت تھی واحد مالک واحد کے بندوں کی
ہراک یہ چاہتا تھا دین ہی کا بول بالا ہو
مٹے باطل کی ظلمت دہر میں حق کا اُجالا ہو
طریقے مختلف مقصد تھا لیکن ایک دونوں کا
ارادہ بہر ملت تھا سراسر نیک دونوں کا
یہ رائیں ایک ہی تصویر کے دورنگ تھے گویا
یہ رائیں ایک ہی نغمے کے دو آہنگ تھے گویا
اگر اس سمت شانِ رحم کی دریا نوالی تھی
تو اس جانب وقارِ عدل کی محکم خیالی تھی
ہوئی لیکن اسی نقطے پہ ملت متحد ساری
سراجماعِ اُمت رحم کا پلہ رہا بھاری
مشیت تھی یہی یہ فیصلہ بالکل یقینی تھا
کہ اس اُمت میں رنگ رحمتہ للعالمینی تھا

ارشادِ پیغمبر دربار اسیرانِ جنگ

رسول اللہ تھوڑی دیر میں تشریف لے آئے
صحابہ ایک ہی رائے کے اوپر متحد پائے
کہا۔ ابوبکر اس اُمت میں ابراہیم ہیں گویا

کہ اعمال ان کے عفو عام کی تعلیم ہیں گویا
گنہ گاروں کی آمرزش کا طاری ہے خیال ان پر
ہے صادق ملت بیضا میں عیسیٰ کی مثال ان پر
مثال نوح ہیں گویا عمر فاروق اُمت میں
اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّار ہے طبیعت میں
یہ ہیں کفار کے حق میں مثال موسیٰ عمرانؑ
کہ رکھتے ہیں طبیعت میں جلال موسیٰ عمرانؑ
مگر جب کر چکے ہو فیصلہ تم اے جواں مردو
تو اچھا قیدیوں کو سر بہالے کر رہا کر دو
مگر ایسے بھی ہیں ان میں جو فدیہ دے نہیں سکتے
رعایت تم نے دیدی ہے مگر وہ لے نہیں سکتا
وہ سب انصار بچوں کو نوشت وخواند سکھلائیں
نوشت و خواند سکھلا کر سوئے مکہ چلے جائیں

تشریح:

۱؎ حضرت ابراہیم علیہ اسلام کو ان کی قوم نے آگ میں ڈالا تو آپ نے صرف یہ فرمایا۔۔۔

یعنی جس نے میری پیروی کی وہ مجھی میں سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی۔پس تو آمرزا اور رحم کرنے والا ہے۔

۲؎ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی امت کیلئے دعا فرمائی تھی۔۔۔۔یعنی ان لوگوں پر عذاب کرے گا تو یہ تیرے بندے ہی تو ہیں۔اور اگر ان کو معاف کر دیگا۔تو ہر آئینہ تو بڑا احکم ہے۔

۱؎ حضرت نوحؑ نے اپنے وقت کے نافرمانوں کیلئے فرمایا۔

یعنی اے خدا روئے زمین پر کافروں میں کسی کو آباد نہ رہنے دے۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ یعنی اے پروردگار ان کے مالوں کو مٹا ڈال جوان کی سرکشی کا باعث ہے۔ اور ان کے دلوں میں سختی ڈال کیونکہ جب تک یہ عذاب نہ دیکھیں گے ایمان نہ لائیں گے۔

۳؎ خدائے رحیم کے رحمدل نبی نے تاوان لے کر چھوڑ دینے کا فیصلہ کر دیا۔ (رحمتہ للعالمین)

۴؎ پڑھے لکھے کے رحمدلنبی نے تاوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر فرمایا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا پڑھنا سیکھا۔ (رحمتہ للعالمین)

جو مفلس بھی ہیں ناخواندہ بھی ہیں اُنکو رہا کر دو
علم احسان اسلامی کا دنیا میں بپا کر دو
اسیروں کو ہمیشہ عزت واکرام سے رکھنا
کوئی صدمہ نہ پہنچانا بہت آرام سے رکھنا
نہیں کرتا پسند اللہ سختی کرنے والوں کو
کہ جنت کی بشارت ہے خدا سے ڈرنے والوں کو
کیا ہے فیصلہ جو کچھ اسے ملحوظ بھی رکھنا
انہیں آرام بھی دینا انہیں محفوظ بھی رکھنا
غرض اس فیصلے پر مشورت برخاست فرما دی
اسیروں کیلئے بخشش براہ راست فرما دی
مسلمانوں نے کر لی باہمی تقسیم اسیروں کی

کہ ہو لطف اور نرمی سے حفاظت سخت گیروں کی
خُدا والوں نے رکھا قول ہر دم یاد ہادیؐ کا
کرو احساں اسیروں پر یہ تھا ارشاد ہادیؐ کا

تشریح:

۱؎ اسیران بدر میں جو بالکل نادار تھے اور فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے وہ حضور سرور کائنات کے ارشاد کے مطابق بطور احسان یونہی رہا کر دیئے گئے ۔ (ابن ہشام و ابن سعد)

۲؎ اسیران جنگ دو دو چار صحابہ کو تقسیم کر دیئے گئے (سیرت النبیؐ)

۳؎ ارشاد ہوا کہ قیدی آرام کے ساتھ رکھے جائیں ۔(سیرت النبیؐ)

اسیروں کیلئے اس عہد کے عام قوانین

ہوئی تھی آج تک نرمی نہ یوں جنگی اسیروں پر
کہ فاتح اپنے مفتوحوں کو رکھ لیتے تھے تیروں پر
طریقہ تھا کہ پہلے دست و بازو توڑ دیتے تھے
زمیں میں گاڑ کر پھر ان پہ کتے چھوڑ دیتے تھے
کبھی زندوں کے تن سے بوٹیاں نچوائی جاتی تھیں
سلاخیں گرم کر کے جسم میں برمائی جاتی تھیں
کبھی پٹوایا جاتا تھا انہیں پرخار کوڑوں سے
کبھی رُندوا دیا جاتا تھا اُونٹوں اور گھوڑوں سے
اگر اعداد کو زندہ رکھنا بھی مطلوب ہوتا تھا
تو قید و بند کا اس وقت یہ اسلوب ہوتا تھا
اسیروں کو کسی اندھے کوئیں میں ڈال دیتے تھے
کوئیں کے منہ پہ سل پتھر کی لا کر ڈھال دیتے تھے
کبھی سوکھا ہوا ٹکڑا کبھی بدذائقہ پانی
کیا کرتے تھے فاتح اس طرح قیدی کی مہمانی
عرب میں بھی یہی دستور تھا اسلام سے پہلے
اذیت ملتی تھی مغلوب کو ھر کام سے پہلے
قریشی قوم میں بھی ایسے ہی قانون تھے جاری
کہ ان کی قید کے معنٰی تھے مرگ و ذلّت و خواری
چنانچہ بدر کے قیدی جو آئے تھے مدینے میں

تو دم بھی ہول کے مارے سماتا تھا نہ سینے میں
سمجھتے تھے کہ اب یا موت یا ذلت یقینی ہے
خبر کیا تھی یہ شرع رحمتہ للعالمینی ہے

تشریح:

لے سرگذشت اقوام اور تاریخ عالم کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام سے پہلے قیدیاں جنگ ہو ہولناک سختیاں ہوتی تھیں۔ غلام بنا بنا ک ربیچ دیے جاتے تھے یہ کتوں سے نچوائے جاتے تھے کنوؤں میں ڈالے جاتے تھے۔ آروں سے چروائے جاتے تھے۔ آنکھیں نکلوا دی جاتی تھیں۔ دست و بازو کٹوا دیئے جاتے تھے وغیرہ وغیرہ

قیدیوں سے مسلمانوں کا سلوک

مسلمانوں نے اِن کو بال بچوں کی طرح رکھا
قلوب سخت نے لطف و کرم کا ذائقہ چکھا
کلام سخت سن کر بھی نہ کچھ سختی سے کہتے تھے
انہیں روٹی کھلا دیتے تھے خود فاقے سے رہتے تھے
تواضع اور زرمی دیکھ کر حیران تھے دشمن
کہ اس طرز سلوک عام سے انجان تھے دشمن
کھلیں آنکھیں نمونہ دیکھ کر خلق محمدؐ کا
سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا سبب الطاف بیحد کا
ندامت سے ہوئے محجوب اُن کے کینہ ور سینے
لگے کچھ صاف ہونے زنگ سے تاریک آئینے
بالآخر شہر مکہ سے روقوم خوں بہا آئیں
تو اُن لوگوں نے قید جنگ سے آزدیاں پائیں
اقارب جن کے بے پردہ اور بے درد اور نجس تھے
ہوا فدیہ معاف ان کو کہ وہ نادار و مفلس تھے

تشریح:

صحابہ نے ان کے ساتھ برتاؤ کیا۔ کہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجوریں کھا کر گذر اہ کرتے تھے۔ یہ اس بنا پر تھا کہ آنحضرت نے تاکید کی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ (سیرت النبی)

عم نبی حضرت عباسؓ اور فدیہ جنگ

بنی ہاشم میں دولتمند تھے عباسؓ اسیروں میں
عرب میں تھا شمار اِن کا بڑے بھاری امیروں میں
نبیؐ کو بھی اگرچہ رنج تھا آلام پر ان کے
کہ مکے میں بہت احسان تھے اسلام پر ان کے
مگر قائم تھے اپنے کفر کی رسم جہالت پر
نہ لائے تھے ابھی ایمان خدا پر اور رسالت پر
یہ وقت جنگ حملہ آوروں کے ساتھ آئے تھے
سر میداں مجاہد غازیوں کے ہاتھ آئے تھے
رسول اللہ سے انصار نے ان کی سفارش کی
انہیں فدیے سے مستثنےٰ کیا جائے گذارش کی
کہ عبدالمطلب کے خون کا ہم پاس رکھتے ہیں
قریبی رشتہ ہم سے حمزہ وعباس رکھتے ہیں
ہمارے انکے آپس میں تعلق میں بہت گہرے
ہم ان سے فدیہ کیا لیں یہ ہمارے بھانجے ٹھہرے
نبی نے کردیا انکار لیکن اس رعایت سے
کہ شان عدل بالا تھی عزیزوں کی حمایت سے

حضرت عباس کا فدیہ دینے میں تامل اور آنخضرتؐ کا معجزہ

بلایا آپ نے عباسؓ کو اپنی حضوری میں
کہا فدیہ ادا کرنا ہے ارکان ضروری میں

عقیل و نوفل و عتبہ جنہیں تم ساتھ لائے تھے
تمہارے ہی سبب سے جو کہ بہر جنگ آئے تھے
تمہیں واجب ہے اِن تینوں کا فدیہ بھی ادا کرنا
نہیں ممکن بغیر اس کے تمہارا اب رہا کرنا
لگے عباسؓ یہ سُن کر بڑی چون و چرا کرنے
بہت سے دام و درہم ان کو پڑتے تھے ادا کرنے
بنی ہاشم میں سب سے مقدارت اور شان والے تھے
اسی باعث یہ سب قیدی انہی کے سر پہ ڈالے تھے
کہا عباسؓ نے میں آج کل معذور ہوں صاحب
رقم اتنی کہاں سے لاؤں خود مجبور ہوں صاحب
بہانے سے کیا اظہار غربت یوں جو سر دھن کر
رسول اللہ کے لب پر تبسم آ گیا سُن کر
کہا جب شرکت اعدا کی نیت کر کے آئے تھے
تو ام الفضل سے تم کیا وصیت کر کے آئے تھے
تمہارے لفظ تھے عباس اگر مارا بھی جائے گا
تو یہ اتنا اثاثہ ہے تمہارے کام آئے گا
یہ حصہ فضل کا ہے ۔ اور باقی مال جتنا ہے
عبیداللہ کا اتنا ہے عبداللہ کا اتنا ہے
وہ دولت سب ہے ام الفضل کی تحویل میں اب تک
یہ جرمانہ ادا کر دو چھپاؤ گے بھلا کب تک

تشریح:

۱ انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ (حضرت) عباس ہمارے بھانجے ہیں۔ہم ان کا فدیہ چھوڑ تے ہیں۔(سیرت النبیؐ)

۲ آنحضرت نے مساوات کی بنا پر حضرت عباسؓ کا فدیہ چھوڑ جانا گوارا نہیں فرمایا۔(سیرت النبیؐ)

۱ حضرت عقیل بن ابی طالب

۲ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب

۳ عتبہ بن عمرو بن حجدم حضرت عباس کے حلیف

۴ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ مالدار عباس بن عبدالمطلب تھے۔انہیں آنحضرت نے حکم دیا کہ عقیل وہ نوفل وعتبہ کا فدیہ بھی وہی ادا کریں (خاتم المرسلین)

۵ جناب عباس نے کہا کہ میرے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے۔

۶ آپ نے پوچھا اور وہ رقم کیا ہوئی جو آپ نے اپنی زوجہ ام الفضل کے پاس رکھوائی تھی۔اور کہا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو اس میں سے فضل کا اتنا عبداللہ کا اتنا اور عبیداللہ کا اتنا ہے (خاتم المرسلین)

حضرت عباسؓ کا ایمان لانا

مگر اظہار باطن تھا بیان ملہم صادقؐ
یہ تازہ معجزہ تھا برزبان ملہم صادقؐ
جناب حضرت عباس پر رعشہ ہوا طاری
کہ پیغمبرؐ تو رکھتا ہے دلوں کی بھی خبرداری
پکار اُٹھے بحال وضد میں ایمان لے آیا
بجا ہے راست ہے جو کچھ رسول اللہ نے فرمایا
یہ سچ ہے جب میں بہر جنگ نیت کرکے نکلا تھا
تو اتنے مال کی گھر میں وصیت کرکے نکلا تھا
میری زوجہ تھی یا میں تھ اوہاں کوئی نہ تھا اسدم
تھے ہم دونوں ہمارے درمیاں کوئی نہ تھا اسدم
محمدؐ کا سخن اظہار ہے حق و عدالت کا
بدل اقرار کرتا ہوں میں توحید و رسالت کا
یہ کہہ کر جنگ کرنے کا ازالہ کر دیا سارا
اسیران بنی ہاشم کا فدیہ بھر دیا سارا

تشریح:

لے حضرت عباس کو حیرت ہوئی ۔ بولے خدا کی قسم آپ پیغمبر ہیں ۔ اس رقم کا حال میرے اور میری بیوی کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا ۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ واقعی آپ رسول اللہ ہیں اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے ۔ (خاتم المرسلین)

حضرت ابوالعاص کا فدیہ اور آنحضرت کی رقت

ابوالعاص اک بہادر مرد میدان بسالت تھے
خدیجہؓ کے بھتیجے او رداماد رسالت تھے
مگر بعثت سے پہلے اذن لے کر اپنے شوہر کا
خدیجہؓ نے کیا تھا عقد اُن سے ایک دختر کا
ابو العاص آج تک کافر ہی تھے ایماں نہ لائے تھے
شریک کفر ہو کر بدر میں لڑنے کو آئے تھے
یہ دختر حضرت زینب تھیں مکے ہی میں رہتی تھیں
نہایت صبر سے غم باپ کی فرقت کا سہتی تھیں
نتیجہ مل گیا باطل کو جب شمشیر گیری کا
ہوا غم باوفابھی بھی کو شوہر کی اسیر کا
ملا تھا قیمتی اک ہار اُن کو تحفہ شادی
اس کو بھیج کر چاہی گئی شو ہر کی آزادی
نظر آیا جو نہی یہ ہا ردل حضرت کا بھر آیا
سمٹ کر ابر گوہر بار پلکوں پر اُتر آیا
خدیجہؓ طاہرہ کا ہار مرحومہ رفیقہ کا
رسالت کی انیسہ اور اُمت کی شفقیہ کا
خدیجہؓ طاہرہ اِس قلب میں آباد تھی اب تک
محبت اور نیکی اور خدمت یاد تھی اب تک
کہابیٹ نے ماں کی یادگار ارسال کی دی ہے

یہ دولت بہر شوہر آج استعمال کردی ہے
مناسب ہو تو لوٹا دو یہ پیاری یادگار اس کو
کہ بہر یاد مادر بس غنیمت ہے یہ ہار اس کو
کیا اظہار شان درد مندی درد مندوں نے
رہ افرما دیا بوالعاص کو اللہ کے بندوں نے
مدینے میں بلا لینا جو تھا درکار زینب کا
اُنہیں رخصت کیا عزت سے دے کر ہار زینب کا
یہ رشتہ توڑ دینا مرضی ہادی دوراں تھی
ابھی بوالعاص تھے کافر مگر زینب مسلماں تھی
یہ شادی ہو چکی تھی پیشت رتنزیل قرآں سے
نہ ہوتا عقدور نہ مسلمہ کا نامسلماں سے
لیا زینب کے حق میں پیکر اخلاص نے وعدہ
تو ان کو بھیج دینے کا کیا بوالعاصؓ نے وعدہ
وداائی مسلمہ کو مخلصی یوں شان دا ور نے
یہ وعدہ جاکے پورا کردیا مرد دلاور نے
مسلماں ہوگئے بو العاص بھی بعد ایک مدت کے
خدا کی راہ پر لائے اُنہیں احساں نبوت کے

تشریح:

۱ آنحضرت کے داماد ابوالعاص بھی اسیران میں آئے ۔ان کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی آنحضرت کی صاحبزادی حضرت زینب کے شوہر تھے وہ مکہ میں تھیں ان کو کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھجوا دیں حضرت زینب کا جب نکاح ہوا

تھا تو حضرت خدیجہ نے جہیز میں ان کو ایک بیش قیمت ہار دیا تھا۔ حضرت زینب نے وہی ہار گلے سے اتار کر بھیجدیا (سیرت النبیؐ)

لے یہ ہار آنحضرت نے دیکھا تو ۲۵ برس کا محبت انگیز واقعہ یاد آ گیا آپ بے اختیار رو پڑے۔ (سیرت النبیؐ)

لے صحابہ سے فرمایا۔ تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس کر دو۔ (سیرت النبیؐ)

لے سب نے تسلیم کی گردنیں جھکا دیں اور وہ ہار واپس کر دیا۔ (سیرت النبیؐ)

لے ابو العاص کو آزادی دی گئی۔ جو اپنی مومنہ بیوی اور عفت مآب پیمبر زادی کا وہ ہار لے کر مکے کو روانہ ہو گئے۔ مگر جاتے وقت آنحضرت سے وعدہ کرتے گئے کہ مکے پہنچتے ہی حضرت زینب کو مدینے میں بھیجدیں گے۔ (خاتم المرسلین)

لے ابو العاص نے اقرار کے مطابق گھر پہنچتے ہی حضرت زینبؓ کو مدینے جانے کی اجازت دے دی۔ زید بن حارث لینے کو آ گئے تو ابو العاص کے بھائی کنانہ بن ربیع نے حضرت زینب کو اونٹنی پر بٹھا کر اپنی کمان شانے پر ڈالی اور مکے سے نکلے۔ قریش کو خبر ہو گئی۔ تعاقب کیا۔ اور مقام ذی طوئی پر گھیر لیا۔ کنانہ نے تیر کمان سے جوڑا۔ اور چلائے۔ کہ جس کسی نے پاس آنے کا ارادہ کیا۔ اس کی زندگی کی خیر نہیں۔ مگر دشمنوں کے خوف سے حضرت زینب سہم گئیں۔ حاملہ تھیں۔ اسقاط حمل ہو گیا۔ ابو سفیان ن حرب نے کنانہ سے کہا۔ ہمیں اس عورت کے روکنے سے کچھ حاصل نہیں۔ مگر یہ تمہاری غلطی ہے کہ دن دہاڑے علانیہ لے چلے۔ اگر ہم یوں نکل جانے دیں تو لوگ کہیں گے کہ اہل مکہ شکست کھا کر اس قدر ذلیل وضعیف ہو گئے ہیں کہ محمدؐ کی بیٹی ان کے سامنے دوپہر کو مدینے چلی گئی۔ اور کسی کو روکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کنانہ اس وقت واپس لوٹ آئے۔ اور رات کے وقت حضرت زید بن حارث کے

ساتھ پیمبر زادی کو مدینے کی طرف روانہ کر دیا۔ (خاتم المرسلین صفحہ ۲۲۴)

۳؎ ابوالعاص بہت بڑے تاجر تھے۔ چند سال کے بعد بڑے سامان سے شام کی تجارت کو نکلے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۱۹۲)

مدینے میں مسلمانوں کا مشکلات

منافقین کا گروہ

اُدھر مکے سے پھر اُٹھنے کو تھا طوفان کینے کا
اِدھر اک اور جھگڑا تھا مدینے میں مدینے کا
یہاں اب ن اُبی اک دشمن باری تعالیٰ تھا
شب تاریک کی مانند اُس کا قلب کالا تھا
ہمیشہ باعث تکلیف تھا بغض و عناد اس کا
بیاں ہم کر چکے ہیں جلد اول میں فساد اس کا
یہاں ایسے بھی تھے جو آج تک ایماں نہ لائے تھے
ابھی اسلام کے آغوش راحت میں نہ آئے تھے
رسول اللہ کی تبلیغ اِن لوگوں میں جارہی تھی
کہ منظور آپ کو ہر دشت دل کی آبیاری تھی
ہوئی جب فتح جنگ بدر میں ایمان والوں کی
بڑھا دی شان حق نے اور بھی ان شان والوں کی
تو اب انصار کے وہ بھائی بھی ایمان لے آئے
جو راہ حق سے اب تک دور ہی پھرتے تھی کتراے
ہوا ابن اُبی پر رعب طاری ڈر گے ادل میں
کہ اب اتنی بڑی تعداد تھی مدِ مقابل میں
سوا ایمان لانے کے نہ جب چارا کوئی پایا
ہوا مسجد میں حاضر مکر سے ایمان لے آیا

اگر چہ اوّل اوّل خُوب پر پرزے نکالے بھی
ہوئی آخر مسلماں یہ بھی اسکے ساتھ والے بھی
شرارت پر مگر نیت تھی ہردم چست و چاق ان کی
مسلماں ہو گئے قائم رہی خوئے نفقا ان کی
خلاف اہل ایماں سازشیں کرتے ہی رہتے تھے
اِدھر کچھ اور بکتے تھے اُدھر اور کہتے تھے
سمجھتے تھے انہیں اچھی طرح سے ہادی اکرم
نظر رکھتے تھے انکے حال اور کردار پر ہردم

تشریح:

لے بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۱) واپسی میں مسلمان دستوں نے ان کو مع مال و اسباب گرفتار کر لیا۔ اسباب ایک ایک سپاہی پر تقسیم ہو گیا۔ ابو العاص چھپ کر مدینے میں حضرت زینب کے پاس پہنچے۔ انہوں نے پناہ دے دی۔ آنحضرت مسجد میں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضرت زینب نے پردے کے پیچھے سے پکار کر کہا۔ کہ لوگو ابو العاص آئے ہیں۔ میں نے ان کو پناہ دے دی ہے۔

یہ سن کر رسول اللہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم مجھے اس کی خبر نہیں ہے۔ اگر چہ ہر شخص اپنے قریبی کو پناہ دین کا مجازہ ہے مگر اے زیب یاد رکھو۔ اب تم ابو العاص پر حلال نہیں ہو۔ پھر آپ سریہ والوں کی طرف مخاطب ہوئے۔ جنہون نے ابو العاص کے قافلہ کو لوٹا تھا اور فرمایا جو تم نے لوٹا ہے واپس کر دو تو میرے زندیک مناسب ہے لیکن اسمیں کوئی جبر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مال غنیمت ہے اور تمہارا حق ہے۔ ان لوگوں نے خوشی خوشی سارا مال واپس کر دیا۔ ابو العاص بغیر کسی نقصان کے مکے کو چلے گئے۔ مگر آنحضرت اور مسلمانوں کے لطف و کرم نے دل کی تاریکیاں دور کر دی تھیں مکے

میں جو جو چیز جس کسی کی تھی اسکو ادا کردی۔ اور سب کی امانتیں واپس دے کر کہا ۔۔۔۔ خدا کی قسم مدینے میں میں نے جو اسلام قبول نہیں کیا تو فقط اس خیال سے کہ تم کہو گے کہ ہمارا مال کھا جانے کی نیت سے مسلمان ہو گیا۔ اب تمہاری امانتیں تمہارے سپرد ہیں اور میں علانیہ مسلمان ہوتا ہوں۔ یہ فرما کر مدینے کی راہ لی۔ (سیرت النبیؐ)

لے شاہنامہ اسلام جلد اول صفحہ ۲۵۰ پر ہم عبداللہ بن وابی کے قلب کی حالات چند اشعار میں بیان کر چکے تھے۔ یہ شخص قبیلہ خزرج کا رئیس تھا۔ اور مدینے میں آنخضرت کی تشریف آوری سے پہلے مدینے کی ریاست عامہ کا مدعی تھا۔ آنخضرت تشریف لے آئے تو اس کی امیدوں پر اوس پڑ گئی یہ کینہ اس کے سینے میں پنہاں تھا۔ قریش نے سب سے پہلے اِسی کے نام خط لکھا تھا جس کی عبارت یہ تھی۔

ترجمہ: تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دی ہے ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تو تم لوگ اُن کو قتل کر ڈالو یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم سب جمع ہو کر تم پر حملہ کرینگے اور تمکو فنا کر کے تمہاری عورتوں پر تصرف کرینگے۔ آنحضرت بنفس نفیس ان کے مجمع میں تشریف لے گئے۔ اور ان کو سمجھایا اور فرمایا کہ تم کو خود اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے لڑنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ سب مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس پر اُسکے ساتھی دب گئے تھے۔

ئے ابھی تک اوس وخزرج کے بہت سے لوگ شرک پر قائم تھے۔ بدر کی فتح سے ان لوگوں میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور وہ آنخضرت کی عظیم الشان اور غیر متوقع فتح کو دیکھ کر اسلام کی حقانیت کے قائل ہوئے اور اس کے بعد مدینہ سے بہت پرست عنصر بڑی سرعت کے ساتھ کم ہوتا گیا۔

لے اب اُبی اب تک علانیہ کافر تھا۔ مگر اب وہ بظاہر اسلام کے دائرے میں آ گیا۔ گو تمام عمر منافق رہا اور اسی حالت میں جان دی۔

۲؎ بعض ایسے بھی تھے جن کے دلوں میں السام کی اس فتح نے بغض و حسد کی چنگاری روشن کی دی۔ اسکے استیصال کے درپے ہو کر منافقین کے گروہ میں شامل ہو گئے ۔(خاتم النبیین)



مدینے کے یہود

مدینے کے یہودان سب سے بڑھکر تھے شرارت میں
انہیں تھا زعم ہم ممتاز ہیں علم وامارت میں
مگر اسلام نے کایا پلٹ دی زیردستوں کی
رسول اللہ نے عزت بڑھ دی حق پرستوں کی
وہی انصار جو ہر بات میں محتاج تھے اِن کے
وہ اب علم وعمل میں ہرطرح سرتاج تھے اِن کے
اخوت نے محبت اَوس خزرج میں بڑھا دی تھی
اب ان میں باہمی امداد تھی خود اعتمادی تھی
یہوں اسلام سے پہلے اٹھاتے تھے مفاد اِن سے
یہ صورت دیکھ کر رکھنے لگے دل میں عناد اِن سے
مجاہد بدر میں جب کھیلتے تھے جان کی بازی
یہ کرتے تھے مدینے میں شرارتے فتنہ اندازی
مگر جب فتح پائی جنگ میں ایمان والوں نے
یہودی قوم کی گردن جھکا دی شان والوں نے
رسول اللہ سے اب بڑھ گیا بغض وحسدان کا
بدی پر مستعد تھے آچکا تھا روز بدان کا
علانیہ لگے توہین کرنے اہل ایماں کی
کوئی پروانہ رکھی باہمی عہد اور پیاں کی
سربازار یہ اسلام کی توہین کرتے تھے

کسی کو پاس عزت تھا نہیں اللہ سے ڈرتے تھے
ستاتے تھے مسلمانوں کو یہ اللہ کے دشمن
عدوئے دین حق تھے اور نبی کی جان کے دشمن

تشریح:

یہود مدنہ کے تین قبیلے تھے قیضاع ،نضیر ،قریظہ یہ سب مدینے کے اطراف اور حوالی میں آباد تھے عموماً زمیندار دولت مند تجارت پیشہ اور صناع تھے۔ انکے پاس اسلحہ جنگ کے ذکیرے مہیا رہتے تھے۔

۲؎ ملی اور تجارتی افسری کے ساتھ ان لوگوں مذہبی اور علمی اثر بھی تھا۔انصار عموماً بت پرست اور جاہل تھے۔اس بنا پر وہ یہود کو عزت کی آنکھ سید یکھتے تھے۔ اورانکو اپنے سے زیادہ مہذب اور شائستہ سمجھتے تھی سیرت النبی)

۳؎ اسلام مدنے میں آیا تو یہودیوں کے مذہبی وقار کو جو ان کو مدتوں سے حاصل تھا اور ان میں جا اخلاق بد عموماً پھیلے ہوئے تھے اور جن پر دولت مندی اور مذہبی پیشوائی نے پردہ ڈال رکھا تھا۔اب ان کا راز فاش ہونے لگا۔(سیرت النبیؐ)

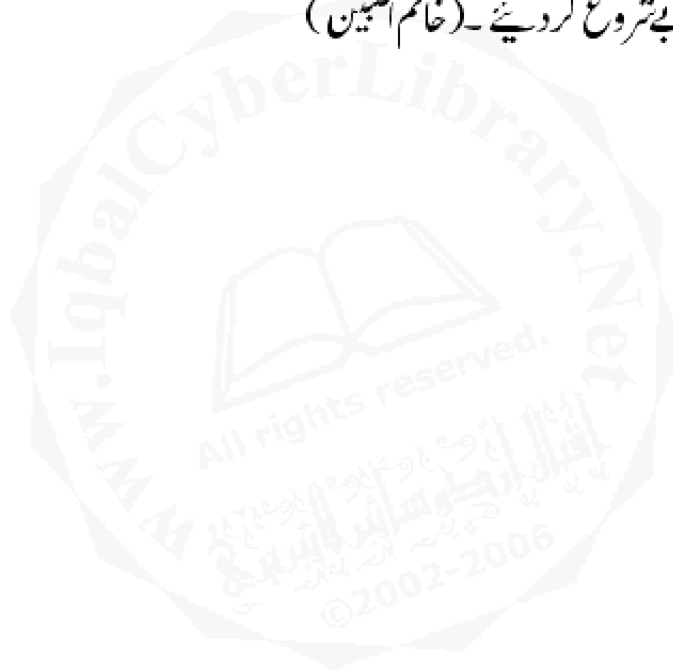
۴؎ یہودیوں نے مدینے میں ہر طرف لین دین کا کاروبار پھیلا رکھا تھا۔اور تمام آبادی انکے قرضوں میں زیر بار تھی ۔اور چونکہ تنہا وہی صاحب دولت تھے۔اس لئے نہایت بے رحمی سے سود کی گرانبا شرحیں مقرر کرتے تھے۔اور قرضہ کی کفالت میں لوگوں کے بال بچے یہاں تک کہ مستورات کو بھی رہن رکھ لیتے تھے۔(سیرت النبیؐ)

۱؎ آنحضرت مدینے میں آتے ہی قبائل یہود کے ساتھ امن وامان کے معاہدے کر لئے اور آپس میں صلح اور امن کے ساتھ رہنے کی بنیاد ڈالی۔معاہدہ کی رو سے فریقین اس بات کے ذمہ دار تھے کہ مدینہ میں امن وامان قائم رکھیں۔علاوہ

ازیں اگر کوئی غنیم مدینہ پر حملہ آور ہو تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں۔

(ابن ہشام وطبری حالات یہود)

۲؎ اب انہوں نے طرح طرح سے آنحضرت کو اذیتیں دیں۔اور اسلام کے خلاف کوششیں کرنی شروع کیں (سیرت النبی) انہوں نے آنحضرت کے قتل کے بھی منصوبے شروع کر دیئے۔(خاتم النبیین)



ایک لڑکی سے اوباشانہ مذاق

سر بازار اک دن ہوگئی ہنگامہ آرائی
کوئی دیہات کی لڑکی تھی سبزی بیچنے آئی
یہودی بدمعاشوں نے اسے چھیڑا شرارت سے
زبان فحش سے ہاتھوں کی راندانہ اشارت سے
بچاری سٹ پٹا کردوسری جانب لگی چلنے
تو اُس کو کردیا بے ستر اک نامرد اجہل نے
لگے ٹھٹھا اڑانے بے حیا اس پاک دامن کا
کہ اس بازار میں کوئی نہ تھا اس پاک دامن کا
نہ حفیظ آبرو کی جب کوئی صورت دکھائی دی
تو اس مظلوم لڑکی نے محمدؐ کی دہائی دی
پکاری کے انہیں غیرت کسی انسان کے سینے میں
کہ یوں بے آبرو ہوں میں محمدؐ کے مدینے میں

ایک مسلمان کا پاس غیرت

یہ فقرہ کہ اُٹھی جونہی زباں بے اختیار اس کی
سنی اک راہ چلتے مرد مسلم نے پکارا اس کی
وہ دوڑا ۔ بدمعاشوں میں کھڑے دیکھا نحیفہ کو
عبا اپنی اتاری اور اُڑھادی اس عفیفہ کو
نظر آیا جو اسلامی جمعیت کا یہ نظارا
تو ان بازاریوں نے او ربھی اک قہقہ مارا

کوئی بولا یہ سبزی بیچنے والی کا شوہر ہے
کوئی بولا نہیں یہ باپ ہے وہ اس کی دختر ہے
مسلماں نے کہا اچھی نہیں اتنی بھی بے دردی
ستانا عورتوں کو یہ بھی ہے کوئی جو انمردی !
پرائی بیبیاں لاریب ساری مائیں بہنیں ہیں
ہماری بیٹیاں ہیں سب ہماری مائیں بہنیں ہیں
ہمارا دین ان کی عزت و حرمت سکھاتا ہے
بڑا نامرد ہے جو ایک عورت کو ستاتا ہے
یہودی سخت گالی دے کو بولے تو نہ بک اتنا
تجھے بھی دیکھ لیتے ہیں ابھی تو مرد ہے کتنا
بڑا آیا ہے وہ بن کر چلا جا ۔ راہ لے گھر کی
اگر کچھ اور بک بک کی تو خیریت نہیں سر کی
ارے لے ہم تری مردانگی بھی آزماتے ہیں
نہیں پہلے ستایا تھا تو اس کو ستاتے ہیں
مسلماں نے متانت سے کہا اے قوم بداختر
ہے اس عورت کی عزت اب تو مجھ کو جان سے بڑھ کر
یہ کہہ کر کھینچ لی تلوار عورت کے بچانے کو
یہودی آپڑے تنہا پہ جرأت آزمانے کو

تشریح:

اتفاق سے ایک مسلمان رہرو نے اس کی پکار سنی اور دوڑ کر اس جگہ آ پہنچا ۔

(سیرت ابن ہشام)

حمایت کرنے والے مسلمان کی شہادت

اِدھر سی بیسیوں تیغوں کے چرکے تھے کچوکے تھے
اُدھر اک مرد نے رستے سر بازار روکے تھے
کہا لڑکی سے اب رستہ کھلا ہے بھاگ جا جلدی
بچا کر آبرو لڑکی دعا دیتی ہوئی چل دی
پکڑنا اس کو چاہا پھر لپک کر اک رذالے نے
مگر اس کا صفایا کردیا اللہ والے نے
گری بازار میں بے جان ہو کر لاش بے سر کی
وہ لڑکی لے چکی تھی راہ اتنی دیر میں گھر کی
یہودی جمع ہو کر آپڑے تنہادلاور پر
گریں جو چوبیں تیغیں بجر جرات کے شناور پر
گھرا تھا مرد مومن مجمع اشرار کے اندر
شہادت پائی غیر تمند نے بازار کے اندر

یہودیوں کو آنحضرت کی فہمائش

مثال رعد گونجی یہ خبر ہر سو مدینے میں
لگی غیرت کی بجلی کوندنے مسلم کے سینے میں
رسول پاک نے خود جا کے ان لوگوں کو سمجھایا
خدا کے قہر سے اِن کو ڈرایا اور فرمایا
کہ اے اہل کتاب اللہ کے احکام کو مانو
بنی آدم کا حق اپنی شریعت ہی سے پہچانو

گذارو زندگی امن واماں صلح وصفائی سے
تباہی کیسں وا کچھ بھی نہیں حاصل برائی سے
مبادا تم پہ نازل ہو عذاب درد ناک آخر
ہوئیں اقوام اس جوروتعدّی سے ہلاک آخر

یہودیوں کا گستاخانہ جواب

یہودی گفتگو ئے نرم سے کچھ اور بھی چمکے
اُٹھے گستاخ ہوکر روبروہ سروار عالم کے
کہا اس فتح ہنگامی پہ آپ اتنا نہ اترائیں
ہمیں اپنے خدا کے نام سے ہرگز نہ دھمکائیں
نہیں ہیں ہم قریشی فوج کی مانند کم ہمت
کہ ڈر جائیں مسلمانوں کی صورت دیکھ کر حضرت
کبھی جنگ آپڑی ہم سے تو ہم اس دن دکھا دینگے
مسلمانوں کا نام اسلوح ہستی سے مٹا دیں گے
لڑے ہیں آپ جا کر بدر میں آوارہ گردوں سے
نہیں پالا پڑا اب تک یہودی شیر مردوں سے
یہود آمادہ پیکار تھے ہر وقت ہرساعت
مگر ان کو اماں دیتا تھا اب تک دامن رحمت
نظر آیا کہ حد سے بڑھ چکا ہے جوش خودرائی
تو محبوب خدا نے گوشمائی ان کی فرمائی

تشریح:

۱ مدینے کے بازار میں یہودیوں نے ایک انصاری عورت کی بےحرمتی کی۔ایک مسلمان یہ دیکھر غیرت سے بیتاب ہوگیا۔ اُس نے ایک یہودی کو مار ڈالا۔ یہودیوں نے مسلمان کوقتل کردیا۔(سیرت النبیؐ صفحہ ۳۷۱)

۲ آنحضرت کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اورفرمایا کہ خدا سے ڈروایسا نہ ہوتم پر بھی بدر والوں کی طرح عذاب آئے۔

۱ یہودی بولے ہم قریش نہیں ہیں۔ہم سے معاملہ پڑے گاتم ہم دکھادیں گے کہ لڑائی اس کانام ہے۔(سیرت النبیؐ)

۲ دیکھوابن سعد ذکر قینقاع

واقعہ بدر میں یہودیوں نے شورش اور حسد ظاہر کیااورعہدکوتوڑ دیا۔

(مسلمان عورت کی بےحرمتی کے واقعہ کے بعد) بنی قینقاع جنگ کا اعلان کرکے قلعہ بند ہوگئے آنحضرت نے ان کا محاصرہ کیا عبداللہ ابن اُبی منافق ان کا حلیف تھا۔اُس نے آنحضرت سے درخواست کی کہ ان کواور کچھ نہ کہا جائے۔صرف جلاوطن کردیا جائے۔ چنانچہ یہودیوں کا یہ قبیلہ شام کے طرف جلاوطن کردیا گیا شوال ۲ھ کاواقعہ ہے۔

(سیرت النبیؐ صفحہ ۳۷۱)

ایک شاعر کعب بن اشرف کی شرارتیں

یہاں پر کعب بن اشرف بھی اک بیباک شاعر تھا
یہودی اور دولتمند اور ناپاک شاعر تھا
اُسے بھی ہادی اسلام سے پوری عداوت تھی
کہ پیشہ سود خواری تھا طبیعت میں شقاوت تھی
خبر قرشی ہزیمت کی ہوئی جب گوش زد اس کے
کیئے بغض و حسد نے مشتعل جذبات بد اس کے
برائے تعزیت مکے میں پہنچا مرثیہ کہہ کر
"مجھے بھی موت آجائے" یہی کہتا تھا رہ رہ کر
لگی میں اور بھیجا کر لگادی آگ شاعر نے
کچھ ایسی دھن سی مقتولوں کا گایا راگ شاعر نے
قبائل کو مسلمانوں سے لڑمرنے پر اُکسایا
"تمہارے دین کے دشمن ہیں" کہہ کہہ کے بھڑکایا
غلاظت کی طرح کینہ بھرا تھا اسکے سینے میں
نجاست اپنی پھیلا کر پلٹ آیا مدینے میں
رسول اللہ کی ہجویں کہیں کمزور فطرت نے
خریدی روسیاہی اس طرح اس کور فطرت نے
تھی آمادہ یہودی قوم پہلے ہی لڑائی پر
اُتر آیا اُدھر سے کعب اپنی بے حیائی پر
کہ اکثر عورتوں کے نام لے لے کر قصائد میں

یہ کرتا تھا اضافہ شعر کے حشو و زائد میں
مسلمانوں کو اس بدکالمی سے اذیت تھی
یہی تو اس کا مقصد تھا یہی تو اس کی نیت تھی
یہ حالت تھی مگر اللہ کے بندے صبر کرتے تھے
یہی ارشاد ہادی تھا دلوں پر جبر کرتے تھے
مگر اک روز آخر ہوگیا لبریز پیمانہ
بھڑک اُٹھے مسلمانوں کے جذبات شریفانہ
زبان تیغ تھی اس بدزبانی کو جواب آخر
اُٹھے دو چار غیرت مند بہر سدباب آخر
ہو جس سینے میں ایسا بغض پھٹ جائے تو بہتر ہے
زبان شاعر بدکار کٹ جائے تو بہتر ہے
یہ فتنہ دیکھتی غیرت بھلاتا چند شاعر کا
کیا اک روز دست تیغ نے منہ بند شاعر کا

تشریح:

کعب بن اشرف ایک مشہور شاعر تھا۔ دولتمندی کی وجہ سے یوہد یان عرب کا رئیس بن گیا۔ اس کو اسلام سے سخت عدوات تھی۔ بدر کی لڑائی میں سرداران قریش مارے گئے۔ تو اس کو نہایت صدمہ ہوا۔

تعزیت کے لئے مکے گیا۔ کشتگان بدر کے پر درد مرثیے جن میں انتقام کی ترغیب تھی۔ لوگوں کو جمع کر کے نہایت درد سے پڑھتا اور روتا لاتا تھا۔

ٰٰ اُس نے مکہ والوں کو خانہ کعبہ کے صحن میں لے جا کر تین سو ساٹھ بتوں کے روبر) کعبہ کے پردے ان کے ہاتھ میں دے کر قسمیں لیں۔ کہ جب تک اسالم او

ربانی اسلام کو صفحہ دنیا سے میٹ (باقی بر صفحہ ۲۰۳)

بقیہ صفحہ) نہ دیں گے اس وقت تک چین نہ لیں گے مکے میں یہ آتش فشاں فضا پیدا کر کے اس بد بخت نے دوسرے قبائل عرب کا رخ کیا اور قوم بقوم پھر کر مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔

لے مدینے میں واپس آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہنا اور لوگوں کو آنحضرت کے خلاف برانگختہ کرنا شروع کیا۔

۲ اُس نے مسلمان خواتین پر تشبیب کہی ۔یعنی اپنے اشعار میں اور باشانہ طریق پر مسلمان خواتین کا ذکر کیا۔اور بالآخر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دھوکے سے قتل کر ڈالنے کی ناکام سازش کی ۔ (دیکھو بخاری۔زرقانی ۔ابن ہشام۔ابن سعد خمیس، ابو دوٗد، طبری وغیرہ

لے ایک انصاری مسلمان محمد بن مسلمہ، سعد بن معاذ کے مشورہ سے ابو نائلہ اور دو تین اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر رات کے وقت اس کے مکان پر گئے اور باہر بلا کر اُسے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔(دیکھو بخاری باب قتل کعب بن اشرف)

حضرت سیدہ النساء فاطمۃ الزہرا کی شادی

مبارک ہے وہ دن لاریب رجب کے مہینے میں
نکاح حضرت زہرا ہوا جس دن مدینے میں
وہاں زہرا ہاں وہی زہرا رسول اللہ کی بیٹی
وہی زہرا شہنشاہوں کے شہنشاہ کی بیٹی
وہ کملی اوڑھنے والے مجسم نور کی دختر
وہ عبداللہ کی پوتی آمنہ کے پور کی دختر
وہ خواہر اُمّ کلثوم و رقیہ اور زینب کی
وہ سب بہنوں سے چھوٹی اس لئے نور نظر سب کی
وہ قاسم کی بہن وہ طیب و طاہر کی ماں جائی
جو ماں کی گود میں اتمام نعمت کی طرح آئی
وہی آئینہ عفت کا سب سے خوشنما جوہر
خدیجہ طاہرہ کے بطن کا اک بے بہا گوہر
وہ صبح نور چشم رحمتہ للعلمیں زہرا
نگین خاتم تسکین ختم المرسلین زہرا
وہ زہرا جو شبیہ اسوہ سرکار عالی تھی
علی سے آج اسی زہرا کی شادی ہونے والی تھی

تشریح:

۱ حضرت فاطمۃ الزہرا کا نکاح ۲ ھ میں رجب کے مہینے میں ہوا تھا۔ مگر رخصتی پانچ مہینے بعد عمل میں آئی۔ (ابن خلدون جلد ثانی)

۲ے آنحضرت کی دختر ان بلند اختر میں حضرت زہراؓ عمر میں سب سے چھوٹی تھیں۔ حضرت زینب حضرت ابوالعاص سے بیاہی گئی تھیں۔ حضرت رقیہؓ حضرت عثمان غنیؓ سے اور حضرت کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم بھی حضرت عثمانؓ کے عقد میں دی گئی تھیں۔

۳ے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے آنحضرت کی اولادوں میں حضرت زہراؓ سب سے اخیر میں پیدا ہوئی تھیں (اصابہ)

مسجد میں اجتماع صحابہ اور نکاح

مہاجر اور انصار اکبر جمع تھے سارے
اُتر آئے تھے گویا دن کو اس تقریب میں تارے
علیؓ باعزو شان ہاشمی تھا انکے جھرمٹ میں
وہ ماہ آسمان ہاشمی تھا ان کے جھرمت میں
نہ کوئی باجا گا جا تھا نہ کوئی شوروہنگامہ
نہ شہنائی نہ نقارہ نہ دف تھی اور نہ دمامہ
نہ رنگا رنگ پوشاکیں نہ کنگن تھا نہ سہرا تھا
وہی تھے شاہ مرداں اور وہی مردانہ چہرا تھا
رسول اللہ خود موجود تھے محراب مسجد میں
کمی کرتا کوئی پھر کس طرح آداب مسجد میں
رخ شمس الضحیٰ کی ضو سے پر تنویر تھی مسجد
سکون و سادی گی کی خوشنام تصویر تھی مسجد
زمیں سے آسماں تک بس گئے نغمات روحانی

کہ خود قرآن ناطق نے پڑھیں آیات قرآنی

ہوا یہ عقد عالی شان معمولی طریقے سے

ہوئے تقسیم خرمے غیر معمولی سلیقے سے

تشریح:

۱ آنحضرت حضرت فاطمہ کو سب بچیوں سے عزیز رکھتے تھے۔(ترمذی)

۲ حضرت زہرا خصائل میں آنحضرت سے مشابہ تھیں۔

۳ آنحضرت مہاجرین اور انصار سے چیدہ چیدہ اصحاب کو مسجد میں جمع فرما کر حضرت علی اور حضرت فاطمۃ کا نکاح پڑھا (ابن سعد)

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصت

دوم تھا سال ہجری اور ذالحج کا مہینہ تھا

پیمبرؐ بعد جنگ بدر جاں بخش مدینہ تھا

ارادہ آپ نے رخصت زہراؓ کا فرمایا

محبت سے جناب مرتضیٰؓ کو پاس بلوایا

بہت احساس تھا حیدر کی ناداری کا ہادیؐ کو

کہا۔ ہی کچھ تمہارے پاس اخراجات شادی کو؟

کہا یہ ایک مضمون ادق ہے یارسول اللہ

فقط نام رسولؐ و نام حق ہے یارسول اللہ

کہا پھر وہ زرہ کیا ہوگئی جو تم نے پائی تھی

جو روز بدر میداں میں تمہارے ہاتھ آئی تھی؟

کہا ''موجود ہے'' حضرت نے فرمایا وہ کافی ہے

تم اس کو بیچ ڈالو جو بھی ہاتھ آیا وہ کافی ہے
زرہ بیچی علیؓ نے چار سو اسی درہم میں
(بقول شبلی مرحوم اس سے بھی بہت کم میں
تھی شادی فاطمہؓ کی سادگی کا طرفہ نظارا
ولیمہ بھی اسی میں اور اسی میں مہر بھی سارا

تشریح:

۱ نکاح پانچ ماہ پہلے ماہ پڑھ گیا تھا۔ اب جنگ بدر کے بعد ذوالحجہ ۲ھ میں حضرت زہرا کی رخصت کرنے کا سامان کیا گیا۔

۲ اس وقت زہراؓ کی عمر بقول علامہ شبلی مرحوم ۱۸ سال کی تھی۔

۳ آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کیلئے کیا ہے

۴ حضرت علی نے جواب دیا میرے پاس تو کچھ نہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا جہیز

جہیز ان کو ملا جو کچھ شہنشاہ دو عالمؐ سے
ملا ہے درس ہم کو سادگی کا فخرِ آدم سے
متاع دنیوی جو حصہ زہراؓ میں آئی تھی
کھجوری کھردرے سے بان کی اک چارپائی تھی
مشقت عمر بھر کرنا جو لکھا تھا مقدر میں
ملی تھیں چکیاں دو تا کہ آٹا پیس لیں گھر میں
گھڑے مٹی کے دو تھے اور اک چمڑے کا گدا تھا

نہ ایسا خوشنما تھا یہ نہ بدزیب اور بھدر تھا
بھرے تھے اس میں روئی کہ جگہ پتے کھجوروں کے
یہ وہ ساماں تھا جس پر جان و دل قربان جوروں کے
وہ زہرا جن کے گھر تسنیم کوثر کی تھی ارازئی
ملی تھی مشک ان کو تا کہ خود لایا کریں پانی
ملا تھا فقرو فاقہ ہی مگر اصلی جہیز ان کو
کہ بخشی تھی خدا نے اک جبین سجدہ ریزان کو
چلی تھی باپ کے گھر سے نبیؐ توفیق سخاوت بھی
کہ ہونا تاھ اسے سرتاج خاتونان جنت بھی
اسی کی تربیت میں اُسوا تھا یمن وسعادت کا
اسی کی گود سے دریا ابلنا تھا شہادت کا
وہی غیرت جو مہر خاتم حق کا نگینہ تھی
امین کی لاڈلی ہی اُس امانت کی امینہ تھی
علی المرتضٰی نے آج تاج ھل اتٰی پایا
دلہن کی شکل میں اِک پیکر صادق و صفاپایا
پدر کے گھر سے رخصت ہو کے زہرؓا اپنے گھر آئی
توکل کے خزانے دولت مہر ووفا لائی

تشریح:

لے آپ نے فرمایا پھر وہ زرہ حطیہ کیا ہوئی جو جنگ بدر میں بطور غنیمت تمہارے ہاتھ آئی تھی ۔(اصابہ)

۲ آپ نے فرمایا وہ زرہ لے آؤ۔ چنانچہ زرہ بیچی گئی۔

۳ کل چارسو اسی درہم ہاتھ آئے۔ اسی میں شادی کے اخراجات مہیا کئے گئے (نسائی)

۴ ناظرین کو خیال ہوگا کہ بڑی قیمتی چیز ہوگئی لیکن اگر وہ اسکی مقدار جاننا چاہتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ صرف سوا روپیہ (سیرت النبی علامہ شبلی صفحہ ۳۴۸)

۵ آنحضرت نے فاطمۃ الزہراؓ کو حسب ذیل جہیز دیا تھا۔ بان کی اک چارپائی، دو چکیاں مٹی کے دو گھڑے چمڑے کا ایک گدا جس میں روئی کی جگہ کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ ایک چھاگل، ایک مشک، اور ایک لمبی چادر۔ (سیرت النبی، نسائی، اصابہ وغیرہ)

۱ دیکھو رحمۃ اللعالمین جلد دوم

شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔

رحمۃ للعٰلمین بیٹی کے گھر میں

عشا پڑھ کر چلا بیٹی کے گھر ہادیؐ زمانے کا
دربیت علیؓ پر اذن مانگا اندر آنے کا
پئے تہذیب اُمت اذن حاصل کرکے سرورؐ نے
ضیا اس گھر کو بخشی زینت محراب و منبر نے
بشفقت سادہ پانی کا پیالہ ایک منگوایا
دعا دم کرکے خود تھوڑا سا پانی نوش فرمایا
دیئے پانی کے چھینٹے سینہ و بازوئے حیدرؓ پر
یہی پانی رسولؐ اللہ نے چھڑکا پاک دختر پر

محبت اور شفقت سے بٹھا کر پاس دونوں کو
دعا کی اے خدا یہ عقد آئے اس دونوں کو
ہو ان کی نسل یارب دو جہاں میں خیر کا باعث
یہ عقد خیر ہو کون و مکاں میں خیر کا باعث
خداوندا انہیں پاکیزہ سے پاکیزہ تر کردے
عمل میں دے اثر۔ انکے ارادے خیر سے بھر دے
دعا کے بعد دختر سے پھر اتنی بات فرما دی
کہ میں نے مرد افضل تر سے کردی ہے تری شادی
ادب سے سر جھکائے سامنے استادہ تھے دونوں
حیاداری کی اک زندہ شبیہ سادہ تھے دونوں
ستاروں کو ہے اب تک یاد یہ پر کیف نظارا
مرخص اپنے پیاروں سے ہوا اللہ کا پیارا

عذرِ مصنف

کئے ہیں مختصر حالات جو اب تک بیاں میں نے
نہیں آنے دیا ہے ان میں رنگ داستاں میں نے
ادب اے نکتہ چیں یہ تذکرہ ہے پاک بندوں کا
صداقت کیش صدیقوں شہیدوں حق پسندوں کا
مجھے ملحوظ ہے اس تذکرے میں راست گفتاری
وگرنہ شاہباز فکر اُڑنے سے نہیں عاری
خیال و خواب کی ہوتی اگر ہنگامہ آرائی
تو رعدا اور زلزلے کی بھی نہ کرتا کوئی شنوائی
بیاں کرتا اگر حالات فرضی شہسواروں کے
تو اک شمشیر سے میں سر اُڑا دیتا ہزاروں کے
صداقت کا اگر میں خون کرنے پر اُتر آتا
تو صحرائے عرب میں بحرا ہی نظر آتا
جو موضوع سخن مجھ کو اجازت اک ذرا دیتا
زمینوں کو اُٹھا کر آسمانوں پر بٹھا دیتا
مجھے گر یاد ہیں قطرے کو طوفاں کر دکھانے کے
کسی ذرے کو وسعت میں بیاباں کر دکھانے کے
میرے دامن میں ہے ابر خزانی بھی بہاری بھی
کہ ہے آتش فشانی بھی نفس میں برف باری بھی
نہیں ناآشنا میرا قلم رنگیں نگاری سے

زمین شعر ہے فردوس میری لالہ کار سے

یہاں عاید ہے مجھ پر نص قرآنی کی پابندی
کہ ہے اس سے تجاوز میں خدا کی نارضا مندی

تخیل پر نہیں بنیاد میرے شاہنامے کی
صداقت کی طرف جاتی ہے راہ راست خامے کی

مجھے ہی عاقبت کی فکر میں اللہ سے ڈرتا ہوں
ادب لازم ہے محبوبؐ خدا کا ذکر کرتا ہوں

نہیں جائز نہیں اس تذکرے میں رنگ آمیزی
گنہ ہے اِن زمینوں پر سمندر طبع کی تیری

یہ اس کا تذکرہ ہے جو مبلغ تھا صداقت کا
دکھایا معجزہ جس نے صداقت ہی کی طاقت کا

نہ ہے یہ زال کا قصہ نہ رستم کی کہانی ہے
پر سیمرغ ہے اس میں نہ راہ ہفتہ خوانی ہے

نہ کوئی داستاں ہے جس میں لطف داستاں بھر دوں
نہ افسانہ ہے جس کو جس طرح چاہوں بیاں کر دوں

یہ قرآنی بیاں ہے ایک کالی کملی والےؐ کا
کہ جس کے نور سے ظلمت نے منہ دیکھا اجالے کا

شکوہ و شان مصنوعی میرے مقصد سے خارج ہیں
یہ زیور جسم و روح شعر کی صحت میں حارج ہیں

بیاں میں اختصار و سادگی ملحوظ رکھی ہے
بڑی مشکل سے جان واقعہ محفوظ رکھی ہے

نہ اظہار کمال شاعری مطلوب ہے مجھ کو
نہ پنداروبال ساحری مرغوب ہے مجھ کو
میرا مقصود اتنا ہے کہ انساں نیک ہو جائیں
خدا کو ایک مانیں اور خود بھی ایک ہو جائیں
وہی مقصود ہےمیرے جو مقصود صداقت ہے
وہی معبود ہے میرا جو معبود صداقت ہے
ہوئی اس راہ وحدت میں تلاش رہنما مجھ کو
نظر آیا نہ کوئی "کملی والے") کے سوا مجھ کو
وہ سادی کملی والا جو شہنشاہوں کا آقا تھا
جسے مرغوب سادہ زندگی تھی فقر فاقا تھا
اُسی کی زندگی نے زندگی کو زندگی بخشی
گلوں کو رنگ ماہ و مہر کو تابندگی بخشی
محمد جس نے جوش زندگی بخشا ضعیفوں کو
شریروں پر مسلط کر دیا آخر شریفوں کو
محمد جس نے گمراہوں کو سیدھی راہ دکھلائی
خُدائے واحد رحمٰن کی درگاہ دکھلائی
سکھانے کیلئے قانون آزادی کی پابندی
وہ آیا لے کے اس دُنیا میں آئیں خداوندی
گداوشاہ کو رتبے میں یکساں کردیا جس نے
سہارا مور کو دے کر سلیماں کردیا جس نے
نوید بخشش یوم الحساب اس کی زباں پر تھی

وہ اُمیؔ تھا مگر ام الکتاب اُس کی زباں پر تھی
گھٹائے زور اُس نے سخت کوشوں کے الیموں کے
کئے حق اُس نے قائم عورتوں کے اور یتیموں کے
دیا آخر غلامی کی رہائی کا سبق اُس نے
کیا انسان پر آساں یہ مضمون ادق اُس نے
اُدھر دنیا تھی اور دنیا کی نمرودی و شدادی
اِدھر کیا تھا فقط اسلام اور اسلام کا ہادی
وہ آیا او رانانوں کے شیطانوں کا للکارا
زمانے بھر کے فرعونوں کو ہامانوں کو للکارا
ہلاکت خیز تھی وہ قلزم باطل کی طغیانی
کہ جس میں غرق ہونے ہی کو تھی دنیائے انسانی
بڑھا وہ کشتی حق لے کے دنیا کے بچانے کو
صلائے عام دی اسلام کی سارے زمانے کو
نظر آیا قریب و دور جو بھی ڈوبنے والا
سہارا دے کے بیچارے کو اس کشتی میں لا ڈالو
وہ انساں جو نکالے جا چکے تھے بحر عصیاں سے
مسلح کر دیا اُن کو بھی ملاحی کے ساماں سے
ہوتیں تفویض اُن کو خدمتیں احسان کرنے کی
دل و جاں بہر مخلوق خُدا قربان کرنے کی
چلے وہ ناخدائے کشتی حق کے اشارے پر
جہاں بہتی تیں جانیں کفر کی موجوں کے دھارے پر

دہن کھولے ہوئے لپکی یہاں فوج نہنگ اُن پر
یہ نیت تھی کہ گوشہ زیست کو ہو جائے تنگ اُن پر
بڑھیں بل کھا کر چاروں سمت سے شیطان کی فوجیں
خُدا کیناؤ سے اُٹھ اُٹھ کے ٹکرائے لگیں موجیں
نہ لیکن ہو سکا ہرگز کوئی تختہ جُدا اس کا
یہ کشتی تھی خُدا کی ناخُدا تھا مصطفٰے اِس کا
وہ اُمّی کس طرح غالب ہوا ساری بلاؤں پر
نہنگوں اور موجوں اور طوفانی ہواؤں ؟
رہی محفوظ کشتی کس طرح مہلک چٹانوں سے
ہوئے یہ کارنامے کس طرح اُن چند جانوں سے؟
اُبھارا کس اِن ڈوبتوں کو قعرِ دریا سے
گرے جو پے بہ پے دریا میں اپنی لغزشِ پا سے
کیا حق نے فرد طوفان عصیاں کس طرح آخر
بچائی جا سکی دنیائے انساں کس طرح آخر
یہ کس قانون نے بخشی تھی آزادی غلاموں کو
بھلا بیٹھی ہے دنیا آج جنکے کے کارناموں کو
ہوا تھا کس ہوا سے گلشن ہستی ترو تازہ
بندھا کس طرح اوراق پراگندہ کا شیرازہ
یہ سب کچھ انتہائی سادگی سے عرض کرنا ہے
کوئی افسانہ کہنا ہے نہ کوئی رنگ بھرنا ہے
یہی میرے مقاصد ہیں یہی احساس ہیں میرے

میں عامی ہوں مخاطب ہی عوام الناس ہیں میرے
غلاموں کو ملے شاید رہائی کی نوید اس سے
اثر اندوز ہو جائے کوئی روح سعید اس سے
کسی کی مغفرت کا یہ اگر سامان ہو جائے
تو شاید حشر میں مشکل مری آسان ہو جائے

تشریح:

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب کی طرف رُخ کر لو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ خدا پر اور آخرت پر فرشتوں پر۔ اور خدا کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔ اور اپنے مال کو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں پر۔ یتیموں پر محتاجوں پر مسافروں اور سائلوں پر اور غلاموں کو آزاد کرانے پر خرچ کیا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

جانتے ہو (قرب الٰہی تک پہنچنے کی) گھاٹی کیا ہے۔ غلاموں کو رہائی دنیا۔

یعنی حضرت ابو ہریرہ روائت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے کہا ہے۔ تین قسم کے لوگوں پر میں قیامت کے دن ناراض ہوں گا۔ اول وہ آدمی جو میرا واسطہ دے کر کوئی عہد کرتا ہے۔ پھر غداری کرتا ہے دوم وہ آدمی جو کسی آزادی آدمی کو غلام بنا کر اور فروخت کر کے اسکی قیمت کھاتا ہے۔ سوم وہ جو کسی آدمی کو کام پر لگاتا ہے اور اس کام کی مزدوری ادا نہیں کرتا۔ (بخاری کتاب البیع)

باب سوم

مکے والوں کے انتقامی حملے مدینے پر ابو سفیان کی دستبرد اور غزوہ

سویق

اُدھر مکے میں تھی اب اک بڑے حملے کی تیاری
اِدھر یثرب میں فتنہ تھا یہودی قوم کا جاری
منافق ہر طرح اب کر رہے تھے فتنہ انگیزی
کہ ہو جائے کسی صورت مسلمانوں میں خونریزی
قبائل بھی اُتر آئے تھے اپنی شورہ پشتی پر
بہر سو مستعد تھے رہزنی پر دھینگا مشتی پر
غرض اس وقت تھا سارا جہاں اسلام کا دشمن
محمد مصطفےٰ کا اور خدا کاے نام کا روشن
تبر تھے آندھیاں تھیں اور تنہا نخل اسلامی
ابھی تھیں ننھی ننھی ڈالیاں اور نازک اندامی
یہ پودا پل رہا تھا اپنے مالی ہی کے دامن میں
لگا لپٹا ہوا سرکاری عالی ہی کے دامن میں
اُسی کا حوصلہ تھا جس نے ٹالا اِن بلاؤں کو
لیا خود اپنی ذات پاک پر سمی ہواؤں کو

ابو سفیان کی قسم

قریشی فوج نے جب بدر میں دیکھینو نساری

ابوسفیان کو حاصل ہوگئی باطل کی سرداری
قسم کھائی تھی اُس نے جب تلک بدلہ نہ لے لونگا
کوئی بھی کھیل ہرگز عیش وعشرت کا نہ کھیلوں گا
لگی تھی آگ کچھ ایسی کہ جینا تھا حرام اس کو
جلائے ڈالتا تھا سوز داغ انتقام اس کو
یہ دو سو رہزنوں کو ساتھ لے کر شہر سے نکلا[1]
برائے رہزنی معمور ہو کر قہر سے نکلا
قسم کھا کر ہبل کی بہر قتل اہل دیں آیا
اندھیری رات میں ظالم مدینے کے قریں آیا
بھروسہ تھا اپسے اپنے یہودی یارمحرم پر
اندھیرے ہی میں دستک دی مکان ابن مشکم پر
یہودی نے خوشی سے لاکے اپنے گھر میں ٹھہرایا
مدینے کے مسلمانوں کا سارا حال بتلایا
تواضع کی گئی اس کی شراب ارغوانی سے
مبادا سرد ہو جائے حسد کی آگ پانی سے

تشریح:

[1] حاشیہ صفحہ نمبر ۲۱۹) آنحضرت کو قبائل سلیم وغطفان کے مدینے پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہونے کی اطلاع ملی ۔ آپ صحابہ کی جماعت کو لیکر قرقرۃ الدر تک تشریف لے گئے ۔

[1] ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ جب تک بدر کا بدلہ نہ لے لوں گا اپنے بالوں میں تیل

(بقیہ صفحہ ۲۲۱)

اُبوسفیان کی دستبرد

ابھی کچھ رات باقی تھی کہ جاگا فتنہ دَوراں
مکان ابن مشکم سے نکل آیا ابو سفیاں
مضافات مدینہ میں تھی اک چھوٹی سی آبادی
مکاں تھے چند نخلستان تھے اور تھی خوشنما وادی
چرا کرتے تھے اکثر اونٹ بھی اس میں مدینے کے
دکھائے اس جگہ جوہر ابوسفیاں نے کین کے
وہ قزاقوں کو اپنے ساتھ لے کر اس طرف آیا
نشاں اونٹوں کا لیکن آج وادی میں نہیں پایا
فقط سوئے ہوئے دو کاشتکار اسکو نظر آئے
بدی کے نقش پوری شان سے دل میں ابھر آئے
درختوں کے سوا کوئی نہ پایا دیکھنے والا
سواروں نے انہی سوئے ہوؤں کو قتل کر ڈالا
ہوا ٹھنڈا نہ دل جب مار کر اُن پاسبانوں کو
لگا دی آگ سب کچھ لوٹ کر خالی مکانوں کو
جلائے گھاس کے انبار بھی آتش نژادوں نے
درختوں کو بھی خاکستر کیا ان بدنہادوں نے
بزعم خود قسم پوری ہوئی غسل جنابت کی
دکھادی آن گویا اس طرح قرشی نجابت کی

تشریح:

بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲۲۰) ڈالوں گا ۔ نہ اپنی بیوی کے پاس جاؤ ں گا ۔ اب ذالحجہ میں دوسو مسلح سواروں کو لیکر مکے سے نکلا اور غیر معروف راستوں پر چلتا ہوا مدینے کے قریب پہنچا ۔ (دیکھو ابن ہشام و ابن ہشام)

۱؎ ابوسفیان اپنے سواروں کو مدینے کے باہر ٹھہرا کر رات کی تاریکی میں یہودی قبیلہ بنو نصیر کے رئیس ابن مشکم کیمکان پر شب باش ہوا ۔

۲؎ ابن مشکم نے آنحضرت سے معاہدا من کی خلاف ورزی کی اور ابوسفیان کو نہایت تواضع سے اپنے ہاں ٹھہرایا اور مسلمانوں کے حالات بتلائے ۔

۳؎ ابن مشکم نے ابوسفیان کو رات بھر شراب پلائی اور لذیذ کھانے کھلائے ۔ (سیرت النبی)

صبح کو ابوسفیان عریض پر حملہ آور ہوا ۔ جو مدینے سے تین میل کے فاصلے پر ہے (سیرت النبی)

۲؎ اس وادی میں مسلمانوں کے اونٹ چرا کرتے تھے اور پھلدار کھجوروں کے جھنڈ تھے اور کچھ جھونپڑے تھے ۔ مگر اتفاق سے اس وقت مویشی موجود نہ تھے ۔ ایک انصاری سعد بن عمرو اور ایک ان کا خلیف وہاں موجود تھے ۔

۳؎ سواروں نے دونوں بے گناہوں کو قتل کر دیا کھجور کے درختوں کو آگ لگا دی ۔ گھاس کے انبار اور جھونپڑے بھی جلا دیئے گویا ابوسفیان نے اپنی قسم پوری کر دی ۔

(ابن سعد و ابن ہشام)

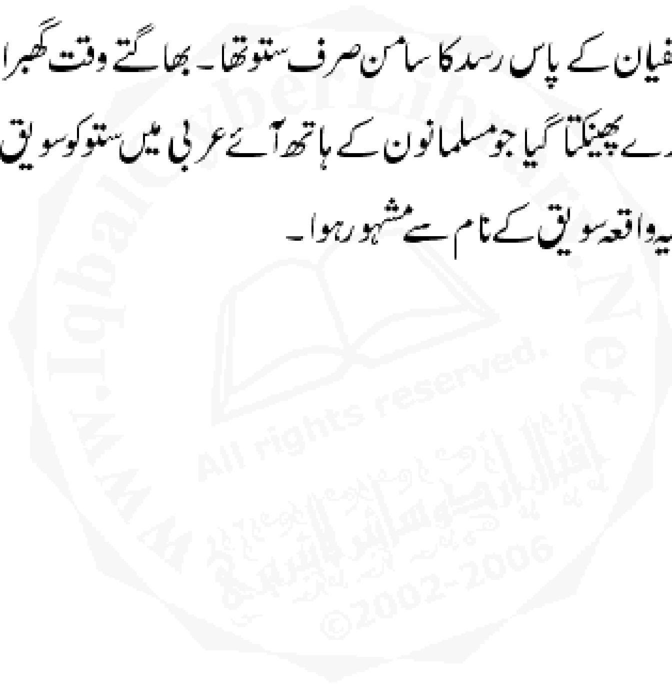
آنحضرت ابوسفیان کے تعاقب میں

ہوئی جب صبح آوازاذاں آئی بشر جاگے
تو یہ شب دزد پاداش عمل کے خوف سے بھاگے

ابو سفیاں کی یہ کرتوت فورا ہوگئی ظاہر
اُٹھا پھر صحن مسجد سے وجود طیب و طاہر
بڑھے دو سو مجاہد ہمرکاب مصطفےٰ ہو کر
تعاقب میں چلے اُن بزدلوں کے باد پا ہو کر
بڑھے اس سمت پر جس سمت سے یہ چور بھاگے تھے
مجاہد پیچھے پیچھے تھے غزری آگے تھے
ابوسفاین خوف جاں سے ڈرتا اور تھراتا
بھگاتا ساتھیوں کو بھاگو بھاگو منہ سے چلاتا
سلوک ابن مشکم کا بیاں اور ذکر مے کرتا
چلا جاتا تھا مکے کی طرف راہوں کو طے کرتا
شتر بھی تھک گئے تھے راہزن اسوار تھے جن پر
برائے زاد راہ ستو کے بورے بار تھے اِن پر
تعاقب ہو رہا تھا اب ابو سفیان گھبرایا
مسلمانوں کا خطرہ موت بن کر قلب پر چھایا
سبک ہونے کو بورے ستوؤں کے جابجا پھینکے
بھگوڑوں نے یہ سارے بوجھ اونٹوں سے اُٹھا پھینکے
بچا کر جان لے جانا ہی مشکل تھا نگاہوں میں
یہ ستو بھاگتے میں پھینکتے جاتے تھے راہوں میں
اُٹھا لیتے تھے آکر کملی والے کیرفیق ان کو
رہی یاد ایک عرصے تک یہ افتادسویق اِن کو
بڑی جانکاہیوں مکاریوں اور کوشش وکد سے

یہ رہزان بچ ہی نکلے غازیان دین کی زد سے
تعاقب چھوڑ کر غازی پلٹ آئے مدینے کو
یہودی خطرہ تھا درپیش ملت کے سفینے کو

تشریح:



لے ابوسفیان کے پاس رسد کا سامان صرف ستو تھا۔ بھاگتے وقت گھبراہٹ میں ستو کے بورے پھینکتا گیا جو مسلمانون کے ہاتھ آئے عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں ۔اس لئے یہ واقعہ سویق کے نام سے مشہور رہوا۔

جنگ احد

جنگ اُحد قریش مکہ کی آتش انتقام شاعروں کا دوسرے قبائل کو بھڑکانا

گروہ کفر جب سے بھاگ کر مکے میں آیا تھا
اسی دن سے یہ دستور العمل اُس نے بنایا تھا
کہ تیاری کرکے ہر فرد جنگ انتقامی کی
پذیرائی نہیں ہوگی کسی عذر اور خامی کی
قبائل کو قریشی شاعروں نے جا کے بھڑکایا
پرستاران باطل کو ضیائے حق سے دھڑکایا
کہا یہ مسئلہ ہے دین آبائی کی عزت کا
پرانے مسلک لاتی و عزاتی کی عزت کا
نئے مذہب کا بانی دیوتاؤں سے نہیں ڈرتا
اکیلا ہے مگر اتنے کداؤں سے نہیں ڈرتا
نہ ان کو پوجتا ہے وہ نہ ان کو مانتا ہے وہ
ہماری اس پرستش کو بُرائی جانتا ہے وہ
وہ کہتا ہے کہ تم اپنے خداوندوں سے منہ موڑو
یہ پتھر کی ہیں تصویریں انہیں چھوڑو انہیں توڑو
اکیلے اک خدا کا پوجنا ہم کو سکھاتا ہے
نہ جسم اُس کا بتاتا ہے نہ شکل اسکی دکھاتا ہے
اسے وہ حی اور قیوم اور رحمٰن کہتا ہے

ہمارے تین سوا اور ساٹھ کو بے جان کہتا ہے
وہ کہتا ہے کہ سب چھوٹے بڑے انسان برابر ہیں
گداو شاہ کم حیثیت وذی شان برابر ہیں
وہ محفل میں بٹھاتا ہے رذیلوں کو حقیروں کو
امیروں کے مقابل کردیا اُس نے فقیروں کو
بڑا حامی بنا ہے وہ یتیموں اورغلاموں کا
مخالف ہے فائدے کے انتظاموں کا
ہمارا عورتوں سے عشق بھی ہے ناگوار اس کا
نظر آتی ہیں گویا عورتیں پرہیز گار اس کو
ہمیں کہتا ہے کہ ہر اک زندہ رکھے اپنی بیٹی کو
گوارا کس طرح کرلیں بھلا اشرف ہیٹی کو
مٹانا چاہتا ہے وہ روایات قدیمہ کو
بھلانا چاہتا ہے وہ روایات قدیمہ کو
نہ جانے کون سا جادو ہے ان بے کار باتوں میں
اُلٹ جاتا ہے دل انسان کا دو چار باتوں میں
ہمارے سربراہوں نے اُسے اسکام سے روکا
او راسکے ماننے والوں کو بھی اسلام سے روکا
انہیں تو انتہائی سرزنش بھی ہم نے کر چھوڑی
نہ اپنی ہٹ مسلماں بیوقوفوں نے مگر چھوڑی
چڑھاتے بھینٹ ہم ان کو ہبل اور لات کے آگے
ہمارے سخت پنجے سے مگر بچ کرنکل بھاگے

انہیں اب اہل یثرب نے بصد اکرام رکھا ہے
بدل کر نام یثرب کا مدینہ نام رکھا ہے
قبیلے اوس وخزرج کے مسلماں ہوتے جاتے ہیں
خداوندوں کے گھر یثرب میں ویراں ہوتے جاتے ہیں
محمدؐ کے خدا کا دین ہر سو بڑھتا جاتا ہے
یہ قطرہ موج دریا بن رہا ہے چڑھتا جاتا ہے
قریش انکو سزا دینے گئے تھے آپ خود و چڑھ کر
محمد نے نہ جانے پھونکے مارا اُن پہ کیا پڑھ کر
بہتر پہلواں جو قوم کے سردار تھے سارے
مسلمانوں نے آکر بدر کے میدان میں مارے
ہبل اور لات وعزیٰ نے ہمیں شاید سزا دی ہے
کہ ہم نیمدتوں سے بندگی انکی گھٹا دی ہے
خداؤں دیوتاؤں کو خفا یوں کر لیا ہم نے
کہ ان کے دشمنوں کو زندہ کیوں رہنے دیا ہم نے
خُدا سب روٹھے بیٹھے ہیں منانے کی ضرورت ہے
کوئی تازہ لہو ان کو پلانے کی ضرورت ہے
زمیں پر جب تلک زندہ ہیں دشمن دیوتاؤں کے
رہیں گے ہم ہدف زیرِ فلک ساری بلاؤں کے
اُٹھو اے لات وعزیٰ وہبل کے پوجنے والو
محمدؐ اور اُس کے ساتھیوں کو ذبح کر ڈالو
کرو شیرازہ بندی قوم کے اوراقِ برہم کی

مسلمانوں کی قوت ہے عرب کے واسطے دھمکی
ہے تاریخ عرب پر یہ برے مضمون کا دھبا
دھلے گا اب تو مسلم خون ہی سے خون کا دھبا
ہمیں پیش نظر جب گوشمالی ہو حریفوں کی
مدد کرتے رہے ہو تم ہمیشہ ہم ردیفوں کی
ہمیشہ سے ہمارا اور تمہارا بھائی چارا ہے
کہ جو دشمن ہمارا ہے وہی دشمن تمہارا ہے
ہمارے ساتھ ہو کر جنگ کرنا چاہیے اب بھی عزیزو
پاس نام و ننگ کرنا چاہئے اب بھی
ارادہ کر چکے ہیں اہل مکہ ضرب کاری کا
کرو امداد یارو وہاں یہی ہے وقت یاری کا
مسلح ہو کے مکے سے جو اُٹھے لشکر جنگی
تو یثرب کی زمیں پر آسماں کرنے لگے تنگی
رہو تیار ہو کر کیل کانٹے سے جو انمردو
بلائیں جب تمہیں جنگ آوروں سے دشت کو بھر دو

تشریح:

ابو سفیان کا وہ تجارتی قافلہ جس کا ذکر جنگ بدر کے اسباب میں ہو چکا ہے ۔ اس کے منافع کی رقم جو پچاس ہزار دینار تھی ۔ محض اس لئے دارالندوہ میں پڑی تھی ۔ کہ روسائے قریش نے اسے انتقام بدر کے لئے محفوظ کر لیا تھا ۔ اِب یہ رقم نکالی گئی اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں صرف ہوئی یہی نہیں بلکہ ملک میں اس

جنگ کے لئے چندہ بھی کیا گیا۔

عرب میں جوش پھیلانے اور لوگوں کو گرمانے کا سب سے بڑا آلہ شعر تھا۔ قریش میں دو شاعر شاعری میں مشہور تھے۔عمرو جمجی اور مسافع۔عمرو جمجی بدر میں گرفتار ہو گیا تھا۔لیکن رسول اللہ نے باقتضائے رحم اس کو رہا کر دیا تھا۔

قریش کی درخواست پر وہ اور مسافع مکہ سے نکلے اور تمام قبائل قریش میں اپنی آتش بیانی سے آگ لگا آئے۔

کوئی چیز بھی خدا کی مثال نہیں اور وہ بندوں کی پکار سنتا اور ان کے حالات دیکھتا ہے حواس اور عقلیں خدا کا ادراک نہیں کر سکتے لیکن خدا کو ان سب کا ادراک ہے۔

کہہ دیجے میرے پروردگار نے فحش کی ہر قسم کو کھلی ہو یا چھپی اور گناہ کو حرام کر دیا ہے۔

مکے میں فوج کا اجتماع

قریشی قاصدوں نے اس طرح جب آگ بھڑکائی
بھڑک اُٹھے قبائل کے خیالات من ومائی
مہیا ہو چکا مکے میں جب سامان لڑنے کا
ابوسفیان نے چپکے سے کیا اعلان لڑنے کا
خبر دے دی گئی باہر کے امدادی قبائل کو
کہ آئیں جلد لیکر اپنے جلا دی وسائل کو
تہامہ سے کنانہ کے قبائل متحد ہو کر
چلے آئے مدد کے واسطے عقل و خرد کھو کر
ہوا اجماع باطل وادی بطحا کے سینے پر

اُٹھے غارت گری کے واسطے مکہ مدینے پر
ہزاروں لڑنے والے آج اس لشکر میں شامل تھے
شجاع و جنگ جو تھے آزمودہ کارو کامل تھے
تکبر تھا سروں میں او رزبانوں پر ہمیں ہم تھا
ابوسفیان ان سب کا سپہ سالار اعظم تھا
جناب خالد و عمر ابن عاص اس وقت نائب تھے
ابھی تک جواہر ایماں سروسینہ سے غائب تھے
یہ لشکر مشتمل تھا ایسے ایسے قہر مانوں پر
جو فوجوں کے مقابل بارہا کھیلے تھے جانوں پر
انہیں مرغوب تھی غارت گری پیشہ تھا قزاقی
نہاد آدمیت کا کوئی جوہر نہ تھا باقی
مرتب ہو چکی جب ہر طرح سے فوج باطل کی
بڑھی حق کی طرف یلغار کر کے موج باطل کی
سپاہی بھی چلے سردار بھی سردار زادے بھی
شتر اسوار بھی اور گھڑ چڑھے بھی اور پیادے بھی
دُہل کا شور سُن سُن کر ہوا فریاد کرتی تھی
زمیں سہمی ہوئی اپنے کدا کو یاد کرتی تھی
وہ خونی شے رچیتے بھی جو صحراؤں میں رہتے تھے
یہ آندھی دیکھ کر العظمۃ للہ کہتے تھے

تشریح:

اوب عزہ شاعر نے تہامہ میں گشت لگا کر بنو کنانہ کو قریش کی مدد پر آمادہ کر دیا تھا۔(رحمتہ للعالمین)

۲ پانچ ہزار بہادروں کا لشکر جس میں تین ہزار شتر سوار دو سو اسپ سوار اور سات سو زرہ پوش پیادے بھی تھے۔مدینے پر بڑھا(رحمتہ للعالمین بحوالہ ناسخ التواریخ دیکھو سیرت النبی)

۳ حضرت خالد بن ولید جن کو سیف اللہ ہونا اور دنیائے اسلام کا سب سے بڑا اجرنیل بننا مقدر تھا۔اس وقت تک کافر تھے۔اور جنگ اُحد میں مسلمانوں پر انہی کے رسالے نے عقب سے حملہ کیا تھا۔اس طرح حضرت عمرو بن عاص جو فاتح مصر کے نام سے مشہور ہوئے اس فوج میں شامل تھے۔

قریشی عورتیں

قریشی عورتیں بھی دف بجاتی اور رجز گاتی
چلی جاتی تھیں اُنکے آتشیں جذبات بھڑکاتی
غلاموں اور جلادوں کو دم او ردام دے دے کر
فریب وعدہ آزادی انعام دے دے کر
بڑھاوے دے کے بدکاروں کو مال و گنج دینے کے
یہ حربے لے کے آئی تھیں نبیؐ کو رنج دینے کے
یہ ساری ڈائنیں پر چھائیاں تھیں فطرت بد کی
بہت مشتاق تھیں یہ قتل اصحاب محمدؐ کی
بلائیں جمع ہو کر طیش میں آ آ کے نکلی تھیں
بشر کا خون پینے کی قسم کھا کھا کے نکلی تھیں

تشریح:

۱ دوسری عورتوں کے علاوہ ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان ۔اُمّ حکیم عرکمہ بن ابوجہل کی بیوی فاطمہ بنت ولید حارث بن مغیرہ کی بیوی ۔اور حضرت خالد کی بہن برزہ بنت مسعود ثقفی ۔صفوان بن امیہ کی بیوی ریتۂ بنت مبنہ بن عاص کی بیوی سلافہ بنت سعد طلحہ بن ابوطلحہ کی بیوی ۔حناس حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور جانباز صحابی کی کافرہ ماں یہ سب فوج کا دل بڑھانے اور انکو ثابت قدم رکھنے کے لئے ساتھ چلیں ۔(دیکھو سیرت النبی اور خاتم المرسلین وغیرہ)

آنحضرت کی اطلاع یابی

بچا کر آنکھ ماہ وہ مرہ کی مخبر نگاہوں سے
بڑھی آتی تھی قرشی فوج غیر آباد راہوں سے
ابوسفیان کو ان راستوں سے واقفیت تھی
مدینے پر اچانک حملہ کر دینے کی نیت تھی
مگر باطل تھی یہ کوشش سپہ سالار باطل کی
نبیؐ پر ہوگئی افشا خبر یلغار باطل کی
نبی کے پاس آیا حضرت عباسؓ کا قاصد۱
کہ آتا ہے گروہ مشرکاں بانیت فاسد
نبی نے انسؓ و مونسؓ دو جواں مامور فرمائے
جو مانند ہوا افواج قرشی کی خبر لائے
گذارش کی کہ حملہ آوروں کا ک بڑا لشکر
چلا آتا ہے آں دھی کی طرح ارض مدینہ پر

اٹالا ان کا قرب شہر میں ہے بند میں راہیں
اُجاڑیں اُن کے گھوڑوں نے مدینے کی چراگاہیں

تشریح:

۱؎ حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے ہندہ کا باپ بدر میں مارا گیا تھا۔ جبیر بن مطعم ک اچچا بھی حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے بدر میں مارا گیا تھا۔ اس بناپر ہندہ نے وحشی کو جو جبیر کا غلام تھا اور حربہ اندازی میں کمال رکھتا تھا۔ حضرت حمزہ کے قتل پر آمادہ کیا۔ اور یہ اقرار ہوا کہاس کارگذاری کے صلہ میں اسے آزاد کر دیا جائے گا۔ (سیرت النبی)

۲؎ بہت سی عورتیں ایسی تھیں جن کی اولاد جنگ بدر میں قتل ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ جوش انتقام سے لبریز تھیں۔ (سیرت النبی)

شہر کی حفاظت کے ضروری سامان

نبی نے سن کے امر واجب الاذعان فرمایا
مدینے کی حفاظت کے لئے سامان فرمایا
معین کردئے دروازہ ہائے شہر پر غازی
کہ تھا غارت گروں سے خطرہ شبخون اندازی
یہودی دشمنی کا رنگ بھی اب ہو گیا گہرا
در مسجد پہ قائم کر لیا اصحاب نے پہرا
اچانک آلیا تھا شہر کو افواج شیطاں نے
گذاری جاگ کر یہ رات ہر فرد مسلماں نے
مقرر کردیا ہادی نے اک گوئندہ تازہ
کہ ہو اچھی طرح جمعیت باطل کا اندازہ
خبر آئی کہ جمعیت ہے بیش از سہ ہزار ان کی
کمک بھی آنے والی ہے بوقت کار زاران کی
رسالے بھی ہیں جنکے پاس نیزے بھی میں کوڑے بھی
سواران کے ہیں آہن پوش آہن پوش گھوڑے بھی
شترا سوار کثرت سے میں کچھ لشکر پیادہ ہے
زرہ پوشوں کی گنتی سات سو ہے یا زیادہ ہے
یہ سن کر مطلقاً اسلام کا ہادیؐ نہ گھبرایا
زباں سے حسبنا اللہ کہہ کے یوں حضرت نے فرمایا
مسلماں کو فقط اللہ کی امداد کافی ہے

اسی کا نام کافی ہے اسی کی یاد کافی ہے
جو بندوں کو ودیعت یہ امانت کرنے والا ہے
وہ قوت دینے والا ہے اعانت کرنے والا ہے

تشریح:

۱؎ حضرت سعد بن عبادۃ اور حضرت سعد بن معاذ ہتھیار لگا کر تمام مسجد نبوی کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے۔

۲؎ خبروں کے اخفا میں بخیال بیدلی احتیاط کی گئی تھی اور عام مسلمانوں کو لشکر کفار کی تفصیلی حالات نہیں بتائے گئے تھے پھر بھی یہ شب مدینہ میں سخت خوف وخطر کی رات تھی۔(ابن سعد)

۳؎ قریش کے قریب آنے کی خبر موصول ہونے پر آپ نے ایک صحابی حباب ابن منذر کو حملہ آوروں کی تعداد کے صحیح تخمینہ کے لئے بھیجا۔(ابن سعد)

۴؎ رحمۃ للعلمین کے محقق مصنف نے ناسخ التاریخ کے حوالے سے اس فوج کی تعداد پانچ ہزار لکھی ہے بہر حال تین ہزار شتر سوار دو سو اسپ سوار سات سو زرہ پوش پیادے مسلمہ تعداد تھی۔

مسجد نبوی میں مجلس شوریٰ

ابھی کچھ رات باقی تھی ابھی پہرا تھا ظلمت کا
ہوا اعلان بہر مشورت اجماع اُمت کا
اکٹھے ہوگئے آ کر مسلماں صحن مسجد میں
سمٹ آئی ضیائے صبح رخشاں صحن مسجد میں
پرانے اور نئے جتنے بھی تھے اللہ کے پیارے

بڑے چھوٹے معمر اور جواں جھٹ آ گئے سارے
کیا اُمت نے جب اجماع کامل بزم شوریٰ میں
ہوا ابن اُبی بھی آ کے شامل بزم شوریٰ میں
منافق تھا رسول اللہ کا در پردہ دشمن تھا
یہ دشمن دامن رحمت کا اک پر دردہ دشمن تھا
بظاہر یہ منافق دین کا اقرار کرتا تھا
بباطن جان ملت پر ہزاروں وار کرتا تھا
مدینے میں بہت سے اور بھی اسکے موافق تھے
کہ ظاہر میں مسلماں اور باطن میں منافق تھے
تمنا ان کی یہ تھی مسلموں میں تفرقے ڈالیں
ہویدا تھے نبیؐ پر ان کے سب حالات سب چالیں
یہ سب ایماں کا اقرار زبانی کرتے رہتے تھے
رسولؐ اللہ سب کچھ جانتے تھے کچھ نہ کہتے تھے
غرض ابن ابی اب مشورت میں ہوگیا شامل
اگرچہ قلب اس کا فتنہ انگیزی پہ تھا مائل

تشریح:

۱؎ روز جمعہ کی صبح آنحضرت نے مسجد نبوی میں مسلمانوں کو جمع فرمایا اور قریش کے حملے کے متعلق ان سے مشورہ طلب کیا۔

۲؎ عبداللہ بن ابی جو منافقوں کا سرغنہ تھا مگر جنگ بدر کے بعد بظاہر مسلمان ہوگیا تھا۔ وہ بھی اس وقت مشورے میں شریک تھا۔ (سیرت النبیؐ)

آنحضرتؐ کا خطبہ

نماز صبح پڑھ کر آپ نے ارشاد فرمایا
کہ اے ایمان والوں امتحاں کا وقت سخت آیا
قریش اس مرتبہ آئے ہیں پورے سازو ساماں سے
کہ آزادی تمہاری چھین لیں شمشیر و پیکاں سے
کشاکش ہائے مرگ و زیست کا ہی اک کٹھن رستہ
جہاں چلنا ہے سب کو دست بستہ اور پابستہ
مجھے یہ جنگ ایسا حادثہ معلوم ہوتا ہے
جو ہر اُمت کہ بہر امتحاں مقسوم ہوتا ہے
نبیؐ کو اس میں خود ہے احتمال صدمہ ذاتی
دکھایا جا چکا ہے مجھ کو حال صدمہ ذاتی
بغیر اسکے رہ تہذیب ملت طے نہیں ہوتی کہ بڑھ کر
جو ہر ذاتی سے کوئی شے نہیں ہوتی
یہ رستہ ہے میرے اصحاب اکبر کی شہادت کا
کوئی وعدہ نہیں اس رہگذر میں خرق عادت کا
اگر امت نے احکام نبیؐ سے کی نہ سرتابی
نہ بشریت نے پیدا کردیا گر خوف اعصابی
پڑھا ہے نظم وحدت کا جو مضمون اوق تم نے
بھلا ڈالا نہ گر ہنگامہ سختی یہ سبق تم نے اگر تم اس رہ
دشوار میں ثابت قدم نکلے

ثبات و صبر کے اظہار میں ثابت قدم نکلے
حدیں قائم رکھیں تم نے اگر طاعت گذاری کی
تو دیتا بشارت میں تمہیں تائید باری کی
تمہیں اس وقت چاروں سمت سے اعدا نے گھیرا ہے
یہاں دشمن کا گھر ہے اس طرف اعداد کا ڈیرا ہے
مدینے کی جو حالت ہے وہ تم پر آشکارا ہے
قریشی لشکر جرار اُحد پر خیمہ آرا ہے
بتاؤ ان کو روکیں چل کے باہر چند میلوں پر
کہ اس لشکر کو بڑھنے دیں مدینے کی فصیلوں پر
بظاہر بند ہو کر جنگ کرنے میں ہے آسانی
یکایک نرغہ کر سکتے نہیں بیداد کے بانی
مگر یہ منحصر ہے کثرت آرائے ملّت پر
تدبر شرط ہے پر دیدہ بینائے ملّت پر
حق آزادی آرا ہے دیں کا سنگ بنیادی
تمہاری رائے جو بھی ہو بیاں کر دو با آزادی
میری جانب سے ہر حالت میں استقلال دیکھو گے
محمدؐ کو رہ حق میں شریک حال دیکھو گے
بگوش ہوش یہ خطبہ سنا ایمان والوں نے
جھکا دیں گردنیں فرط ادب سے شان والوں نے
گذارش کیں کھڑے ہو ہو کے راہیں سب اکابر نے
کیا تجویز یہ ہر ایک ضابط اور صابر نے

کہ لڑنا قلعہ بندی کے طریقے سے مناسب ہے

دفاع دشمناں ضبط اور سلیقے سے مناسب ہے

تشریح:

۱ مشورے سے قبل آنحضرت نے قریش کے حملے اور ان کے خونی ارادوں کا تذکرہ فرمایا۔

آپ نے فرمایا۔ آج رات میں نے خواب میں ایک گائے دیکھی ہے۔ نیز دیکھا ہے کہ میری تلوار کا سرا ٹوٹ گیا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ گائے ذبح کی جارہی ہے۔ پھر دیکھا

کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط اور محفوظ زرہ کے اندر ڈالا ہے۔

۲ صحابہ نے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو فرمایا۔ گائے کے ذبح سے میں سمجھتا ہوں کہ میرے بعض اصحاب اکبر کی شہادت مراد ہے۔ اور تلوار کے ٹوٹنے سے میرے عزیزوں میں سےکسی کی شہادت ہے یا خود مجھے اس مہم میں کوئی جسمانی تکلیف پہنچے گی۔ زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مدینے مجھے اسمہم میں کوئی جسمانی تکلیف پہنچے گی۔ زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مدینے کے اندر رہ کر مقابلہ مناسب ہے۔ (ابن ہشام و ابن سعد)

تشریح:

۱ مہاجرین نے عموماً اور انصار میں سے اکابر نے رائے دی کہ عورتیں باہر قلعوں میں بھیج دی جائیں اور شہر میں پناہ گیر ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ (سیرت النبی)

عبداللہ بن اُبی منافق کی رائے

کہا ابن ابی نے ہاں یہ دستور قدیمی ہے
ہے اس فائدہ مقصود اگرچہ چال دھیمی ہے
مدینے پر کیا کرتا تھا حملہ جب کوئی لشکر
تو ہر کر متحد سب شہر والے لڑنے مرنے پر
بٹھا دیتے تھے اپنی عورتیں ہر سمت ٹیلوں پر
مسلح اور جنگی مرد چڑھتے تھے فصیلوں پر
فراہم کر لئے جاتے تھے جھٹ انبار پتھر کے
بلندی سے ہوا کرتے تھے پہروں وار پتھر کے
فصیلوں سے ہوا کرتی تھی بارش تند تیروں کی
تو چلتی تھی نہ کوئی پیش ان شمشیر گیروں کی
ہمارے باپ دادا یوں بھگا دیتے تھے دشمن کو
عدم کا راستہ اکثر دکھا دیتے تھے دشمن کو
مسلمانوں کا لازم ہے کہ میرا مشورہ مانیں
میری شخصیت و اہلیت جنگی کو پہچانیں
بٹھا دیں عورتوں بچوں کو چاروں سمت ٹیلوں پر
مسلح ہو کے خود بھی بیٹھ جائیں ان فصیلوں پر
کریں دشمن پہ بند اس شہر کا ہر ایک دروازہ
تو میری رائے کا اُس وقت ہو جائے گا اندازہ

تشریح:

ل عبداللہ بن اُبی منافق نے بھی یہی رائے دی ۔ (سیرت النبی)

مسلم نوجوانوں کا جوش جہاد

سُنی صبر و سکوں سے رائے سب نے اس منافق کی
کہ نیت بد تھی لیکن اُس نے تقریر موافق کی
غرض جتنے معمر لوگ اس شوریٰ میں شامل تھے
یہ تجویز نبرد قلعہ بندی ہی کے حامل تھے
مگر وہ نوجواں نوخیز جوشیلے جری مسلم
وہ سادہ دل نقوش پختہ کاری سے بری مسلم
وہ مخمور شجاعت بادہ نورس کے متوالے
وہ تدبیروں سے ناواقف وہ بل والے وہ ست والے
وہ اٹھے دست بستہ عرض کی اے ہادی دوراں
ہمیں بخشی ہے جب سے آپ نے یہ نعمت ایماں
تمنا ہے کہ نعمت کا بدل کچھ تو ادا کردیں
نہیں کچھ اور کرسکتے یہ جانیں ہی فدا کردیں
نہیں ہے دل رضا منداس نبرد قلعہ بندی پر
کہ حرف آئیگا اس سے بدر کی فیروزہ مندی پر
ہماری تربیت گہ ہے مدینے کی یہی وادی
غلاموں کو یہیں بخشا گیا ہے حق آزادی
اس وادی کے اندر کھیت ہیں مسلم کسانوں کے
ہواؤں نے سنے ہیں اس جگہ نغمے اذانوں کے

اگر ہم اس طرح مجبور ہو کر بیٹھ جائیں گے
فصیل شہر میں محصور ہوکر بیٹھ جائیں گے
تو سمجھیں گے عرب والے اِسے جبن اور کمزوری
پھر آئے دن دکھائیں گے شرارت اور سرشوری
اگر باہم نکل کر ہم نے دکھلائی نہپر مردی
تو سمجھی جائیگی اس میں مسلمانوں کی نامردی
قریش آئے ہیں بیشک ہرطرح تیاریاں کرکے
شکست بدر کو افتاد ہنگامی گماں کرکے
صف آرا ہو نگے انکے سامنے ہم دو بدو ہوکر
کہ جیسے بدر کے غازی لڑے تھے روبر و ہوکر
یہ سچ ہے واقعی تعداد بھی ان کی زیادہ ہے
مگر اُن سے لڑیں گے ہم یہی پکا ارادہ ہے
مقابل ہوکے روکیں گے ہم انکے وار سینے پر
اُنہیں بڑھنے نہدیں گے اپنے جیتے جی مدینے پر
نہتے بے سرو ساماں سہی ایمان والے ہیں
غلامان نبی فضل خُدا سے آن والے ہیں
زیادہ سے زیادہ قتل ہو جائے گے پھر کیا ہے
نبیؐ کے دامن رحمت میں سو جائینگے پھر کیا ہے
رہ حق میں یہی تو منزل مقصود ہے اپنی
شہادت پاگئے تو عاقبت محمود ہے اپنی
تمنا ہے کہ اُر کا جر پڑے دل تیر قاتل پر

نظر روئے نبی پر ہو گلا شمشیر قاتل پر
یہ سر کٹ کر سوئے پائے محمد لوٹتا جائے
اسی کو موت کہتے ہیں تو ایسی موت آجائے
رہیں گے ہم میں جو زندہ و غازی بنکے آئیں گے
یہ جینا بھی سعادت کا یہ جینا بھی سعادت کا
اِدھر رتبہ غزا کا ہے اُدھر رتبہ شہادت کا
رہے ہم بدر میں محروم وتحصیل سعادت سے
جہاد سبیل اللہ سے تاج شہادت سے
ندامت کیلئے وہ ایک محرومی ہی کافی ہے
فصیلوں میں چھپیں اب بھی یہ غیرت کے منافی ہے

تشریح:

لے اکثر صحابہ نے اور خصوصیت کے ساتھ اُن جوانوں مسلمانوں نے جو بدر کے جنگ میں شامل نہوئے تھے اور شہادت اور خدمت دین کے جذبے سے سرشار تھے اصرار کیا۔ کہ ہم شہر سے نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کرنا شہر میں بند ہو کر لڑنے سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔(ابن سعد وابن ہشام)

جوش وتحمل

نہایت جوش ہو کر سے کیں اِن صحابہ نے یہ تقریریں
زبانوں سے بیاں کردیں کتاب دل کی تفسیریں
جو بہر جنگ میدانی بصد اصرار کوشاں تھے
بہت ان میں ابھی ناپختہ کارو تازہ ایماں تھے

ابھی یہ تازہ تازہ دامنِ رحمت میں آئے تھے
خدا سے لو لگانے پر کبھی کوڑے نہ کھائے تھے
ابھی تک سختیاں جھیل نہ تھیں ایمان لانے کی
ابھی تک بازیاں کھیلی نہ تھیں سر دھڑ لگانے کی
رہے تھے گھر میں یا مسجد میں یا پھر کھیت کے اوپر
نہ لیٹے تھے کبھی یہ تپتی تپتی ریت کے اُوپر
نہ تھا معلوم دل پر جبر کرنا کس کو کہتے ہیں
سرِ ہنگامہ سختی صبر کرنا کس کو کہتے ہیں
نہیں دیکھا تھا ۔ کیا ہنگام سختی پیش آتا ہے
پئے جاں خواستن کس طرح ہر بدکیش آتا ہے
قتالِ کارزارِ بدر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا
سنا تھا نام جبر و قدر آنکھوں سے نہ دیکھا تھا
جری تھے شیر تھے طبعاً دلاور تھے جیالے تھے
یہی اک روز دنیا بھر کے فاتح بننے والے تھے
مگر گر گر کے اُٹھنے پر مدارِ پہلوانی ہے
انہی ناکامیوں پر انحصارِ کامرانی ہے
کہ بچے بطنِ مادر سے جواں پیدا نہیں ہوتے
بنائے جاتے ہیں سب پہلواں پیدا نہیں ہوتے
بلندی پر پہنچنے کیلئے حاجت ہے زینے کی
سمندر پار کرنے کو ضرورت ہے سفینے کی
کتابی درس ہی سے شہسواری آ نہیں سکتی

اصول آئیں تو آئیں پختہ کاری آ نہیں سکتی
نبی کے سامنے تکمیل استعداد اُمت تھی
یہ کاہش از برائے وحدت افراد اُمت تھی

پیغمبرؐ کا فیصلہ

سنیں حجرت نے مسلم نوجوانوں کی یہ تقریریں
جو بہر جنگ گھر سے باندھ کر آئے تھے شمشیریں
جوانی میں تھا ذوق و شوق کا انداز بھی شامل
نیاز و عاجزی میں تھی ادائے ناز بھی شامل
اگرچہ آپ کو یہ ناز یکسر ناپسند آیا
محبت سے مگر قرآن ناطق نے یہ فرمایا
کہ راضی ہو اگر تم سخت گھائی سے گزرنے کو
کمر بندی کرو بندی کرو باہر نکل کر جنگ کرنے کو
خدا کے ہاتھ میں ہے سلسلہ فتح و ہزیمت کا
دعا مانگو۔ کہ استقلال ساتھی ہو عزیمت کا
اگر صبر اور استقلال کو محفوظ رکھو گے
خُدا کے اور نبی کے حکم کو ملحوظ رکھو گے
بجائے خود یہی فتح و ظفر کی اک نشانی ہے
کہ حق پر استقامت ہی کلید کامرانی ہے
یہ سُن کر ہو گئے مسرور سب پتلے شجاعت کے
تھے اصغر اور اکبر سب کے سب بندے اطاعت کے

نبیؐ نیا ب شعار راستی پر خطبہ فرمایا
نماز جمعہ کاوقت آگیا تھا جمعہ پڑھوایا

تشریح:

لے کثیر مسلم نوجوانوں نے اسرار کے ساتھ اپنی رائیں پیش کیں۔ کہ آنحضرت نے ان کی بات مان لی اور فیصلہ فرمایا کہ اچھا ہم کھلے میدان میں کفار کی مدافعت کریں گے۔(دیکھو ابن سعد و ابن ہشام)

رحمتہ للعلمینؐ لباس جہاد میں

نماز جمعہ پڑھ کر ہو گیا اعلان تیاری
ہوا اضو ریز حجرے میں حبیب حضرت باری
نبوت کا جلالی رنگ چہرے سے ہویدا تھا
کہ جس کو ضو سے ذرہ ذرے میں خورشید پیدا تھا
وفاوعشق کے رشتے سے دونوں دست و پابستہ
ابوبکر و عمر تھے دم قدم کے ساتھ وابستہ
رفیقان نبیؐ کے قلب اس جلوے سے تھرائے
مہم غیر معمولی کے یہ نقشے نظر آئے
کوئی سخت اور نازک مرحلہ پیش آنے والا تھا
کہ خود ہادی نے ساماں جنگ کرنے کو نکالا تھا
لباس جنگ پہنا آج سردار دو عالمؐ نے
خدا کی فوج اوّل کے سپہ سالار اعظمؐ نے
شرف بخشا زرہ کو چشم ہستی کے اجالے نے

سر اقدس پر رکھا خود کالی کملی والے نے
کمر چمڑے کی پیٹی سے کسی تلوار لٹکائی
بھرا تیروں سے ترکش بھی کماں بھی دوش پر آئی
کیا حیران صدیق و عمر کو اس نظارے نے
لیا نیزہ بھی دست پاک میں اللہ کے پیارے نے
ابوبکرؓ و عمرؓ کے ہاتھ سے باصد ادب کوشی
مکمل ہو گئی محبوب حق کی اسلحہ پوشی

تشریح:

ل نماز جمعہ کے بعد آپ نے مجاہدین کو تیاری کا حکم دیا ۔ اور خود بھی حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق کو ساتھ لے کر اپنے حجرے میں تشریف لے گئے ۔ اور لباس جنگ زیب تن فرمایا ۔ (ابن سعد و زرقانی)

جوشیلے مجاہدین کا احساس ندامت

اُدھر مسجد میں مردان مجاہد سربکفا ہوکر
کھڑے تھے انتظار مصطفٰے میں صف بصف ہوکر
ہوئے حضرت برآمد حجرہ خلوت سے جلوت میں
ضیائے نور پھیلی نور کی جلوت سے جلوت میں
نبیؐ کو آج اُمت نے لباس جنگ میں دیکھا
جمال مصطفٰے کو اس نرالے رنگ میں دیکھا
زرہ مغفر ۔ کمان و تیرو شمشیر و تبر بھالا
مجسم نور جس کے گرد گرد اک نور کا ہالا

ہویدا تھا جمال سرمدی سرکار عالی سے
دل مردان عالم کانپ اُٹھے شان جلالی سے
ہوئی اب ان جوانان مجاہد کو پشیمانی
صلاح قلعہ بندی جن کی غیرت نے نہ تھی مانی
ہمارے واسطے مقصود عالم سختیاں جھیلے
غلاموں کی مشقت آپ آقا ذات پر لے لے
رزہ پہنی ہمارے واسطے محبوبؐ دا اور نے
اُٹھائی یہ مشقت بحر عرفاں کے شناور نے
دفاع دشمناں کے واسطے بھالا سنبھالا ہے
تو ظاہر ہے کہ بھاری واقعہ پیش آنے والا ہے
مودب ہوکے ازراہ ندامت عرض گذرانی
ہمارے باپ ماں قربان اے محبوب یزدانیؐ
نہ جانے اختلاف رائے عالی کیوں ہوا ہم سے
نہیں پوشیدہ حال دل ہمارا دل کے محرم سے
نبرد قلعہ بندی ہو کہ میداں کی لڑائی ہو
ایسی صورت سے طے فرمائیے جسمیں بھلائی ہو
حقیقت میں ہماری رائے کیا ہے اور ہم کیا ہیں
اسی سرکار اسی دربار ہی کے نام لیوا ہیں
کیا خورشید ذروں کو یہ سب احسان ہادیؐ ہے
جگہ دامن پہ دے کر آن نے عزت بڑھا دی ہے
رسول اللہ پر ظاہر ہے جو ہم سے ہی پوشیدہ

وہی فرمائیے جو بہر ملت ہو پسندیدہ

پسندیدہ نبرد قلعہ بندی ہی کی صورت ہے

لباس جنگ اُتاریں آپ کیا اسکی ضرورت ہے

تشریح:

۱ زرہ زیب فرمائی۔ چمڑے کی پیٹی سے کمر کسی۔ سر پر عمامہ۔ تلوار حمائل کی۔ دوش پر سپر تھی۔ دست مبارک میں نیزہ تھا۔ (دیکھو تاریخ الخمیس جلد اوّل)

۲ حضرت صدیق اکبرو فاروق اعظم نے اسلحہ پہننے کا ہاتھ بٹایا تھا۔ (ابن سعدؒ)

۳ حضرت سعد بن معاذ رئیس قبیلہ اوس او ر دوسرے اکابر کی تصریح سے نوجوانان مشتاقان جہاد کو اپنی رائے کی غلطی کا احساس پیدا ہو رہا تھا۔ اور ان کے دل پشیمان ہو رہے تھے۔ اب جو حضور اسلحہ لگائے اور زرہ او رخد پہنے ہوئے حجرے سے برآمد ہوئے۔ تو اُن کے دل ندامت سے لبریز ہو گئے۔ (ابن سعد)

پیغمبرؐ کا جواب

صحابہؓ پر جو طاری جوش رقت کا اثر پایا

تبسم زیر لب فرما کے ہادیؐ نے یہ فرمایا

کہاے ایمان والوں فکر مندی نا مناسب ہے

چلو میدان میں اب قلعہ بندی نا مناسب ہے

خُدا اس جذبہ اخلاص کی تحسین کرتا ہے

نبیؐ پھر تم کو استقلال کی تلقین کرتا ہے

نظارا فتح کا پیش نظر ہو یا ہزیمت کا

نہیں واجب نبیؐ کو فسخ کردینا عزیمت کا

سر میداں نہ جب تک تیغ کوئی فیصلہ کر دے
خُدا جب تک نہ از خود حق کو باطل سے جدا کر دے
پیمبرؐ کیلئے فسخ عزیمت کی مناہی ہے
یہ ارشاد آلٰہی ہے ۔یہ ارشاد آلٰہی ہے
خیال بغض و کینہ دور کر کے اپنے سینے سے
رضائے حق طلب کرتے ہوئے نکلو مدینے سے
ادائے فرض ہے مطلوب مرنا ہو کہ جینا ہو
مجاہد کو ہیں سب مرغوب مرنا ہو کہ جینا ہو

تشریح:

۱؎ سب نے زبان ہو کر عرض کیا کہ رسول اللہ ہم سے غلطی ہوئی کہ ہم نے حضور کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے پر اصرار کیا۔آپ جس طرح مناسب خیال فرمائیں مدت کے مفاد کے لئے وہی طریق کار بہتری کو موجب ہوگا۔اور اسی میں برکت ہوگی ۔(دیکھو زرقانی)

۲؎ آپ نے فرمایا جب تک اللہ کوئی فیصلہ نہ فرما دے اللہ کی نبی کی شان سے بعید ہے کہ وہ ہتھیار پہن کر اتار دے ۔(دیکھو بخاری۔کتاب الاعتصام)

تشریح:

قریش بدھ کے دن مدینہ کے قریب پہنچے اور کوہ اُحد پر ڈیرا ڈالا۔آنحضرت صلعم جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے نکلے ۔(سیرت النبیؐ)

مجاہدین کا مدینے سے خروج جانب اُحد

یہ کہہ کر امر فرمایا پیمبرؐ نے سواری کا
درِ مسجد پہ حاضر تھا فرس محبوب باریؐ کا
درِ مسجد سے نکلے شہسواری کیلئے سرورؐ
مہ و خورشید گھوڑے کے رکابیں بن گئے آ کر
کیا خورشید عرفاں نے منور خانہ زیں کو
فرس بھی وجد میں آیا اُٹھا کر سرورؐ دیں کو
مہ شوال تھا اور چودھواں دن تھا مہینے کا
کہ نکلا چاند تاروں کی طرح لشکر مدینے کا
سواری صورت ابر بہاری شہر سے نکلی
جلو میں اُمت محبوب باری شہر سے نکلی
نقیبان رسالت آگے آگے پا پیادہ تھے
کہ یہ سعدین دیں ابن معاذ ابن عبادہ تھے
یہ دونوں پیکر سادہ تھے خدمت اور بسالت کے
رؤسا اوسا و خزرج کے مگر چاکر رسالت کے
نبیؐ کے پیچھے پیچھے دائیں بائیں سب مجاہد تھے
یہی میداں میں غازی تھے یہی مسجد میں زاہد تھے

لشکر اسلام میں منافقین کی شمولیت

ہزار انسان گنتی کے عدد تھے آج لشکر میں
سواران زرہ پوش ایک صد تھے آج لشکر میں

چلا ابن اُبی اپنے مواقف ساتھ میں لے کر
رہ حق میں اک انبوہ منافق ساتھ میں لے کر
موافق بھی جلو میں تھے نبیؐ کے ناموافق بھی
تھے اس تعداد میں شامل مدینے کے منافق بھی
ذرا سی دیر میں وہ مرحلہ بھی آنے والا تھا
کہ گوہر اور خزف کا امتحان ہو جانے والا تھا

تشریح:

۱ سعد بن معاذ رئیس اوس اور سعد بن عبادہ رئیس خزرج آنحضرت کے گھوڑے کے آگے آگے آہستہ آہستہ دوڑتے جاتے تھے۔اور باقی اصحاب حضور کے چپ و راست اور پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔(ابن سعد)

۲ اس وقت لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی جن میں صرف ایک سو آدمی زرہ پوش تھے۔اس ایک ہزار میں عبداللہ بن ابی کے تین سو ساتھی بھی شامل تھے۔

۳ اس وقت عبداللہ بن ابی تین سو کی جمعیت لے کر ساتھ چلا تھا۔(سیرت النبیؐ)

وہ نوجوان جن پر جہاد فرض نہ تھا

صف آرا کر کے لشکر کو لیا جائزہ سب کا
کیا ایماں کی آنکھوں نے نظارا قدرت رب کا
نہ ڈالا شان قدرت نے یہ بارا قرض بچوں پر
جہاد فی سبیل اللہ نہیں تھا فرض بچوں پر
بڑے ہوکر جنہیں کھینا تھا ملت کے سفینے کو

وہ سب کمسن دلاور کر دیئے واپس مدینے کو
مگر ان شیر بچوں میں انہیں کا ایک ہم سن تھا
جہاد اس پر نہ تھا واجب کہ وہ اس وقت کم سن تھا
برائے جائزہ باندھیں صفیں جب فوج امت نے
اسے بھی کر دیا لا کر کھڑا شوق شہادت نے
بڑوں کے ساتھ شانوں کو ملا کر پہلوان بن کر
ہوا یہ اس طرح استادہ انگوٹھوں کے بل تن کر
شہادت کی طلب میں مل گئی سول کی مراد اسکو
نبیؐ نے مسکرا کر دے دیا اذن جہاد اس کو
تھیں اس کو سر فروشی ہی میں امیدیں منافع کی
یہ شوخی کام آئی چل گئی ترکیب رافعؓ کی
اسی کا ایک ہم دیکھتا تھا اس طریقے کو
نہ لا سکتا تھا لیکن کام میں اب اس سلیقے کو
نبیؐ نے جائزے کے وقت اُسے کم عمر پایا تھا
تو حکم واپسی رافعؓ سے پہلے ہی سنایا تھا
یہ اپنے باپ کو لیکر سالت کے حضور آیا
مروّت کے حضور آیا شفاعت کے حضور آیا
گذارش کی میرے ماں باپ قرباں یا رسولؐ اللہ
کیا ہے آپ نے رافع پہ احساں یارسولؐ اللہ
اُسے دیدی اجازت دشمنوں سے جنگ کرنے کی
شہادت سے رخ امید کو گلرنگ کرنے کی

رکھا جاتا ہوں میں محروم ایسی سعادت سے
جہاد فی سبیل اللہ سے تاج شہادت سے
میں کشتی میں سر میداں گرا لیتا رافعؓ کو
میں اپنے زور بازو سے اُٹھا لیتا ہوں رافع کو
ملا ہے اُسکو اذن جنگ تو مجھ کو بھی مل جائے
میرے پژمردہ دل کا غنچہ امیر کھل جائے
رسول اللہ نے دیکھے ذوق شوق ان شیرزادوں کے
کہ عمریں خام تھیں لیکن یہ پکے تھے ارادوں کے
یہ درگاہ خدا میں پیشکش لائے تھے جانوں کو
اجازت آپ نے کشتی کی دیدی ان جوانوں کو
گرایا واقعی کشتی میں جب رافع کو سمرۃ نے
کیا منظور ایس بھی ساتھ لے چلنا رسالتؐ نے
تعالٰی اللہ یہ ذوق اور جذبہ نوجوانوں کا
تو کیوں راضی نہ ہوتا اُن سے مالک دو جہانوں کا

مجاہدین اسلام کا قیام شب

زمیں پر جب شہادت کی یہ بے تابی نظر آئی
فلک کا دل بھر آیا اور شفق کی آنکھ بھر آئی
نظارا کررہا تھ امہر اب تک سرنگوں ہو کر
گرا اب شام کے دامن پہ موج اشک خوں ہو کر
ہوا دن مزل شیخین پر مہمان شب آخر

ہوئے روشن چراغان تہ دامان شب آخر
شفق نے لے لیا آغوش میں خورشید تاباں کو
دلوں کی روشنی کافی تھی لیکن اہل ایماں کو
سکوت شام ٹوٹا نغمہ لحن بلالی سے
فضائیں بس گئیں صورت جمالی وجلالی سے
جھکائے سر خدا کی بارگہ میں شان والوں نے
پڑھی میداں میں مغرب کی نماز ایمان والوں نے
احد کے دامنوں میں فوج باطل تھی خیام آرا
ہوا شیخین میں اللہ کا لشکر قیام آرا
عشا کے وقت پھر لحن بلالی سے اذاں گونجی
خدا کے نام کی نوبت بزیر آسماں گونجی
عشا پڑھ کر جمائے نوریوں نے خاک پر بستر
کہ تھا زیر نگاہ صاحب لولاکؐ ہر بستر
طلایے پر جوانان مجاہد ہوگئے قائم
بہر جانب نگہباں اور شاید ہوگئے قائم
نظر میں تاکہ رکھیں رات بھر شنجوں کے ہلے کو
یہ ساماں کر کے پیغمبرؐ نے زینت دی مصلے کو

تشریح:

۱؎ شیخین مدینے اور اُحد کے درمیان دو ٹیلوں کا نام ہے۔ روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہاں ایک اندھا بوڑھا اور ایک اندھی بوڑھیا کرتے تھے اور آپس میں

باتیں کیا کرتے تھے اسلئے ان کا نام شخیین مشہور ہو گیا۔

۲؎ حضرت بلالؓ نے اذان دی اور تمام صحابہ نے آنحضرت کی اقتدا میں نماز ادا کی۔(ابن سعد)

۳؎ رسول اللہ نے رات کے پہرے پر محمد بن مسلمہ کو متعین کیا۔ جو پچاس مجاہدین کے ساتھ رات بھر لشکر اسلام کے گرد طلایہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔ (ابن سعد)

راس المنافقین اور اُسکے ساتھی

ستارے شب کو زیرو دامن بدر الدجی اُترے
مگر اہل نفاق ایمان والوں سے جدا اُترے
رہے ابن اُبی اور اُسکے ساتھی اک کنارے پر
کہ چلتے تھے منافق اس منافق کے اشارے پر
فلک بھی دیکھتا تھا چشم حیرت سے یہ نیرنگی
کہ وقت امتحاں تھی طینت بدکس قدر ننگی
ستارے جھلملائے ہلکی ہلکی روشنی پھیلی
نظر دو چادریں آئیں کہ اک اجلی تھی اک میلی
جو اُجلی تھی اس کا بزم ہستی میں اُجالا ہے
جو میلی تھی اُسی کا آج منہ دنیا میں کالا ہے

تشریح:

۱؎ ابن اُبی اور اس کے ساتھی لشکر اسلام سے ایک کنارے شب باش ہوئے۔

کفّار کی چھاؤنی

ستاروں نے اگرچہ نور ہر جانب بکھیرا تھا
اُحد کے دوسرے رُخ پر اندھیرا ہی اندھیرا تھا
یہاں تاریکیوں نے آج جھنڈے گاڑ رکھے تھے
بلاؤں نے شکاروں کے لئے منہ پھاڑ رکھے تھے
بدی چھائی ہوئی تھی خیمہ وخرگاہ بن بن کر
بدی کے سائے میں بیٹھے تھے سب بدراہ تن تن کر
سیہ کاری نمایاں تھی سیہ بختوں کے ڈیرے میں
کہ روشن داغہائے معصیت تھے اس اندھیرے میں
شرابیں پی رہے تھے مست تھے سرشار تھے سارے
سرودور رقص بھی اور شغل مے بھی ہوتا جاتا تھا
اسی میں مسئلہ حملے کا طے بھی ہوتا جاتا تھا
بتائی جارہی تھیں قتل و خونریزی کی تدبیریں
کمانیں چھٹ رہی تھیں بٹ رہی تھیں خاص شمشیریں
بدی پر مستعد تھے ہر طرح انسان کے دشمن خدا کے
مصطفٰے کے دین کے ایمان کے دشمن

کفار کے جاسوس کا بیان

اِسی عالم میں ایک جاسوس بھی دوڑ ہوا آیا
مدینے سے خروج اہل ایماں کی خبرلایا
کہا۔ کل اِک ہزار افراد نکلے ہیں مدینے سے

نظر آیا ہے گویا ہو چکے ہیں سیر جینے سے
اسی تعداد میں ابن اُبی والے بھی شامل ہیں
یہ سب باطن میں اپنے دین درینہ پہ حامل ہیں
دلوں کا حال ان لوگوں کی آنکھوں سے ہے آئینہ
کہ اسلامی جماعت سے یہ رکھتے ہیں بڑا کینہ
یہ توڑیں گے مسلمانوں کی جمعیت کا شیرازہ
بہر حال ان کا ہو جائے گا وقت جنگ اندازہ
کم از کم تین سو افراد ہیں اس قسم کے انساں
نہ پہنچے گا ہماری فوج کو جن سے کوئی نقصاں
یہ ہم سے آملیں گے اور یہ منہ موڑ جائینگے
بہر صورت مسلمانوں کا دامن چھوڑ جائینگے
رہے اب سات سو باقی سو وہ لڑنے کو آئینگے
محمدؐ اُن کو وقت صبح زیر تیغ لائیں گے
وہ زرہیں وج روز بدر کی بھگدڑ میں چھوٹی تھیں
ہماری فوج نے چھینکی تھیں ان لوگوں نے لوٹی تھیں
وہی چھینی ہوئی مقتول سرداروں کی تلواریں
کہ جنکے پھپلے ٹوٹے ہوئے ہیں کند یں دھاریں
یہی تھوڑے بہت ہتھیار ہیں بس کائنات انکی
نظر آئی ہے گویا شاخ آمور پر برات ان کی
نمازی ہیں بہت مردان غازی ہیں بہت تھوڑے
سواری کیلئے لائی ہے ساری فوج دو گھوڑے

کسی کے پاس بھی پورا نہیں سامان لڑنے کا
تہیہ کر کے گھر سے آئے ہیں نادان لڑنے کا
ہماری فوج کی طاقت اگر یہ لوگ سُن پاتے
فصیل شہر سے باہر نہ ہرگز یوں چلے آتے
بظاہر ایک دو فرسنگ چلنے سے تھکے ہارے
کھلے میدان میں شیخین پر شب باش ہیں سارے

تشریح:

لے مدینے سے نکلتے وقت آپ کے ساتھ ایک ہزار کی جمعیت تھی ۔ جن میں سات سو راسخ العقیدہ مسلمان تھے اور تین سو منافق جو عبداللہ بن اُبی کی زیر قیادت تھے ۔ ان کا ارادہ اسی سے ظاہر ہے کہ جنگ سے پہلے ہی عبداللہ بن اُبی اپنے تین سو ساتھیوں کے لے لشکر اسلام سے الگ شب باش ہوا تھا۔

ابوسفیان کی تدبیریں

ابوسفیاں نے یہ خبریں سنیں پوری خموشی سے
ہوا سر در گریباں ہاتھ کھینچا بادہ نوشی سے کہا دیکھو علی
الاعلان یہ خبریں نہ دہراؤ
ابو عامر کو میرے پاس لاؤ ۔ جاؤ ۔ جلد آؤ
ذرا ٹھہراؤ اُبو عامر کو میرے پاس پہنچا کر
بہادر عکرمہ کو بھی مرا پیغام دو جا کر
پھرے شب بھر پچاس اسوار لیکر گرد لشکر کے
نہ گھسنے پائیں خیمہ گاہ میں افراد باہر کے

رہا کچھ دیر تک خاموش ابو سفیان پھر بولا
مخاطب ہو کے نائب افسروں سے یوں دہن کھولا
دلیران عرب ! یہ مے کشی اب ملتوی کر دو
کہوقت انتقام بدر آپہنچا جو انمردو
مسلماں شہر میں محصور ہو کر جنگ اگر کرتے
تو کچھ مدت ہماری فوج کو زیر و زبر کرتے
فصیلوں سے تھی آساں تیر بازی سنگ باری بھی
وہاں بیکار تھیں زرہیں بھی اپنی اور سواری بھی
اگرچہ شہر کی مد نظر ہے ہم کو پامالی
مگر حملے کا یہ اسلوب خطرے سے نہ تھا خالی
بہت خاصی بلندی پر ہے آبادی مدینے کی
جبھی تو آج تک قائم ہے آزادی مدینے کی
جو ہوتے کار بند اہل مدینے قلعہ بندی پر
تو مشکل تھی ہماری پیش قدمی اس بلندی پر
چلو اچھا ہوا وہ خود نکل آئے فصیلوں سے
نہ ٹکرانہ پڑے گا اب چٹانوں اور ٹیلوں سے
کھلے میداں میں اُن کو گھیر لائی ہے قضا اُنکی
میں دیکھوں گا مدد کرتا ہے کیا اُن کی خُدا انکی
سویرے منہ اندھیرے اے مرے لشکر کے سردارو
کرو یکلخت دھاوا اور ان کو گھیرا کر مارو
ہدایات مناسب جا کے دیدو اپنے دستوں کو

نگہ میں تا کہ رکھیں رات بھر شبخوں کے رستوں کو

سحر ہوتے ہی جب قرنا پھنکے یلغار ہو جائے

زمین دشت کی چھاتی پہ مارا مار ہو جائے

سدھارو شب بخیر اب اور اک شخص آنے والا ہے

بہت ہی ایک نازک مسئلہ طے پانے والا ہے

تشریح:

ا احد میں صرف ایک سو مسلمان زرہ پوش تھے

۲ احد میں لشکر اسلام کے ساتھ فقط دو گھوڑے تھے ایک آنحضرتؐ کی سواری میں اور دوسرا حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس۔

ا ابو عامر قبیلہ اوس کا ایک معزز شخص تھا جو مدینے میں راہبانہ وضع سے زندگی بسر کرتا تھا۔ اور سب لوگ اس کی بے انتہا توقیر کرتے تھے۔ جب رسول پاک مکے سے ہجرت کر کے مدینے تشریف لے آئے اور اوس وخزرج کے قبائل مسلمان ہونے لگے تو اس کی راہبیت کا ڈھکوسلا بھی خطرے میں پڑ گیا۔ اور آنحضرتؐ کے خلاف اس کے دل میں بغض وحسد کے طوفان بھر گئے۔ اس نے کچھ اپنے ساتھیوں کو جن میں بہت سے غلام تھے اپنے ساتھ لیا اور مدینہ چھوڑ کر مکے کو چلا گے ا۔ او رہواں قریش کو آنحضرت کے خلاف بہکاتا اور بھڑکاتا رہا۔ میدان احد میں حملہ آوروں کے ساتھ خود بھی آیا۔ اور اپنے ان ساتھیوں کو بھی ساتھ لایا۔ جو اس کی معیت میں مدینے سے نکل گئے تھے۔ (ابن ہشام)

۲ عکرمہ بن ابو جہل احد میں سواروں کے ایک دستے کا افسر تھا۔ روایات صحیحہ کے مطابق عکرمہ ہی اس رات پچاس سواروں کے ساتھ لشکر کفار کا طلایہ

بردار تھا۔

اُبو عامر راہب

میرا منہ تک رہے ہو یوں تعجب سے جو داناؤ
ابو عامر کو بلوایا ہے میں نے بس سمجھ جاؤ

بوقت جنگ اگر جادو بیانی چل گئی اِس کی
محمدؐ سے وفا پھر دیکھتا رہتی ہے کس کس کی

یہ راہب ہے اگرچہ سخت غدار اور بدنیت
مگر اہل مدینہ کی ہے اک محبوب شخصیت

لباس راہبانہ میں یہ حکم اُن پر چلاتا تھا
زمین و آسماں کے خوب قلابے ملاتا تھا

مگر آیا نئے مذہب کا جب پیغام یثرب میں
لگا جب پھیلنے چاروں طرف اسلام یثرب میں

نئے مذہب کا پیغمبرؐ بھی جب اس شہر میں آیا
ابو عامر نے اپنی قوم کو بدلا ہوا پایا

یہ سمجھا اب فریب راہبیت چل نہیں سکتا
چراغ کذب وقت صبح صادق جل نہیں سکتا

پنپنے کا نہ اُس نے کوئی بھی جب آسرا پایا
تو چپکے سے نکل کر جانب مکہ چلا آیا

تلا ہے اب وہ اپنی قوم کے برباد کرنے پر
ہے آمادہ ہماری ہر طرح امداد کرنے پر

میں اس سے کام لینا چاہتا ہوں جنگ سے پہلے
یہ اُن لوگوں کو پھسلائے گا اپنے رنگ سے پہلے
ہے اب تک اوس وخزرج پر بڑا بھاری اثر اس کا
مجھے امید ہے افسون ہو گا کار گراس کا
وہ اس کو نیک طینت جانتے ہیں اک زمانے سے
یقیناً پھوٹ پڑ جائے گی اس کے ورغلانے سے
اگر دام سخن میں پھنس گئے یثرب کے دہقانی
تو ہم برباد کر ڈالیں گے ان سب کو بآسانی
فنا کردیں گے ہم پہلے تو اصحاب محمدؐ کو
دکھادیں گے عدم کی راہ احباب محمدؐ کو
ازاں بعد اہل یثرب کا بھی سارا زور توڑیں گے
نہ چھوڑ ینگے ہم ان دہقانیوں کو بھی چھوڑیں گے
محمدؐ کو مگر زندہ پکڑنے کا اراد ہے
ہمارا قرض اسی کی ذات پر سب سے زیادہ ہے
اسی کی ذات پرہم بدر کا بدالہ اتاریں گے
اُسے زخمی کرینگے پھر اذیت دے کے ماریں گے
گرے شیرو سدھا رواب ابو عامر کو آنے دو
یہ نسخہ آزمانے دو۔ یہ نسخہ آزمانے دو

خفیہ سازش

اُٹھے آخر فتنے فتنہ محشر جگانے کو
بھرا ساغر ابوسفیاں نے راہب کے پلانے کو
اُدھر نکلے سپہ سالار کے خیمے سے یہ افسر
اِدھر اک راہب شیطان سیرت آگیا اندر
یہ راہب تھا کہ تھا تاریکی ابلیس کا سایا
ابو سفیان استقبال کرکے جس کو لے آیا
لباس زہد میں اک پیکر تبلیس و مکاری
نہاں ہر ایک موئے ریش میں سو دام عیاری
نحوست پر نحوست چھا گئی راہب کے آنے کی
سمٹ کر آگئی گویا بدی سارے زمانے کی
تکلم باتکلم اور خاموشی بہ خاموشی
مسلسل زیر لب خندہ مسلسل ایک خاموشی

زنان قریش کی تیاریاں

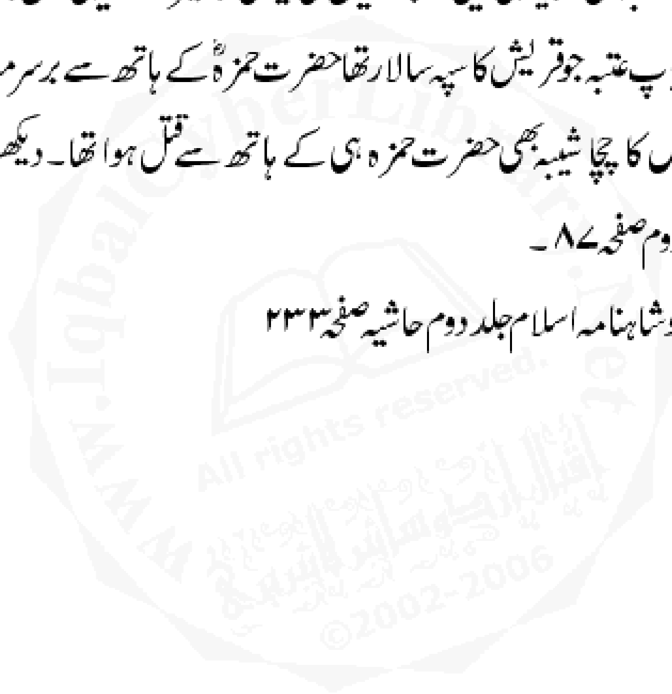
ابو عامر ہوا رخصت بہم طے پاگئی سازش
ابوسفیاں بھی نکلا اپنے خیمہ سے بصد نازش
قریب اس مرکزی خیمے کے اور اک تھا بڑا خیمہ
ابوسفیاں کی بیوی ہند کا راحت فزا خیمہ
زنان جنگ جو خیمہ کے اندر جمع تھیں ساری
اور و ناز کو منظور تھی حملے کی تیاری

فریب حسن نے ملبوس رنگا رنگ پہنے تھے
کہیں مانگیں سنواری تھیں کہیں زرکار گہنے تھے

تشریح:

ا ہند عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی۔ابوسفیان کی بیوی (امیر معاویہ کی ماں) جنگ بدر میں اس کا باپ عتبہ جو قریش کا سپہ سالار تھا حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے برسرمیدان مارا گیا تھا۔اس کا چچا شیبہ بھی حضرت حمزہ ہی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔دیکھو شاہنامہ اسلام جلد دوم صفحہ ۸۷۔

۲ دیکھو شاہنامہ اسلام جلد دوم حاشیہ صفحہ ۲۲۳



حضرت حمزہ کو شہید کر ڈالنے کی سازش

وحشی غلام آلہ انتقام

در خیمہ پہ تھا ایک مرد وحشی نام تھا جس کا
کمال حربہ اندازی میں شہرہ عام تھا جس کا
غلام ابن مطعم تھا حبش کا رہنے والا تھا
بظاہر کیا یہ تیرہ بخت باطن میں بھی کالا تھا
غلاموں میں سمجھ کر حرص و دولت کا غلام اسکو
ہوا تھا گھر سے چلتے وقت تفویض ایک کام اسکو
یہ کام اُس شیر کو مکرو دغا سے قتل کرنا تھا
یہ کام اس مرد میداں کے لہو میں ہاتھ بھرنا تھا
لرزتے تھے عرب کے کوہ صحرا نام سے جس کے
ملی تھی پختگی اسلام کو اسلام سے جس کے
وہ حمزہ عم عالی مرتب سردار عالمؐ کے سپہ سالار اوّل
اس سپہ سالار اعظمؐ کے
وہ حمزہؓ یعنی روح سر فوشی جان جان بازی
وہ حمزہؓ لشکر اسلام کا سب سے بڑا غازی
وہی حمزہؓ قریشی افسروں کو مارنے والا
کیا تھا بدر میں کفار کو جس نے تہ و بالا
وہی ضیغم شکار و شیرا فگن غازی دوراں
اسی کو قتل کرنے کے یہاں درپیش تھے ساماں

کہا اب ہند نبیت عتبہ نے وحشی کو بلوا کر
کہ ہم سب عورتیں آئی ہیں مکے سے قسم کھا کر
مسلمانوں سے مقتولوں کا بدلہ لے کے جائینگی
ہم ان کا خون چاٹینگی ہم اُن کا گوشت کھائینگی
کیا ہے قتل حمزہؓ نے میرا بھی سربراہوں کو
ملایا خاک میں عالی تباروں کج کلاہوں کو
میں اُسکا دل جگر گردے مزے لے لیکر کھاؤنگی
لہو اُس کا پیوں گی ہڈیاں اس کی چباؤں گی
ارے وحشی کسی ترکیب سے دھوکے سے حیلے سے
کہیں پوشیدہ ہو کر اپنے حربے کو وسیلے سے
کسی صورت سے ہو حمزہ کو جا کر قتل کر وحشی
دکھا دے اس کا لاشہ مجھ کو لا دے اس کا سر وحشی
میں تجھ سے کر چکی ہوں پہلے بھی انعام کا وعدہ
زر و گوہر کا وعدہ عزت واکرام کا وعدہ
میرا یہ کام کر وحشی میں تجھ کو شاد کردونگی
علاوہ اور باتوں کے تجھ آزادی کردونگی
یہ کہہ کر پیشگی بھی دیدیئے کچھ سکے ہائے زر
ہوئی حرص و ہوس غالب غلام پست ہمت پر
کہا بی بی تمہارا کام مہلک بھی ہے مشکل بھی
کہ حمزہؓ مرد میداں بھی ہے دور اندیش و عاقل بھی
اگر چھپتے چھپاتے پڑ گئی اس کی نظر مجھ پر

تو فوراً آپڑے گا وہ بشکل شیر نر مجھ پر
وہاں اظہار چابک دستی و کاریگری مشکل
وہاں وحشی کی سو جانیں بھی ہوں تو جانبری مشکل
خود اپنی موت سے ڈرنا خرد سے دور ہی بی بی
مگر خیر آپ کی خاطر مجھے منظور ہے بی بی
میں حربہ لے کے اک ٹیلے کے پیچھے بیٹھ جاؤنگا
رہونگا تک میں اپنا مقدر آزماؤں گا
اگر موقع ملا تو قتل کرڈالوں گا غازی کو
زمیں پر سرنگوں کردوں گا اللہ کے نمازی کو

تشریح:

۱؎ اُحد کے دن زنانِ قریش میں کوئی ایسی نہ تھی جس نے چوڑیاں، بازو بند، کڑے اور پازیب نہ پہن رکھے ہوں۔

۲؎ وحشی نام ایک حبشی غلام تھا۔ جو اپنے قومی طریقہ پر حربہ چلانے کا ماہر تھا۔ حربہ چھوٹے نیزے کو کہتے ہیں۔

۳؎ وحشی جبیر ابن مطعم کا غلام تھا۔ اس کے آقا نے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو حمزہ کو قتل کرڈالے تو آزاد کردیا جائے گا۔ (سیرت النبیؐ)

لشکر قریش میں تیاریوں کی رات

غرض قول و قسم کے بعد وحشی بھی ہو رخصت
ابو سفیاں نے ساری گفتگو سن لی بصد راحت
رہا خاموش ظاہر میں مگر مسرور تھا ظالم
طریق جنگ پر اپنے بہت مغرور تھا ظالم
مگر دل اِس خوشی میں بھی رہین ناصبوری تھا
ابھی تیاریوں کا جائزہ لینا ضروری تھا
ابوسفیاں لے کر ساتھ اپنے دو غلاموں کو
چلا اب تا کہ دیکھے اپنے جنگی انتظاموں کو
مرتب ہو رہے تھے کینہ اپنے طریقے سے
پیادے اپنے ڈھنپ سے شہسوار اپنے طریقے سے
کمانیں تیر نیزے گرز ڈھالیں اور شمشیریں
مہیا ہو چکی تھیں قتل انسانی کی تدبیریں
اندھیری رات تھی خلق خدا پر نیند تھی طاری
یہ انسانی درندے تھے مر مصروف تیاری
جدھر ڈالی نظر تیاریوں کا حشر پر پا تھا
خموشی تھی مگر بیداریوں کو حشر بر پا تھا
ستارے دیکھتے تھے اور دل ہی دل میں روتے تھے
یہ میداں میں گڑھے کس کیلئے خس پوش ہوتے تھے؟
یہ کیسے مشورے ہوتے تھے اِن قرشی رئیسوں میں

یہ کس کے واسطے پتھر بھرے جاتے تھے کیسوں میں؟

قریشی عورتیں خیمہ بہ خیمہ کیا سناتی تھیں
کوئی افسوس پڑھتی تھیں کوئی جادو جگاتی تھیں
اندھیری رات نے آفات کا لشکر نکالا تھا
خدا معلوم ہنگام سحر کیا ہونے والا تھا

تشریح:

۱۔ ابو عامر نے رسول اللہ کے لئے میدان میں گڑھے کھودے۔

۲۔ ابن قیمہ عبداللہ بن شہاب اور ابی ابن خلف اِن چار سرداران مکہ نے آنحضرت کے قتل پر قسمیں کھائی تھیں۔

۳۔ احد میں ابن قمیہ نے آنحضرتؐ کو پتھر سے ضرب پہنچائی تھی۔

آشوب شب

اندھیری رات چھاپا مارتی ہے جب نگاہوں پر
اُتر آتے ہیں فرزندان تاریکی گناہوں پر
زمیں بدبخت فرزندوں کا اِک طومار جنتی ہے
یہ ناہموار ماں اولاد نا ہموار جنتی ہے
لہو روتی ہے مٹی اس خمیر بد صفاتی پر
کہ شب بھر لوٹتے ہیں سانپ بیچاری کی چھاتی پر
بشر ہیں بھیڑیے ہیں سانپ بچھو ہیں کہ جیتے ہیں
سمجھ کر شیر مادردو سروں کا خون پیتے ہیں
خُدا کے بے ضرر مخلوق کو جینا نہیں ملتا
مگر کے ڈر سے پانی گھاٹ پر پینا نہیں ملتا
چرندے ڈھونڈتے پھرتے ہیں مامن سر چھپانے کو
کمیں گاہوں سے اُٹھتے ہیں درندے پھاڑ کھانے کو
یہ کہتی ہیں دہاڑیں شیر کی ہاتھ ی کی چنگھاڑیں
اِدھر آؤ تمہیں روندیں اِدھر آؤ تمہیں پھاڑیں
سکوت شب میں رم کرتے ہیں آہو مرغزاروں سے
نکل آتے ہیں زہری اژدھے تاریک غاروں سے
پڑے ہیں بادر رفتاروں کو اپنی جان کے لالے
تعاقب میں چلے آتے ہیں ظالم رینگنے والے
نہیں آتیں جو بھیڑیں گلہ بانوں کی پناہوں میں

سحر کو ہڈیاں انکی ملا کرتی ہیں راہوں میں
رُخِ آفاق پر جس دم سیاہی پھیل جاتی ہے
تباہی پھیل جاتی ہے تباہی پھیل جاتی ہے
بہت تاریک ہو جاتی ہے انسانوں کی آبادی
یہاں شب لے کے آتی ہے سیہ کاری کی آزادی
یہاں سودا ہے جسم وجاں کا روحوں کی خریداری
سر بازار ہوتی ہے ہوس کی گرم بازاری
بدی چولا بدل کر غازہ مل کر کبر سے تن کر
تھرکتی ہے اندھیری رات میں پرچھائیاں بن کر
حسینہ ڈائنیں شیطان بھی جن سے لرز جائیں
گنہ کی بیٹیاں ڈس لینے والے سانپ کی مائیں
سڑی مٹی سے اور بو دار خوں سے ہے خمیر ان کا
اندھیری راتکے اجزا سے بنتا ہے ضمیر ان کا
بلائیں جب بھی اس معمورہ فانی میں آتی ہیں
اسی گندے لباس حسن انسانی میں آتی ہیں
عفونت ہی عفونت انکے ارمانوں میں ہوتی ہے
بجائے خوں غلاظت ان کی شریانوں میں ہوتی ہے
بپا کر کے تہ دامان شب محفل چراغوں کی
یہ کرتی ہیں نمایش برص کے مکروہ داغوں کی
رفیقان گنہ اِن کے عجب لے پیر ہوتے ہیں
بشر کی شکل ہوتی ہے مگر خنزیر ہوتے ہیں

یہ وہ سانپ ہیں جو زہر پھیلاتے ہیں دنیا میں
وبا بن جاتے ہیں طاعون بن جاتے ہیں دُنیا میں
خُدا سے ان کو کیا پردہ کہ شب ہے پرداہ داران کی
ہوس ظلم آفریں اِن کی نظر آدم شکار ان کی
بسا اوقات لعنت آدمی کا روپ بھرتی ہے
شیاطیں کے ادھورے کام کی تکمیل کرتی ہے
خُدا کے بالمقابل لے کے دعوئے خالقیت کے
جماتی ہے یہ مٹی دبدبے اپنی حکومت کے
یہ ایوانات شاہی میں ریاست بن کے جاتی ہے
وزارت کے قلمداں میں سیاست بن کے جاتی ہے
ریاست کا مرقع عیش کی مکروہ تصویریں
سیاست کے لوازم تازیانے اور زنجیریں
بدل جاتا ہے معیار شرافت اس زمانے میں
خوشی ملتی ہے ننگ و نام کا پردہ اُٹھانے میں
مسرت کا ذریعہ جام وہ مل ٹھہرائے جاتے ہیں
دنی الطبع مختار اِن کل ٹھہرائے جاتے ہیں
یہ فاتح بن کے جب کشور کشائی کو نکلتے ہیں
دھواں اُٹھتا ہے انکے راستوں میں شہر جلتے ہیں
قدم سے انکے ہوتا ہے یہ رنگ گلشن ہستی
کہیں سڑتی ہوئی لاشیں کہیں اُجڑی ہوئی بستی
بنی نوع بشر کی ہڈیوں کے ہار بنتے ہیں

سروں سے یادگار فتح کے مینار بنتے ہیں
ہے یکساں قابل تعزیر جھوٹا ہو کہ سچا ہو
کوئی بھی رحم کے قابل نہیں ماں ہو کہ بچہ ہو
علانیہ خُدا کے نام کی توہین ہوتی ہے
خودی کی خود پرستی کی بڑی توہین ہوتی ہے
ستم ایجاد کو بیداد گر کو داد ملتی ہے
سزا وارانِ لعنت کو مبارک باد ملتی ہے
عدالت منہ چھپا لیتی ہے محرومی کے پردے میں
شرافت دفن ہو جاتی ہے مظلومی کے پردے میں
جفا کاری کے ہاتھوں سے وفا کا خون ہوتا ہے
نہیں ہوتا کوئی قنون یہ قانون ہوتا ہے
نہیں آتا میسر تشنہ لب معصوم کو پانی
ہوا کرتی ہے لیکن خون انسانی کی ارزانی
سکوت شب میں ہل جاتی ہیں ایوانیوں کی بنیادیں
کہ خاموشی کا ہے مفہوم چیخیں اور فریادیں
وہ روحیں جن کی پیاری عصمتیں برباد ہوتی ہیں
دعائیں مانگتی ہیں کشمکش کرتی ہیں روتی ہیں
مگر ایمان بچنے کا سہارا ہی نہیں کوئی
سوائے جان دے دینے کے چارہ ہی نہیں کوئی
ستم سے تنگ آ کر جو اُٹھا لیتے ہیں تلواریں
چنی جاتی ہیں اُن کے کاسہ ہائے سر کی دیواریں

فلک کی سمت فریادی نگاہیں اُٹھا سکتیں
دل ایسا بیٹھ جاتا ہے کہ آہیں اُٹھ نہیں سکتیں
اندھیری رات کیا ہے دور طوفان جہالت کا
جہالت نام ہے انسان کے کفر و ضلالت کا
اندھیری رات کیا ہے نور کا مستور ہو جانا
نگاہوں سے زیادہ قلب کا بے نور ہو جانا
جہاں سے کاروبار عدل کا مفقود ہو جانا
شعار ظلم کا اس کی جگہ موجود ہو جانا
ہے تاریکی ہی منبع ہر بلا ہر ایک آفت کا
ابلتا ہے اسی کے پیٹ سے دریا کثافت کا
یہ وہ دریا ہے جس میں ظلم کے طوفان اُٹھتے ہیں
اسی کی گود سے شداد اور ہامان اُٹھتے ہیں
سرامواج دریا جس طرح تنکے ابھرتے ہیں
خس و خاشاک آب صاف کے اوپر بکھرتے ہیں
اسی صورت اُٹھا کرتا ہے جب طوفان تاریکی
ہوا کرتے ہیں سر افراز فرزندان تاریکی
دنائت ان کے لے جاتی ہے رتبے کی بلندی پر
سب ہوتے ہیں چڑھ جاتے ہیں بام ارجمندی پر
خوشامد پیشگی ابلہ فریبی کاروباران کا
بڑھا کرتا ہے عزت بیچ دینے پر وقار ان کا
یہ بیوپاری فراہم کرتے ہیں جنس سبکساری

کہ منڈی میں ہے ایسے جنس کی قیمت بہت بھاری

یہ سب کچھ ہاں یہ سب کچھ رات کے پردے میں ہوتا ہے

کہ شیطاں جاگتے ہیں جس گھڑی انسان سوتا ہے

چھپیں جب شاہنامہ اِن شکاری آشیانوں میں

تو کیوں آئے نہ تیزی بوم و سپر کی اڑانوں میں

صدائے نغمہ بلبل دبے جھینگر کے شیون سے

تو کیا لائیں ہوائیں جز نحوست صحن گلشن سے

اندھیری رات میں محفوظ منزل ہے نہ رستے ہیں

درندے جنگلوں میں بستیوں میں چور بستے ہیں

لشکرِ اسلام اور خیر الانام

وہاں ظلماتیوں میں ظلم کے سامان ہوتے تھے
یہاں نور آفریدہ چھاؤں میں تاروں کی سوتے تھے
نہ تھا بیدار کوئی ہاں مگر اک کملی والا تھا
اسی کا روئے انور چشم ہستی کا اُجالا تھا
وہی اک پیکر یمن و سعادت تھا مصلّے پر
دوز انو قبلہ رو محو عبادت تھا مصلّے پر
دمیدہ اور پوشیدہ مجسم نور کملی میں
کہ جیسے چاند ہو بدلی میں وہ مستور کملی میں
پئے نوع بشر رحمت طلب درگاہ باری میں
زبان الحمد میں مشغول سر سجدہ گذاری میں
محمد ذکر حق میں اور شیطاں فکر ساماں میں
اسی صورت سے گذری دو تہائی رات میداں میں
ابھی آفاق کا ظلمات کی فوجوں نے گھیرا تھا
زمین و آسماں کے درمیاں گہرا اندھیرا تھا
تہجد کیلئے اب جاگ اُٹھے اللہ کے بندے
عبودیت نے آخر توڑ ڈالے نیند کے پھندے
جبینوں کا ہجوم اور آستان حق تعالیٰ تھا
گذارش کرنے والے تھے گذارش سننے والا تھا

مجاہدین کا اقدام

مُصلّے سے اُٹھا بعد تہجد دین کا ہادیؐ
اُٹھا دی چاند نے بدلی منور ہو گئی وادی

اندھیری رات میں جب اس طرح سورج نکل آیا
خُدا کی فوج نے جانا کہ پیغام عمل آیا

کمر باندھی خدا کی راہ پر چلنے کو بندوں نے
کیا اقدام سربازی کی خاطر سر بلندوں نے

بھرا تھا سر میں شوق سر فروشی ذوق جانبازی
نبی کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے اللہ کے غازی

ثبوت عشق دینا تھا شہادت گاہ میں ان کو
بڑھا لے کر پیمبرؐ امتحاں کی راہ میں ان کو

خدا حافظ بھی تھا اور مالک و مختار بھی اُن کا
محمد رہنما بھی تھا سپہ سالار بھی اُن کا

نماز صبح

سپہ داران باطل تھے ابھی ترتیب لشکر میں
کہ جا پہنچی صحابہ کی جماعت موج قنطر میں

شب تاریک بھاگی صبح کا ہنگام آپہنچا
اُحد کے ایک رخ پر لشکر اسلام آپہنچا

سپہ سالار حق نے اس جگہ لشکر کو ٹھہرایا
بلالؓ پاک طینت کو اذاں کا اذن فرمایا

طلسم خواب توڑا نعرہ اللہ اکبر نے
صفیں آراستہ کیں امت محبوب دا ورنے
میسر تھی امام الانبیا کی اقتدا اُن کو
رسولوں کی تمناؤں کا حاصل مل گیا ان کو
سعادت لائی تھی خود شان رحمت کے قریب ان کو
محمدؐ کی امامت میں نمازیں تھیں نصیب ان کو
بسایا روح کو آیات قرآں کی سماعت نے
ادا کر لی نماز صبح اسلامی جماعت نے

تشریح:

لے موج قطر میں پہنچے تو نماز کا وقت آ گیا تھا اور یہاں سے مشرکین بھی نظر آتے تھے۔آنحضرت نے بلال کا اذن اذان دیا۔پھر صف بندی کی اور نماز پڑھائی ۔(ابن ہشام طبری وغیرہ)

مومنوں کی صف آرائی اور منافقین کی بیوفائی

مگر خیل منافق بھی تھا آج اس فوج میں شامل
''تہیدستان قسمت راچہ سو داز رہبر کامل''
یہ شامل بھی جماعت میں یہ خارج بھی جماعت سے
شفاعت کے قریں بھی دور بھی لیکن شفاعت سے
ہوا جب لشکر حق فرض ادا کرنے پر آمادہ
صفیں اللہ والوں کی ہوئیں میداں میں استادہ
برائے حفظ دیں تسلیم جاں کا وقت آپہنچا

میان دوست دشمن امتحاں کا وقت آپہنچا
ہوئے بہر جہاد السام کے غازی جو صف بستہ
تو انبوہ منافق نے مدینے کا لیا رستہ
صداقت کی گواہی جس گھڑی شمشیر نے چاہی
کنارا کر گئے ابن اُبی اور اُس کے ہمراہی
دغابازی سے نامردوں نے آئین وفا توڑا
صفیں کرکے مرتب لشکر اسلام کو چھوڑا
یہ نقشہ دیکھ کر محو تحیر ہو گئے غازی
کہ غیرت کے منافی تھی بشر کی یہ دغا بازی
ابھی ساعت نہیں آئی تھیں خنجر آزمائی کی
کہ پورے تین سو افراد نے یوں بے وفائی کی
خدا کی فوج میں اب سات سوا افراد باقی تھے
بروئے لشکر شیطاں یہ آدم زاد باقی تھے
نہ کثرت تھی نہ سامان دغا موجود تھا ان میں
خُدا تھا اور محمد مصطفٰے موجود تھا ان میں

تشریح:

۱؎ صبح ہوتے ہی لشکر اسلام احد کے دامن میں پہنچ گیا۔ اس وقت عبداللہ بن ابی منافق نے اپنے تین سو ساتھیوں کو ساتھ لیا اور یہ کہتا ہوا مدینے کی طرف پلٹ گیا کہ محمد نے ہماری رائے نہ مانی اور چھوکروں کا کہنا کیا اس لئے ہم نہیں لڑتے یہ لڑائی نہیں ہے بلکہ جان کر ہلاکت کے منہ میں جانا ہے۔ (ابن ہشام وابن سعد وغیرہ۔

ـــــــــــــــــ ختم شد ـــــــــــــــــ